

# مباحث کا دار

از

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سندھی

قدس سرہ

مع اردو ترجمہ

باضام

ادارہ مجددیہ: ۲۵، ایچ، ناظم آباد، کراچی

إِنَّ هَذِهِ تَنْكِحَةٌ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا

الحمد لله کہ رسالہ شریفہ

# مجمع کاد

مصنف

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی نقشبندی سرمدی قدس سرہ

مع اردو ترجمہ

از حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

مؤلف عمدة السلوک، عمدة الفقہ وغیرہ

باہتمام

۱۳۰۲ھ

ادارۃ مجددیہ - ناظم آباد ۳ - کراچی ۱۵

مطبوعہ احمد برادر س پرنٹرس - ناظم آباد ۲ - کراچی ۱۵



## عرضِ ناشی

المحدثہ کہ اس عاجز کو امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سندھدی قدس سرہ کے رسالہ ”مبدأ و معاد“ مع اردو ترجمہ از حضرت مولانا و مرشدنا سید زوار حسین شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے شائع کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ اس کوشش کو قبول فرمائے اور مسلمانوں کے لئے نفع بخش ثابت ہو، آمین  
احقر محمد اعلیٰ قریشی عفی عنہ

## ادارہ مجددیہ

۵/۲ - ایچ۔ ناظم آباد ۳ کراچی

# فہرست مضامین

۱۳۴	ایک اعتراض اور اس کا جواب	۱۰۵	سیر فی اللہ	۵	افتتاحیہ
۱۳۵	ایک سوال اور اس کا جواب	۱۰۶	سیر عن اللہ باللہ	۹	مبدأ و معاد (فارسی متن)
۱۳۸	فرق بعد الجمع	۱۰۷	کمالات ولایت کے درجات	۹۱	دار و ترجمہ
۱۳۹	دعوت کا کامل ترین مقام	۱۰۸	نزول کا انتہائی کمال	۹۲	خطبہ
۱۴۱	پیغمبر اسلام کا خصوصی امتیاز	۱۰۹	شاہدہ انفس و آفاق	۹۳	جذبہ و سلوک کا حصول
۱۴۲	احوال پیش از غائب کیوں ہو جاتے ہیں؟	۱۱۰	سلوک کی ابتداء استعارہ و توبہ سے	۹۴	بیان عروج و تائید حضرات خلفاء و مشائخ
۱۴۵	آیت قرآنی کی لطیف تشریح	۱۱۳	منازل سلوک	۹۷	علم لدنی کا حصول
۱۴۶	کیا معرفت کے بعد کوئی لغزش نقصان دہ نہیں ہوتی؟	۱۱۴	نفی کل	۹۸	بیان نزول و تائید مشائخ سلاسل مختلفہ
۱۴۹	وجود باری تعالیٰ کے سلسلہ میں خصوصی معرفت	۱۱۶	شش جہات خواجہ نقشبند کی مراد	۹۸	اکابر سہروردیہ کے مقام کی خصوصیات
۱۵۰	مزید وضاحت	۱۱۸	قلب کے پانچ درجات اور محض قلب بسیط	۹۹	نزول بمقام جذبہ قطب الارشاد اور اس کا فیض عام
۱۵۱	ایک اعتراض اور اس کا جواب	۱۲۳	اس نعمت عظمیٰ کا حصول	۱۰۰	قطب الارشاد کے انکار کا خطرہ
۱۵۲	دوسرا اعتراض اور اس کا جواب	۱۲۴	روح کا مقام	۱۰۱	قطب الارشاد سے اخلاص
۱۵۳	خدا کی ذات شاہدہ رویت ہم اور خیال میں نہیں آ سکتی	۱۲۵	روح کا نزول	۱۰۲	مقام تکمیل نسبت نقشبندیہ
۱۵۴	مزید توضیح	۱۲۶	روح کا عروج	۱۰۳	اظہار نعمت
۱۵۵	اطلاق محض	۱۲۷	حب عوارف کے ارشاد پر بحث	۱۰۴	سیر الی اللہ
۱۵۶	فرشتوں پر انسان کی فضیلت	۱۲۸	ایک اعتراض اور اس کا جواب	۱۰۵	عقل معاد
۱۵۷	اولیاء اللہ مافوق البشر ہیں	۱۲۹			



۲۰۵	حقیقت کعبہ کے مقام میں	۱۸۰	علم ظاہر پر علم باطن کی برتری	۱۵۸	علوم امکانی اور محال و جوی
۲۰۶	حقیقت محمدی کا عروج	۱۸۳	اور آداب پیرو استاد	۱۶۰	ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے
۲۰۷	کلمہ طیبہ کی فضیلت	۱۸۴	لطائف ستہ کے مراتب	۱۶۱	علم الاشیاء کی واپسی نقص کا
۲۰۸	معوذتین کی تعلق کشف	۱۸۶	موت پہلے موت کا مطلب	۱۶۳	باعث نہیں
۲۰۹	تقلید و اتباع کی فضیلت	۱۸۸	کلام الہی	۱۶۵	اطمینان نفس کے بعد
۲۱۰	تجلی ذات کا اعتبار انبیاء	۱۸۹	دائرہ امکان کی باہر نازل	۱۶۶	مقام رضا کا حصول
۲۱۱	کے درجات کا تفاوت	۱۹۰	اولاد متحد میں	۱۶۷	قرارت خلف الامام
۲۱۲	میراجی کا درجہ تفسیر فی	۱۹۱	معراج نبوی اور عروج اولیاء	۱۶۸	ماتریدیہ کی تائید
۲۱۳	سے بلند ہے۔	۱۹۲	میں فرق	۱۶۹	امام اعظم کی عظمت
۲۱۴	دصول نہایت کے بعد رجوع لازمی	۱۹۳	تکون حقیقی صفات میں سے ہے	۱۷۰	حصول اجازت کمال پر
۲۱۵	مقام رضا کی برتری	۱۹۴	رویت باری تعالیٰ	۱۷۱	موقوف نہیں۔
۲۱۶	ترغیب اتباع سنت و	۱۹۵	کشف اور فراست میں فرق	۱۷۲	شہ کا ازالہ
۲۱۷	استرازا زبدعت	۱۹۶	ماتریدیہ کی فضیلت	۱۷۳	یادداشت کے نین دراج
۲۱۸	جنات کے حالات	۱۹۷	یقین کے درجہ کا حصول	۱۷۴	دس مقامات کو طے کئے بغیر
۲۱۹	ولی کو نبی پر بڑی فضیلت ہونا	۱۹۸	فنا یا ارادہ	۱۷۵	نہایت النہایت تک سائی
۲۲۰	ولی کی ولایت انبی کی ولایت	۲۰۰	کلام اللہ کی رہنمائی	۱۷۶	مکمل نہیں۔
۲۲۱	ہی کا حصہ ہوتی ہے	۲۰۱	حضرت خواجہ باقی باشد	۱۷۷	اولیاء اللہ کے ظاہر باطن کا فرق
۲۲۲	صفات باری کی تین قسمیں	۲۰۲	سے عقیدت	۱۷۸	اولیاء اللہ کی پوشیدگی کا
۲۲۳	خدا کا مثل نہیں ہو سکتا	۲۰۳	شیخ کی محبت میں غلو	۱۷۹	سبب۔
۲۲۴	مثال ہو سکتی ہے	۲۰۴	نہیں کرنا چاہئے	۱۸۰	بد اعتقادی کا نقصان
۲۲۵	تنبیہ	۲۰۵	ذکر نفی و اشہات	۱۸۱	مشابہات کی تاویل
۲۲۶	اشارہ	۲۰۶	حقیقت قرآنی حقیقت کعبہ	۱۸۲	اتباع رسول
۲۲۷	تمثیل	۲۰۷	اور حقیقت محمدی	۱۸۳	محبت ذاتی و صفاتی کا فرق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# افتتاحیہ

حضرت حق سبحانہ جلّ و علا شانہ کا بے حد و بے انتہا شکر و احسان ہے کہ اُس نے مجھ ناچیز کو امام ربانی محبوب صمدانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی نقشبندی سرمدی قدس سرہ السامی کے اس خصوصی رسالہ ”مبدأ و معاد“ کے ترجمے کی توفیق بخشی، دعا ہے کہ حضرت موصوف قدس سرہ کے بقیہ رسائل و مکتوبات شریف کے ترجمہ کرنے کی سعادت بھی عطا فرمائے، آمین۔

اس رسالہ میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ الغرزی نے اصرار و رموز کے وہ لطیف اشارات بیان فرمائے ہیں جن کو سمجھنا عوام تو عوام اخلاص کے لئے بھی مشکل ہے مگر یہ کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کا اپنے کسی بندہ خاص پر فضل ہو جائے اور اس کو کسی قدر علم و بصیرت بھی عطا فرمائے تو وہ کچھ سمجھ سکتا ہے، بہر حال اس رسالہ کی تصحیح و ترجمہ کرنا بہت مشکل کام تھا لیکن محبتی جناب حاجی محمد اعلیٰ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کے پیہم اصرار کی بنا پر اس عاجز نے اردو میں



ترجمہ کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل و تائید سے یہ رسالہ مع اردو ترجمہ بحسن و خوبی نہایت اہتمام کے ساتھ ادارۂ مجددیہ ناظم آباد کراچی سے شائع کیا جا رہا ہے۔

دراصل یہ رسالہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے متفرق مضامین کا مجموعہ ہے جن کو حضرت ممدوح نے خواجہ خواجگان حضرت خواجہ باقی باللہ قدس کی خدمت میں ستمہ میں حاضر ہو کر طریقہ نقشبندیہ کے حصول اور تقریباً دس سال بعد تک کے بعض کشف و حقائق کے وصول کے اظہار میں وقتاً فوقتاً تحریر یا بیان فرمایا تھا۔ اس کے بعد حضرت ممدوح کے خلیفہ حضرت مولانا محمد صدیق کشی رحمہ اللہ نے ان مضامین کو ستمہ میں مرتب فرمایا اور ان کو منہا کا عنوان دیکر ایک دوسرے سے ممتاز کیا جن کی مجموعی تعداد اکثر مطبوعہ نسخوں کے مطابق اکتسمہ ہوتی ہے حضرت مولانا حافظ محمد ہاشم جان صاحب مجددی مدظلہ العالی (سٹڈو سائیں داد، حیدرآباد) کے قلمی نسخے میں منہا ۷۱ کے درمیانی حصہ میں مزید ایک اور منہا کا عنوان درج ہے اور حضرت مولانا نور احمد مرحوم کے مطبوعہ نسخہ میں بھی بالکل اسی جگہ منہا کا اشارہ موجود ہے، اس حساب سے منہا کی تعداد باسٹم ہو جاتی ہے لیکن طاق عدد کے استحباب کا لحاظ رکھتے ہوئے دیگر مطبوعہ نسخوں کے مطابق منہا کی تعداد اکتسمہ ہی رکھی گئی ہے۔ کتاب کے شروع میں مبدأ و معاد کا اصل فارسی متن پیش کیا گیا اور اس میں کسی حشو و زوائد کا اضافہ نہیں کیا۔ اس کے بعد مسلسل ترجمہ ہے اور مطابقت کے لئے اردو ترجمہ کے حاشیے پر فارسی متن کے صفحات

دیدئے ہیں تاکہ اگر کہیں شبہ ہو اور اصل عبارت دیکھنے کی ضرورت پیش آئے تو فوراً صفحہ نکال کر دیکھ سکیں۔ مزید وضاحت کے لئے ترجمہ میں جگہ جگہ ذیلی عنوانات دیدئے گئے ہیں۔ اشعار کا ترجمہ بھی اشعار ہی میں کر دیا گیا ہے اور بعض بزرگوں کے حالات بھی مختصر طور پر حواشی میں درج کر دیئے ہیں غرض کہ عاجز نے ترجمہ کرنے میں پوری احتیاط سے کام لیا ہے اور ترجمہ کو زیادہ سے زیادہ سہل اور شگفتہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

اس وقت میرے سامنے مبداء و معاد کے پانچ نسخے موجود ہیں جن میں ایک مخطوطہ ہے اور چار مطبوعہ۔ پہلا نسخہ جو مخطوطہ ہے حضرت مولانا حافظ محمد ہاشم جان صاحب مجددی نقشبندی مدظلہ العالی (رند و سائیں داد) سے حاصل کیا گیا ہے، دوسرا نسخہ مطبع انصاری دہلی ۱۳۰۷ھ کا مطبوعہ ہے جو مولانا محمد عبدالحمیم صاحب چشتی سے دستیاب ہوا ہے تیسرا نسخہ مطبع مجددی امرتسر ۱۳۱۳ھ کا مطبوعہ ہے جو حضرت مولانا نور احمد مرحوم کا تصحیح کردہ ہے، بیناباب نسخہ حضرت مولانا محمد عبدالرشید صاحب نعمانی سے حاصل کیا گیا ہے، چوتھا نسخہ حکیم عبدالحمید سیفی مرحوم لاہور ۱۳۷۱ھ کا مطبوعہ ہے، اور پانچواں نسخہ ادارہ مجددیہ سعودیہ لاہور ۱۳۸۵ھ کا مطبوعہ ہے جو حضرت مولانا محبوب الہی صاحب تصحیح کردہ ہے،

ان پانچ نسخوں سے حتی الامکان استفادہ کی کوشش کی گئی ہے اور جس نسخے کا جو لفظ صحیح معلوم ہوا اس کو اصل عبارت میں درج کر دیا گیا ہے اور اختلافی الفاظ کو حاشیہ پر مع حوالہ ظاہر کر دیا گیا ہے۔ اور ان پانچوں نسخوں کے اختلاف کو چند حروف میں اس طرح واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ حضرت



مولانا حافظ محمد ہاشم جان صاحب مدظلہ العالی والے نسخے کے الفاظ کو ش سے ظاہر کیا گیا ہے اور مطبع انصاری والے الفاظ کو ص سے اور مولانا نور احمد مرحوم والے نسخے کے الفاظ کو ت سے اور حکیم عبد المجید سیفی مرحوم والے نسخے کے الفاظ کو ج سے اور مولانا محبوب الہی صاحب والے نسخے کے الفاظ کو ہر سے واضح کیا گیا، امید ہے کہ ناظرین کرام اس سعی کو پسند فرمائیں گے۔

ان تمام خوبیوں کے پیش نظر قارئین کرام خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ادارہ کی یہ سعی سابقہ کوششوں کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتی ہے اور اس کا مقام دوسروں کے مقابلے میں کس قدر امتیاز کا حامل ہے۔ اس کے باوجود قارئین کرام سے درخواست ہے کہ اگر سہو کوئی غلطی رہ گئی ہو تو اس سے مطلع فرمائیں۔ حق سبحانہ و تعالیٰ اس کوشش کو قبول فرمائے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

کتاب ہذا کے قلمی و مطبوعہ نسخے ہیا کرنے والے حضرات اور ترجمہ و تصحیح و نشر و اشاعت میں معاونت کرنے والے حضرات کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے دائمی سعادتوں اور ظاہری و باطنی ترقیات سے نوازے آمین۔ ادارہ ان سب حضرات کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے۔

احقر الانام

حاکم نروار حسین غفر اللہ عنہ

وکان اللہ ولوالدہ

۱۲ ربیع الاول ۱۴۳۸ھ

بسم الله الرحمن الرحيم  
الحمد لله الذي هدانا لهذا  
ما كنا لنهتدي لولا أن هدانا الله  
والحمد لله الذي هدانا لهذا  
ما كنا لنهتدي لولا أن هدانا الله

و فضل رحمانی



بامداد نیردانی

أَحْمَدُ اللَّهِ فِي الْمَبْدِ وَالْمَعَادِ وَأُصَلِّي عَلَى حَبِيبِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ  
الْأَفْجَادِ أَمَّا بَعْدُ فَهَذِهِ رِسَالَةٌ شَرِيفَةٌ مُتَضَمِّنَةٌ لِإِسَارَاتِ  
لَطِيفَةٍ رَائِقَةٍ وَأَسْرَارٍ دَقِيقَةٍ قَائِقَةٍ لِلْإِمَامِ الرَّهْمَانِ مُحَمَّدٍ نَجَّةِ اللَّهِ  
عَلَى الْإِنَامِ قُدْوَةً الْأَقْطَابِ وَالْأَوْتَادِ وَقِبْلَةً الْأَبْدَالِ وَالْأَفْرَادِ  
كَاشِفِ أَسْرَارِ السَّبْعِ الْمَثَانِي الْمَجْدِ دِلَالِيفِ الثَّانِي الْأَوْثَانِي  
الرَّحْمَانِي الْعَارِفِ الرَّبَّانِي شَيْخِ الْإِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِينَ  
شَيْخِنَا وَإِمَامِنَا الشَّيْخِ أَحْمَدَ الْفَارُوقِي تَسْبِيًا وَاتِّخَافًا  
مَذْهَبًا وَتَقَشُّبًا مَشْرَبًا لِأَنَّهُ شَمُوسُ هَذَا آيَةٍ عَلَى  
أَفْنِ الْعُلَى سَاطِعَةٌ وَالنَّاسُ فِي رِيَاضِ إِقَاصَتِهِ سَرَّائِعَةٌ  
وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْهِ التَّكْلَانُ

۱- منها چون این درویش راهبوس این راه پیدا شد -  
عنایت خداوندی جلّ سلطانہ اور ابیکے از خلفائے خانوادہ  
حضرات خواجہ اقدس اللہ تعالیٰ اسرارہمدرسانیدہ و از اں جاطریقہ ایں  
بزرگواران را اخذ کردہ، ملازم صحبت آل عزیز گشت - بہ برکت توجہ

لہ الحمد للہ الذی ہم علینا و ہدانا الی الاسلام و جعلنا من ائمہ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام اما بعد فہذہ معارف علیہ  
مقتبستہ من الانفس القدیستہ للامام الہمام قدرۃ الاولیاء والاصفیاء قبلۃ الاقطاب الاولیاء امری لا انا و لا افراد



آن بزرگ، جذبہ خواجہ کا ازجہت استہلاک درصفت قومیت می خیزد،  
 اورا حاصل گشت۔ واز طریق اندراج التہایۃ فی البدایۃ نیز بشری میسر  
 شد۔ بعد از تحقق این جذبہ کار او بسلوک قرار یافت۔ واین راہ را  
 بتربیت روحانیت اسد اللہ الغالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ تانہا بیت  
 رسانید۔ یعنی باسمے کہ رب اوست۔ وازاں اسم، بقابلیت اولیٰ کہ  
 معبر حقیقت محمدیہ است، علیٰ صالحہا الصلوٰۃ والسلام والتَّحِیَّۃُ  
 بمدر روحانیت حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرکاه  
 عروج نمود۔ وازاں جا، بدستگیری روحانیت حضرت فاروق رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ، فوق آن قابلیت استعلایم شد۔ وازاں جا، تا بمقامے  
 کہ فوق آن قابلیت است، وآن قابلیت کالتفصیل است، مر آن  
 مقام را، وآن مقام اجمال اوست۔ وآن مقام مقام اقطاب محمدیہ است۔  
 بتربیت روحانیت حضرت رسالت خاتمیت علیٰ صالحہا الصلوٰۃ  
 والسلام والتَّحِیَّۃُ ترقی واقع شد۔ ودر وقت وصول باین مقام  
 نحوی امداد از روحانیت حضرت خواجہ علاء الدین عطار، کہ خلیفہ  
 حضرت خواجہ نقشبند است، قدس اللہ تعالیٰ اسرارہما، وقطب ارشاد  
 است بآن درویش رسید۔ نہایت عروج اقطاب تا این مقام است۔  
 ودارۃ ظلیت تا ہمیں مقام منتهی می شود۔ بعد از اں اصلی خالص است یا  
 ممتزج بظل۔ طائفہ افراد بوصول این دولت ممتازند۔ بعضہ از اقطاب را  
 بواسطہ مصاحبت افراد تا مقام ممتزج عروج می شود۔ ناظر اصل

حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ممتزج بطل می گردند اما وصول باصل خالص یا نظر بآن علی تفاوت  
درجاتی هم خاصا فرادست. ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ  
وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ. و این درویش را خلعت قطبیت ارشاد، بعد از  
ان وصول بآن مقام که مقام اقطاب است، از آن سرور دین و دنیا  
عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ الْمُبَارَكَاتُ وَالتَّحِيَّاتُ الدَّائِمَاتُ  
غایت شد. و باین منصب سرفراز ساختند.

بعد از آن باز غنایت خداوندی جَلَّ شَانُهُ وَعَمَدَ احْسَانُهُ  
شامل حال او گشت. و از آن جا متوجر فوق ساخت. یک دفعه تا  
باصل ممتزج برد و قلعه و لقا را بنجا میسر شد. چنانکه در مقامات سابقه،  
و از آن جا بمقامات اصل ترقی از آن فرموده باصل الاصل رسانید.  
درین عروج اخیر، که عروج در مقامات اصل است، مرد از روحانیت  
حضرت غوث اعظم محی الدین شیخ عبدالقادر بود قدس الله تعالی بآرامش  
سره الاقدس، و بقوت تصرف از آن مقامات گذرانیده، باصل الاصل  
و اصل گردانیدند. و از آن جا بعالم باز گردانیدند. چنانکه از هر مقامی  
باز می گردانیدند. و این درویش را مایه نسبت فردیت که عروج از  
آخر مخصوص بآن است، از پدیر بزرگوار خود حاصل شده بود. و  
پدیر بزرگوار او را از عزیزه که جذبه قوی داشتند، و بخوار قی مشهور  
بودند بدست آمده. لیکن آن درویش بواسطه ضعف بصیرت  
خویش و قلت ظهور آن نسبت آن نسبت را پیش از قطع منازل سلوک



۱۵ در خود نمی یافت. و اصلاً آن را معلوم خود نداشت. و نیز این درویش را در توفیق عبادات نافله خصوصاً ادا نئے صلوة نافله مددے از پدیر وے ست. و پدیر بزرگوار او را این سعادت از شیخ خود که در سلسلہ اچشتیہ بودہ اند حاصل شدہ بود.

۱۵ و ایضاً این درویش را علوم لدنی از روحانیت حضرت خضر علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام و النجیۃ حاصل شدہ بود، لیکن تا زمانے کہ از مقام قطاب نہ گذشتہ بود. اما بعد از عبور از آن مقام و حصول ترقیات در مقامات عالیہ اخذ علوم از حقیقت خود ست. و در خود، بخود، از خود می یابد غیرے را مجال نمانده است تا در میان در آید.

و ایضاً آن درویش را در وقت نزول، کہ عبارت از سیر عن اللہ بانہ است، بمقامات مشائخ سلاسل دیگر ہم عبورے واقع شد. و از ہر مقام نصیبے وافر گرفت، و مشائخ آن مقام ممد و معاون کار او شدند. و از خلاصہ ہائے نسبت خویش نصیبے ارزانی داشتند. اول بمقام اکابر چشتیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہم عبورے واقع شد. و از آن مقام حظے وافر نصیبے او گشت. و از آن مشائخ عظام روحانیت حضرت خواجہ قطب الدین بيش از دیگران امداد فرمود. و الحق ایشان در آن مقام شان عظیم دارند، و رئیس آن مقام اند.

بعد از آن بمقام اکابر کبرویہ قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہم گذرے واقع شد. این ہر دو مقام باعتبار عروج برابر اند. لیکن این مقام، در وقت

نزول از فوق در جانبِ یمنِ آن شاهراه است، و مقامِ اولِ بجانبِ  
 یسارِ آن صراطِ مستقیم - و این شاهراهِ راهی است که بعضی از اکابر  
 اقطابِ ارشادِ ازاں راه بمقامِ فردیت می روند و بنهایتِ النهایة  
 می رسند. افرادِ تنهارِ راهِ دیگر است. بے قطیبت ازین راه نمی توان گذشت  
 گذشت. این مقام در میان مقامِ صفات و این شاهراه واقع شده است  
 کانه برزخ است میان این دو مقام از هر دو جهت بهره و راست -  
 و مقامِ اول در جانبِ دیگر ازاں شاهراه واقع شده است که بصفات  
 مناسبت کم دارد -

بعد ازاں بمقامِ اکابرِ سهروردیه که شیخ شهاب الدین رسی این  
 طریق اند، قدس الله تعالی اسرارهم عبور واقع شد - آن مقام متجلی بنور  
 اتباع سنت است علی مَصْدَرِهَا الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِيَّةُ  
 و متزین ست بنور انیت مشاهدۀ فوق الفوق - و توفیقِ عبادات  
 رفیقِ آن مقام است - بعضی از سالکانِ نارسیده که بعباداتِ نافله  
 مشغول اند، و بآن آرام دارند، نصیبِ ازاں مقام بواسطه مناسبت  
 بآن مقام یافته اند - بالا صالتِ عباداتِ نافله مناسبتِ آن مقام این  
 است - دیگران را از بتدیان و غفطیان بواسطه مناسبتِ بآن  
 مقام است - و آن مقام بس شگرف است - آن نورانیت که درین مقام  
 مشهود می شود در مقاماتِ دیگر کم است - و مشایخِ این مقام بواسطه کمالِ  
 اتباعِ عظیم الشان و رفیع القدر اند، در ابناء جنس خود امتیازِ تمام

از شیخ شهاب الدین رسی این طریق اند



دارند آنچه ایشان را درین مقام میسر شده است در مقامات دیگر اگر چه باعتبار عروج فوق اند میسر نیست.

بعد ازاں بمقام جذبہ فرود آوردند و این مقام جامع مقامات جذبات بے اندازه است. ازاں جا نیز فرود آوردند. نهایت مراتب نزول تا مقام قلب است که حقیقت جامعہ است. و ارشاد و تکمیل بفرود آوردن باین مقام تعلق دارد. درین مقام فرود آوردند. پیش ازاں که درین مقام تمکین پیدا شود، باز عروج واقع شد. این زمان اصل رانیز در رنگِ ظل و اگذاشت. ازیں عروج که در مقام قلب واقع شد تمکین پیوست و السلام.

۳- منہا قطب ارشاد که جامع کمالات فردیت نیز باشد بسیار عزیز الوجود است. و بعد از قرون بسیار و از منہ بے شمار این قسم گوهری بظہور می آید و عالم ظلمانی از نورِ ظہور او نورانی می گردد و نورِ ارشاد و هدایت او شامل تمام عالم است. از محیط عرش تا مرکز فرش هر کس را که رشد و هدایت و ایمان و معرفت حاصل می شود از راه او می آید و از او مستفاد می گردد، بے توسط او هیچ کس باین دولت نمی رسد. مثلاً نورِ هدایت او در رنگِ دریائے محیط تمام عالم را فرا گرفته است. و آن دریا گو یا منجمد است که اصلاً حرکت ندارد. شخصی که متوجه آن بزرگ است و با و اخلاص دارد، یا آنکه آن بزرگ متوجه حال طالب بے شده، در وقت توجه گو یا روزی در دل طالب کشاده می شود.

و از آن راه بقدر توجه و اخلاص از آن دریا سیراب می گردد. و همچنین  
 شخصی که متوجه ذکر الهی است جلّ شأنه، و بآں عزیزاً اصلاً متوجه نیست  
 نه از انکار، بلکه او را نهی شناسد. همین قسم افاده آن جا هم حاصل می شود.  
 ولیکن در صورت اولی بیشتر از صورت ثانیه است.

اما شخصی که متکبر آن بزرگ است، یا آن بزرگ از او دربارست،  
 هر چند بذکر الهی تعالی و تقدس مشغول است، اما از حقیقت رشد و  
 هدایت محروم است. همان انکار او سبب فیض او می گردد، بے آنکه آن  
 عزیز متوجه عدم افاده او شود و قصد ضرر او نماید. حقیقت هدایت از وی  
 مفقودست، صورت رشدست و صورت بے معنی قلیل النفع است. و  
 جماعتی که اخلاص و محبت بآں عزیز دارند، هر چند از توجه مذکور و ذکر الهی <sup>بالتوجه</sup>  
 تعالی شأنه خالی باشند، نیز ایشان را بواسطه مجرد محبت، نور رشد و هدایت  
 می رسد. وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی -

۳- منها درے کہ اول بایں درویش کشادند ذوق یافت  
 بودند یافت، و ثانیاً یافت میسر شد و ذوق یافت مفقود گشت. و  
 ثالثاً یافت نیز در رنگ ذوق یافت مفقود شد. قَالِحَالَةُ الثَّانِيَةِ  
 حَالَةُ الْكَمَالِ وَالْوُصُولِ إِلَى دَرَجَةِ الْوَلَايَةِ الْخَاصَّةِ - وَالْمَقَامُ  
 الثَّالِثُ مَقَامُ التَّكْمِيلِ وَالرَّجُوعِ إِلَى الْخَلْقِ لِلدَّعْوَةِ - وَالْحَالَةُ  
 السَّابِقَةُ كَمَا لَفِي فِي جِهَةِ التَّحْدِثِ فَقَطْ - فَإِذَا انْضَمَّ إِلَيْهَا الْخَلْقُ  
 السَّائِلُونَ وَتَمَّ حَصْلَتُ الْحَالَةِ الثَّانِيَةِ ثُمَّ الثَّالِثَةِ - وَلَيْسَ



لِتَجِدُوبِ الْمُجَرَّدِ عَنِ الشُّلُوكِ مِنَ الْحَالَةِ الثَّانِيَةِ وَالثَّالِثَةِ  
نَصِيبٌ أَصْلًا - فَأَكْمِلُ الْمُكْمِلُ هُوَ الْمُجَدُّ وَبِ السَّالِكِ، ثُمَّ  
السَّالِكِ الْمُجَدُّ وَبِ وَمَا سِوَاهُمَا فَلَيْسَ بِكَامِلٍ وَلَا مُكْمِلٍ أَصْلًا -  
فَلَا تَكُنْ مِنَ الْقَاصِرِينَ - وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَيْرِ الْبَشَرِ  
سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ الْأَطْهَرِ -

۴ - منها این درویش، در او آخر ماه ربیع الآخر، بخدمت

۱۳۵۰ عزیزی که از خلفائے این خانوادہ بزرگ بودند، مشرف گشت. و طریقه

۱۳۶۰ این بزرگواران را اخذ نموده در منتصف شهر رجب بہاں سال

بمضور نقشبندیہ کہ در آن موطن اندراج نہایہ در بدایۃ ست مستعد

گشت. و آن عزیز فرمود کہ نسبت نقشبندیہ عبارت ازین حضور است.

و بعد از ده سال کامل و چند ماہ در نصف اول ماہ ذی القعدہ، آن

نہایتی کہ در بدایۃ از پس چندین پردہ ہائے ہدایات و اواسط جلوہ گر

شدہ بود، خرقہ رو پوش نموده، متجلی گشت و یقین پیوست. کہ در بدایۃ

۱۳۷۰ صورتی بود ازین اسم، و شبی بود ازین پیکر، واسمے بود ازین مسمی، شَتَّان

مَا بَيْنَهُمَا - حقیقت کار این جا منکشف شد و سیر معاملہ این جا آشکارا

گشت. مَنْ لَمْ يَذُقْ لَمْ يَذُرْ - وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ

الْأَنَامِ وَآلِهِ الْكِرَامِ وَاصْحَابِهِ الْعِظَامِ -

۵ - منها و اما بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ - این درویش

روزے در حلقہ یاران خود نشسته بود، و نظر بر خرابیہائے خود داشت.

۱۳۸۰ بفتحتین کا لبر و جسم جمع آن اشباح -

و این نظر غالب آمده بود بحدی که خود را بے مناسبت تام بایں وضع <sup>ناجائز</sup> می یافت. درین اثنا بحکم «مَنْ تَوَاضَعَ لِلَّهِ رَفَعَهُ اللَّهُ» این دُور افتاده را از خاکِ مذلت برداشتند. و این نادر <sup>نادر</sup> و در دادند. که «عَفَرْتُ لَكَ وَلَيْمَنْ تَوَسَّلَ إِلَيَّ بِوَاسِطَةٍ أَوْ بِخَيْرٍ وَاسِطَةٍ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ» و بتکرار بایں معنی نواختند، بحدی که گنجائش ریب نماند. وَ الْحَمْدُ لِلَّهِ سُبْحَانَهُ عَلَى ذَلِكَ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ مُبَارَكًا عَلَيْهِ وَ كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَ يَرْضَى. وَ الصَّلَاةُ وَ السَّلَامُ عَلَى رَسُولِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ آلِهِ كَمَا يُحِبُّ. بعد از این بافتائے این واقعه مامور ساختند

اگر پادشاه بر در پیر زن  
بیاید تو ای خواجه سُبُلْتُ مَكْنَ  
إِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ.

۶. منها سیر الی الله عبارت از سیر تا اسمی است از اسمائے الهی جلّ شأنه که مبدأ تعیین سالک است. و سیر فی الله عبارت از سیر در اں اسم است. اِلَى أَنْ يَنْتَهِيَ إِلَى حَضْرَةِ الذَّاتِ الْاَحَدِيَّةِ الْمُتَجَرِّدَةِ عَنْ اِعْتِبَارِ الْأَسْمَاءِ وَ الصِّفَاتِ وَ الشُّيُونِ وَ اِلَا عِتْبَارَاتِ. و این تفسیر بر تقدیرے راست آید که مراد از اسم مبارک "الله" مرتبه و جوب داشته شود که مستجمع اسماء و صفات است. اما اگر مراد از اسم مبارک "الله" ذات بحت بوده باشد پس سیر فی الله بمعنی مذکور داخل سیر الی الله باشد. و سیر فی الله



اصلا برین تقدیر متحقق نشود - چه این سیر که در ذات بخت است در نقطه نهایت نهایت متصور نیست  
و بعد از رسیدن بآن نقطه بے توقف رجوع بعالم است که معبر بسیر  
عن الله باشد است - این معرفتی است که مخصوص بواصلان نهایت نهایت  
است - غیر این درویش از اولیاء الله هیچ کس باین معرفت تکلم نه کرده  
است - **اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ - وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ**  
**وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ أَجْمَعِينَ** -

۷ - **منها در شیر کمالات ولایت** اقدام متفاوت اند - جمعی  
باشند که استعداد حصول یک درجه از درجات ولایت دارند - و بعضی  
دیگر استعداد دو درجه دارند - و طائفه را استعداد سه درجه است - و گروهی  
را قابلیت چهار درجه - و احادیث باشند که مستعد پنج درجه باشند - و هُمُ  
**الْأَقْلَوْنَ** - حصول درجه اولی ازین درجات پنجگانه وابسته بتجلی افعال  
است - و درجه ثانی منوط بتجلی صفات - و درجات **ثَلَاثَ** اخیره ، مربوط  
بتجلیات ذاتیه علی تفاوت درجتها - اکثری از یاران این درویش  
مناسبت بدرجه ثالث دارند از درجات مذکوره - و قلیلان مناسبت  
بدرجه رابعه ، و اقلان مناسبت بدرجه خامسه ، که نهایت درجات  
ولایت است - و کمالیکه نزد این درویش معتبر است ماورائے این  
درجات است - بعد از زمان اصحاب کرام رضوان الله تعالی علیهم  
۹ **اجمعین** این کمال ظهور نیافته است که فوق کمال جذب و سلوک است -  
فردا انشاء الله تعالی این کمال در حضرت مهدی ظهور خواهد یافت -

وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَيْرِ الْبَرِيَّةِ -

۸ - منها واصلانِ نہایتِ نہایتہ را در وقتِ رجوعِ قہقری

نزولِ باسفلِ غایاتِ ست - و مصداقِ وصولِ نہایتِ نہایتہ ہمیں

نزولِ غایتِ الغایتہ است - و چون نزولِ بایں خصوصیتِ واقع می شود

صاحبِ رجوعِ بکلیتہ خود متوجہ عالمِ اسباب می گردد - نہ آنکہ بعضی او

متوجہ جنابِ حقِ ست سبحانہ ، و بعضی دیگر متوجہ خلق ، کہ این علامت

عدمِ وصولِ است بہنایتِ نہایتہ ، و عدمِ نزولِ ست بغایتِ الغایتہ -

غایۃ مافی الباب ، در وقتِ ادائے نماز کہ معراجِ مومن ست ،

لطائفِ صاحبِ رجوع را توجہ خاصِ بجنابِ قدسِ جلّ سلطانہ

می افتد ، و تا ادائے نماز می ایستد ، بعد از فراغِ نماز باز بکلیتہ متوجہ

خلق می گردد - لیکن در وقتِ ادائے فرائض و سنن لطائفِ ستہ

متوجہ جنابِ قدس می گردند ، و در وقتِ ادائے نوافل اطمینان

این لطائفِ متوجہ اند فقط - حدیثِ بی مع اللہ وقت تواند بود

کہ اشارتِ بایں وقتِ خاص باشد کہ مخصوص بہ نماز است ، و قرینہ

بر تعینِ این اشارت حدیثِ قُرَّة عَیْنِی فی الصَّلَاةِ تواند بود - و علاوہ

این قرینہ کشفِ صحیح است و الہامِ صریح - این معرفت از معارفِ

مخصوصہ این درویش است - مشایخِ این کمال را در جمع بین التوجہین

دانستہ اند - وَاَلَا فَرَّ إِلَى اللَّهِ سُبْحَانَهُ وَالسَّلَامُ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى وَالْزَمَّ

مُتَابِعَةَ الْمُصْطَفَى عَلَيْهِ وَعَلَى إِلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيمَاتُ آمَنُهَا وَأَمَلُهَا -

غایۃ مافی الباب

مخصوصہ این درویش



۹. منها مشایخ فرموده اند که مشاهده اهل الله بعد از وصول بمرتبه ولایت در انفس است. مشاهده آفاقی که در سیرالی الله در اثنائے راه میسر شده بود معتبر نیست. و آنچه برای درویش منکشف گردانیده اند، آن است که مشاهده در انفس نیز در رنگ مشاهده در آفاق معتبر نیست. آن مشاهده نه مشاهده حقیقت حق است بمانه. او تعالیٰ بے چون و بے چگونه است. در آئینه چوں گنجانش ندارد، چه آئینه آفاق و چه آئینه انفس. او سبحانه نه داخل عالم است نه خارج، نه متصل است به عالم و نه منفصل از عالم، شهود و رؤیت او تعالیٰ نیز نه در عالم است و نه در خارج عالم، نه اتصال به عالم دارد و نه انفصال از عالم، لهذا رویت اخروی را بلا کیف گفته اند از حیطة عقل و وهم خارج است. در دنیا این برتر از خواص ان خواص منکشف گردانیده اند. هر چند رویت نیست کالرویت است. این دولت عظمیٰ است که بعد از زبان اصحاب رضوان الله تعالیٰ علیهم اجمعین، کم کسے باین دولت مستعد گشته است. هر چند این سخن امروز مستبعد می نماید و مقبول اکثرے نمی گردد. اما اظهار نعمت عظمیٰ می نماید. کونه اندیشاں قبول کنند یا نه. و این نسبت باین خصوصیت فردا در حضرت مهدی ظهور خواهد یافت. اِنَّشاءَ الله تعالیٰ و السَّلَامُ عَلٰی مَنْ اَتَّبَعَ الْهُدٰی وَ التَّزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی صَلَواتُ اللهِ تَعَالٰی وَ سَلِیْمًا تُؤْتِیْهِ وَ عَلٰی اٰلِهِ وَ اَصْحَابِهِ اَجْمَعِیْنَ.

۱۰۔ منہا چوں طالبے پیش شیخے بیاید، باید کہ شیخ اورا <sup>بجای</sup> <sup>آید</sup> اول استخاره فرماید از سه استخاره تا هفت استخاره تکرار نماید بعد از استخاره اگر تذبذب در طالب پیدا شد شروع در کار او نماید۔ اول اورا طریق توبہ تعلیم دہد و دو رکعت نماز توبہ گزاردن فرماید کہ بے حصول توبہ دریں راہ قدم زدن سودمند نیست۔ اما باید کہ در حصول توبہ بقدر اجمال اکتفا نماید۔ و تفصیل آنرا بمرور ایام حوالہ کند کہ ہم دریں اوان <sup>۱۱۰</sup> بسیار قاصراند۔ اگر اول تکلیف تحصیل تفصیل توبہ کردہ شود ناچار حصول آن مدت طلبد۔ شاید دریں مدت فتورے در طلب او رود و از مطلب بازماند، بلکہ توبہ را ہم سراسر انجام نہ دہد۔ بعد از اں طریقے کہ مناسب استعداد طالب است تعلیم نماید و ذکرے کہ بلامقابلیت اوست تلقین فرماید۔ و توجہ بکار او در کار دارد۔ و التفات بحال او مرعی نماید۔ و آداب و شرائط راہ را باو بیان سازد۔ و در متابعت کتاب و سنت و آثار سلف صاحبین ترغیب فرماید و وصول مطلوب را بے ایں متابعت محال داناند۔ و اعلام نماید کہ کثوف و وقائع کہ سرموئے مخالفت بکتاب و <sup>۱۲۰</sup> سنت داشته باشد اعتبار نکند، بلکہ مستغفر باشد۔ و بیصمیم عقائد مقتضائے آراء فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت نصیحت نماید۔ و تعلیم احکام فقہیہ ضروریہ و عمل بموجب اں علم تاکید فرماید کہ طیران دریں راہ بے ایں دو خلیع اعتقادی و علمی بیسر نیست۔ و تاکید نماید کہ در لقمہ محرم و مشتبہ احتیاط را نیک مرعی دارد، و ہر چہ یابد بخورد، و از ہر جا کہ بیاید <sup>۱۳۰</sup>



تناول نه نماید، تا فتویٰ شریعت غرادرین باب درست نکند. باجمعه  
در جمیع امور کریمه ما ائمه الرسول فخذوه و ما نهکم عنه فائتھوا  
و انصب عین خود سازد. حال طالبان از دو امر خالی نیست، یا از اهل  
کشف و معرفت اند یا از ارباب جهل و حیرت. اما بعد از طے منازل و رفع  
حجب هر دو طائفه واصل اند. در نفس وصول منزیه نیست یکے را  
بر دیگرے، چنانکه در شخص بعد از طے منازل بعیده بکعبه می رسند  
یکے منازل راه را تماشا کرده رفت و بتفصیل هر کدام از منازل را بقدر  
استعداد و خود دانسته رسید. و دیگرے از منازل راه چشم دوخته رفت، و  
بتفصیل اطلاع نیافته، بکعبه رسیده. هر دو شخص در نفس وصول بکعبه  
مساوی اند، هیچ کدام را زیادتیی نیست درین وصول بر دیگرے،  
اگرچه در معرفت منازل راه متفاوت افتاده اند. و بعد از رسیدن  
بمطلوب هر دو را جهل لازم است. لکن المعْرِفَةُ فِي ذَاتِ اللَّهِ تَعَالَى  
جَهْلٌ وَ عَجْزٌ عَنِ الْمَعْرِفَةِ. باید دانست که قطع منازل سلوک عبارت  
از طے مقامات عشره است. و طے مقامات عشره منوط باین تجلیات  
ثلثه است تجلی افعال و تجلی صفات و تجلی ذات. و این مقامات  
غیر از مقام رضا همه وابسته بتجلی افعال و تجلی صفات اند، و مقام رضا  
منوط بتجلی ذات است، تَعَالَى وَ تَقَدَّسَ، و بحسب ذاتیه که مستلزم  
مساوات ایلایم محبوب است بانعام او نسبت بحسب. پس لاجرم  
رضا متحقق شود و کرا هست برخیزد. و همچنین بلوغ این جمیع مقامات

بحد کمال، در وقت حصول تجلی ذاتی است که فنائے اتم وابستہ بآنست۔

اما حصول نفس مقامات تسعة در تجلی افعال و تجلی صفات است۔

مثلاً ہر گاہ قدرت اور اسبحانہ بر خود و بر جمیع اشیا مشاہدہ نماید، بے اختیار اختیار بتوبہ و انابت رجوع کند، و خائف و ترساں باشد، و در عشیوہ خود سازد، و بر تقدیرات او صبر پیش گیرد، و بے طاقتی بگذارد۔ و چون مولائے نعم اوراداند، و اعطا و منع از و شناسد، سبحانہ، ناچار در مقام شکر آید، و در توکل قدم راسخ نہد۔ و چون عطوفت و مہربانی متجلی شود در مقام رجا در آید، و چون عظمت و کبریائی او مشاہدہ نماید، و دنیائے دنی در نظر او خوار و بے اعتبار در آید، ناچار بے رغبتی در دنیا پیدا شود، و فقر اختیار کند، و زہد و دین خود گیرد۔ اما باید دانست کہ حصول این مقامات بتفصیل و ترتیب مخصوص بسالک مجذوب است۔ و مجذوب سالک را طے این مقامات بر سبیل اجمال است۔ چہ اور اعنایت از لی گرفتار محبتہ ساختہ است، کہ بتفصیل آہنائی تواند پرداخت۔ در ضمن آن محبت زبدہ این مقامات، و خلاصہ این منازل، بروجہ اتم اورا حاصل ست۔ کہ صاحب تفصیل را پسر نشدہ است۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اَتْبَعَ الْهُدٰی۔

۱۱۔ منہا طالب را باید کہ اہتمام در نفی آلہ باطلہ آفاقی و انفسی نماید، و در جانب اثبات معبود حق، ہر چہ در حوصلہ فہم و ہم اور آید، آنرا نیز در تحت نفی داخل سازد، و اکتفا بوجودیت آن نماید۔ اگر چہ وجود را ہم در آن موطن گنجائش نیست۔ ماورائے



وجود باید طلبید. علمائے اہل سنت زیبا گفته اند کہ وجود واجب تعالیٰ  
 زائد است بر ذات او سبحانه۔ وجود را عین ذات گفتن و ورای  
 وجود، امر دیگر اثبات ناکردن، از قصور نظر است۔ قَالَ الشَّيْخُ  
 عَلَاءُ الدَّوْلَةِ "قَوِّيَ عَالِمًا لَوْ جُودِ عَالَمًا لِمَالِكٍ الْوَدُودِ" ایں درویش  
 را، چون از عالم وجود بالا گذرانیدند تا چند گاہ کہ مغلوب حال بود  
 خود را از روی علم تقلیدی از اہل اسلام می شمرد۔ بالجملہ ہر چہ  
 در حوصلہ ممکن در آید بطریق اولیٰ ممکن شاید۔ فَسُبْحَانَ مَنْ لَمْ  
 يَجْعَلْ لِلْخَلْقِ إِلَيْهِ سَبِيلًا إِلَّا بِالْعِزِّ عَنْ مَعْرِفَتِهِ۔ گمان نکنند کہ  
 ازین فنا فی اللہ و بقا باللہ ممکن واجب گردد۔ چہ آں محال است، و  
 مستلزم قلب حقایق۔ پس چون ممکن واجب نگردد غیر از عجز از ادراک  
 واجب تعالیٰ نصیب ممکن نباشد۔

عناقشکار کس نشود دام باز چیں ؟ کاینجا ہمیشہ باو بدست است دام را  
 بلند ہمتی ہمیں طور مطلب را می خواہد کہ ہیچ ازو بدست نیاید، و ہیچ  
 نام و نشان ازو پیدا نشود۔ جمعہ ہستند کہ مطلبی می خواہند کہ آں را  
 عین خود یابند و قرب و معیت باو پیدا سازند۔

آں ایشانند من چنینم یارب والسلام

۱۲۔ منہا حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ

الاقدس فرمودہ اند کہ آئینہ ہر یک از مشائخ را دو جہت ست و آئینہ  
 مرا شش جہت، مانا کہ ایں کلمہ قدسیہ را نا ایں زبان ہیچ یکے از خلفائے

این خانواده بزرگ بیان نکرده است، بلکه با اشاره و مرهم در آن  
 باب سخن نرانده. این حقیر قلیل البصاعته را چه رسد که در شرح آن  
 اقدام نماید و در کشف آن زبان کشاید. اما چون حضرت حق سبحانه و  
 تعالی بمحض فضل خویش سیر این معمار را بر این حقیر بکشود، و حقیقت  
 آن کما یشغی و انمود، بخاطر ریخت که این در یکنون را به بنان بیان ۱۴۰  
 در سلسله تحریر کشد، و بزبان ترجمان در حیز تقریر آید. بعد از ادای  
 استخاره شروع در آن باب نموده آمد. **وَالْمَسْئُولُ مِنَ اللَّهِ  
 سُبْحَانَهُ الْعِزَّةُ وَالْتَّوْفِيقُ.**

باید دانست که مراد از آئینه، قلب عارف است که برزخ است  
 بین الروح و النفس، و از دو جهت، جهت روح و جهت نفس مراد داشته اند.  
 پس مشایخ را در وقت وصول بمقام قلب هر دو جهت آن منکشف  
 می گردد، و علوم و معارف آن هر دو مقام که مناسب قلب است  
 فائز می شود. بخلاف طریقه که حضرت خواجه بآن ممتازند، و نهایت ۱۴۱  
 در آن موطن در بدایه مندرج است، آئینه قلب را در آن طریق  
 شش جهت پیدا می شود. بیانش آن است که بر اکابر این طریقه علیه  
 منکشف گردانیده اند که هر چه در کلیته افراد انسانی ثابت است از  
 لطائف سه در قلب تنهائیز محقق است، از نفس و قلب و روح  
 و سیر و خفی و اخفی، که از شش جهت این شش لطیفه مراد داشته اند.  
 پس سیر سایر مشایخ بر ظاهر قلب است، و سیر این بزرگواران در باطن  
 لب بنان، سرانگشت.



قلب. ویا این سیر باطن بطون آن می رسند، و علوم و معارف این  
 پرشش لطیفه در مقام قلب منکشف می گردند، اما علومی که مناسب  
 مقام قلب اند. این است بیان کلمه قدسیه حضرت خواجه قدس الله  
 تعالی سره. این حقیر را درین مقام برکت این بزرگواران مزید بر مزید  
 است، و تدقیق بعد تحقیق و بحکم کرمیه "وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ"  
 رمز از آن مزید و اشارت از آن تدقیق می نماید. وَمِنْهُ سُبْحَانَهُ  
 الْعِصْمَةُ وَالتَّوْفِيقُ.

بدانکه قلب قلب نیز متضمن لطائف است بر قیاس قلب.  
 لیکن در قلب قلب بواسطه تنگی دائره یا سر دیگر دو لطیفه از لطائف  
 سه مذکوره بطریق جزئیة ظاهری نمی شوند. لطیفه نفس و لطیفه اخفی.  
 وَكَذَلِكَ الْحَالُ فِي الْقَلْبِ الَّذِي فِي الْمَرْتَبَةِ الثَّالِثَةِ إِلَّا أَنَّهُ لَا يُظْهَرُ  
 فِيهَا اخْفِئُ أَيْضًا وَكَذَلِكَ الْحَالُ فِي الْقَلْبِ الَّذِي فِي الْمَرْتَبَةِ الرَّابِعَةِ  
 إِلَّا أَنَّهُ لَا يُظْهَرُ فِيهِ السِّرُّ أَيْضًا مَعَ ظُهُورِ الْقَلْبِ وَالرُّوحِ فِيهِ وَ  
 فِي الْمَرْتَبَةِ الْخَامِسَةِ لَا يُظْهَرُ الرُّوحُ فِيهِ أَيْضًا فَمَا بَقِيَ إِلَّا الْقَلْبُ  
 فَحُضُّ وَبَسِيطٌ حُرُوفٌ لَا اِعْتِبَارَ فِيهِ لِشَيْءٍ أَصْلًا.

وَمِمَّا يَنْبَغِي أَنْ يُعْلَمَ هَهُنَا مِنْ بَعْضِ الْمَعَارِفِ الْعَالِيَةِ  
 لِيُنْتَوَسَّلَ بِهِ إِلَى مَا هُوَ هَايَةَ النِّهَايَةِ وَغَايَةُ الْغَايَةِ فَأَقُولُ بِتَوْفِيقِ  
 اللَّهِ سُبْحَانَهُ إِنَّ جَمِيعَ مَا ظَهَرَ فِي الْعَالَمِ الْكَبِيرِ تَفْصِيلًا فَهُوَ ظَاهِرٌ  
 فِي الْعَالَمِ الصَّغِيرِ أَجْمَالًا. وَنَعْنِي بِالْعَالَمِ الصَّغِيرِ الْإِنْسَانَ فَإِذَا

صَقِلَ الْعَالَمُ الصَّغِيرُ وَتَوَرَّظَ فِيهِ بِطَرِيقِ الْمُرَاتِبَةِ جَمِيعُ مَا  
فِي الْعَالَمِ الْكَبِيرِ تَفْصِيلًا إِلَّا تَدْيَا بِالصِّقَالَةِ وَالتَّوَرُّقِ قَدْ اتَّسَعَ <sup>إِنْشَاءً</sup>  
وَعَاوُهُ فَرَأَى حُكْمَ صِغَرِهِ. وَكَذَا الْحَالُ فِي الْقَلْبِ الَّذِي يُسَبِّتُهُ  
مَعَ الْعَالَمِ الصَّغِيرِ كِنِسَبَةِ الْعَالَمِ الصَّغِيرِ مَعَ الْعَالَمِ الْكَبِيرِ مِنَ  
الْأَجْمَالِ وَالتَّفْصِيلِ. فَإِذَا صُقِلَ الْعَالَمُ الْأَصْغَرُ الَّذِي هُوَ عَالَمُ  
الْقَلْبِ وَدُسَّتِ الظُّلُمَةُ الظَّارِيَّةُ عَلَيْهِ ظَهَرَ فِيهِ بِطَرِيقِ الْمُرَاتِبَةِ <sup>إِنْشَاءً</sup>  
أَيْضًا مَا فِي الْعَالَمِ الصَّغِيرِ تَفْصِيلًا. وَهَكَذَا الْحَالُ فِي قَلْبِ  
الْقَلْبِ بِالنِّسْبَةِ إِلَى الْقَلْبِ مِنَ الْأَجْمَالِ وَالتَّفْصِيلِ وَظَهَرَ  
التَّفْصِيلُ فِيهِ بَعْدَ أَنْ كَانَ مُجْمَلًا بِسَبَبِ التَّصْفِيَّةِ وَالتَّوَرُّانِيَّةِ  
وَعَلَى هَذَا الْقِيَاسِ الْقَلْبُ الَّذِي فِي الْمُرْتَبَةِ الثَّالِثَةِ وَالْقَلْبُ  
الَّذِي فِي الْمُرْتَبَةِ الرَّابِعَةِ فِي الْأَجْمَالِ وَالتَّفْصِيلِ وَظَهَرَ التَّفْصِيلُ  
الَّذِي فِي الْمُرَاتِبِ السَّابِقَةِ فِيهَا بِسَبَبِ الصِّقَالَةِ وَالتَّوَرُّانِيَّةِ.  
وَكَذَا الْقَلْبُ الَّذِي فِي الْمُرْتَبَةِ الْخَامِسَةِ فَإِنَّهُ مَعَ بِسَاطَتِهِ وَ  
عَدَمِ إغْتِبَارِ شَيْءٍ فِيهِ يَظْهَرُ فِيهِ بَعْدَ التَّصْفِيَّةِ الْعَامِلَةِ مَا ظَهَرَ  
فِي جَمِيعِ الْعَوَالِمِ مِنَ الْعَالَمِ الْكَبِيرِ وَالصَّغِيرِ وَالْأَصْغَرِ وَمَا بَعْدَهَا  
مِنَ الْعَوَالِمِ كَمَا مَرَّ. فَهُوَ الصَّيْقُ الْأَوْسَعُ وَالْبَسِيطُ الْأَبْسَطُ وَالْأَقْلُ  
الْأَكْثَرُ مَا خُلِقَ شَيْءٌ مِنَ الْأَشْيَاءِ بِهَذِهِ الصِّفَةِ وَمَا وَجِدَ أَحَدٌ <sup>إِنْشَاءً</sup>  
أَشَدَّ مُنَاسَبَةً بِصَانِعِهِ تَعَالَى وَتَقَدَّسَ مِنْ هَذِهِ اللَّطِيفَةِ الْبَدِيعَةِ  
فَلَا جَرَمَ يَظْهَرُ فِيهِ مِنْ عَجَائِبِ آيَاتِ صَانِعِهِ مُنْجَانَةً مَا لَا يَظْهَرُ



فِي أَحَدٍ مِنْ خَلْقِهِ. وَلِذَا قَالَ تَعَالَى فِي الْحَدِيثِ لَا يَسْعَى أَرْضِي وَلَا  
 سَمَائِي وَلَكِنْ يَسْعَى قَلْبُ عَبْدِي الْمُؤْمِنِ. وَالْعَالَمُ الْكَبِيرُ وَلَنْ كَانَ  
 أَوْسَعَ الْمَرَايَا لِلظُّهُورِ إِلَّا أَنَّهُ لِكَثْرَتِهِ وَتَفْصِيلِهِ لَا مَنَاسِبَةَ لَهُ  
 مَعَ مَنْ لَا كَثْرَةَ فِيهِ أَصْلًا وَلَا تَفْصِيلَ فِيهِ رَأْسًا وَآخِرًا لِلْمَنَاسِبَةِ  
 هُوَ الصِّقُّ الْأَوْسَعُ وَالْبَسِيطُ الْأَبْسَطُ وَالْأَقْلُ الْأَكْثَرُ كَمَا لَا يَحْفَى  
 ١١١ فَاذَا بَلَغَ الْعَارِفُ الْأَتَمَّ مَعْرِفَةً وَالْأَكْمَلَ شُهُودًا هَذَا الْمَقَامَ  
 الْعَزِيزُ وَجُودُهُ وَالشَّرِيفُ رُبُّهُ يَصِيرُ ذَلِكَ الْعَارِفُ قَلْبًا  
 لِلْحَوَالِي كُلِّهَا وَالظُّهُورَاتِ جَمِيعِهَا وَهُوَ الْمُتَحَقِّقُ بِأَلْوَلَايَةِ  
 الْمُحَمَّدِيَّةِ وَالْمُشْرِفُ بِالذَّمَّاتِ الْمُصْطَفَوِيَّةِ عَلَى صَاحِبِهَا  
 الصَّلَوةُ وَالسَّلَامُ وَالنَّجِيَّةُ.

قَالَ قُطَابٌ وَالْأَوْتَادُ وَالْأَبْدَالُ دَاخِلُونَ تَحْتَ دَائِرَةِ  
 وَهَابِيَةٍ وَالْآخِرُ أَوْدَادُ وَسَائِرُ فِرْقِي الْأَوَّلِيَاءِ مُنْذَرِجُونَ  
 تَحْتَ أَوَارِيهِدَايَتِي هَلَا هُوَ النَّائِبُ مَنَابِ رَسُولِ اللَّهِ وَالْمُهْدِي  
 يَهْدِي حَبِيبُ اللَّهِ. وَهَذِهِ النِّسْبَةُ الشَّرِيفَةُ الْعَزِيزُ وَجُودُهَا  
 قُصُوصَةٌ بِأَحَدِ الْمُرَادِينَ وَلَيْسَ لِلْمُرِيدِينَ مِنْ هَذَا الْكَمَالِ  
 نَصِيبٌ. هَذَا هُوَ النَّهْيَةُ الْعُظْمَى وَالْغَايَةُ الْقُصْوَى لَيْسَ ثَوَقُهُ  
 ١١١ كَمَالٌ وَلَا أَكْرَمُ مِنْهُ نَوَالٌ لَوْ وَجِدَ بَعْدَ الْوُفِّ سَنَةً مِثْلُ هَذَا  
 الْعَارِفِ لَا غَتَفَ وَيَسِيرُ بِرُكَّتِهِ إِلَى مَدَدِ مَدِيدَةٍ وَأَجَالٍ  
 مُتَبَاعِدَةٍ وَهُوَ الَّذِي كَلَامُهُ دَوَامٌ وَنَظَرُهُ شِفَاءٌ وَحَضْرَتُ الْمُهْدِي

سَيُوجَدُ عَلَى هَذِهِ النِّسْبَةِ الشَّرِيفَةِ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ الْخَيْرُ ذَلِكَ  
فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

وَحُصُولُ هَذِهِ الدَّوْلَةِ الْقُصْوَى مُنَوَّطٌ بِإِثْمَامٍ طَرِيقِي  
السُّلُوكِ وَالْمُجَذَّبَةِ تَفْصِيلًا مَرْتَبَةً بَعْدَ مَرْتَبَةٍ وَالْكَمَالِ سَقَامِ  
الْفَنَاءِ الْأَتَمِّ وَالْبَقَاءِ الْأَكْمَلِ دَرَجَةً بَعْدَ دَرَجَةٍ وَهَذَا الْإِتْيَاسُ  
إِلَى الْبُكَالِ مُتَابَعَةُ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَحَبِيبِ رَبِّ الْعَالَمِينَ عَلَيْهِ  
وَعَلَى آلِهِ مِنَ الصَّلَوَاتِ أَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِيمَاتِ أَكْمَلُهَا  
الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَنَا مِنْ مُتَابِعِيهِ وَالْمَسْئُولُ مِنَ اللَّهِ سُبْحَانَهُ  
كَمَالُ مُتَابِعَتِهِ وَالتَّيَّابُ عَلَيْهِ وَالْإِسْتِقَامَةُ عَلَى شَرِيعَتِهِ وَيَرْحَمُ  
اللَّهُ عَبْدًا أَقَالَ أَمِينًا وَهَذِهِ الْمَعَارِفُ مِنَ الْأَسْرَارِ الدَّقِيقَةِ وَ  
الرُّمُوزِ الْخَفِيَّةِ مَا تَكَلَّمَ بِهَا أَحَدٌ مِنْ أَكْبَرِ الْأَوْلِيَاءِ وَمَا أَشَارَ إِلَيْهَا  
وَاحِدٌ مِنْ أَعَاظِمِ الْأَصْفِيَاءِ إِشَارَةً اللَّهُ سُبْحَانَهُ هَذَا الْعَبْدُ بِهَذِهِ  
الْأَسْرَارِ وَأَشْيَاءُهَا بِصَدَقَةِ حَبِيبٍ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ الصَّلَوَاتِ وَ  
التَّسْلِيمَاتِ وَلِنِعْمَ مَا قَالَ فِي الشَّعْرِ الْفَارِسِيِّ

اگر پادشاه بر در پیرزن بیاید تو ای خواجه بگفت مکن

لَيْسَ قَبُولُهُ تَعَالَى مُعَلَّلًا بِشَيْءٍ وَلَا مُسَبَّبًا بِسَبَبٍ يَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ

وَيُحْكَمُ مَا يُرِيدُ. وَاللَّهُ يُخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ

الْعَظِيمِ. وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَبَارَكَ

وَعَلَى جَمِيعِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ وَعَلَى الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِينَ وَعَلَى



عِبَادِهِ الصَّالِحِينَ. وَالسَّلَامُ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى وَالْتَّزَمَ مَتَابَعَةَ الْمُصْطَفَى عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ.

۳۱۔ منہا روح از عالم بے چونی است، پس لامکانیت اور لا متحقق باشد۔ ہر چند بے چونی او نسبت بمرتبہ وجوب تعالیٰ و تقدست عین چون ست۔ و لامکانیت او نظر لامکانی حقیقی جل سلطانہ عین مکانیت۔ گویا عالم ارواح برزخ است در میان آں عالم و مرتبہ بے چونی، پس ہر دو رنگ دارد۔ ناچار عالم چون اورا بچون می داند، و نظر بمرتبہ بے چونی عین چون ست، و ایں نسبت برزخیت اورا باعتبار فطرت اصلی اوست۔

اما بعد از تعلق بایں بدن عنصری و گرفتاری بایں شکل ظلمانی او از بند خیت برآندہ است، و بنیام بعالم چون فرو دآندہ، و رنگ بچونی از وی متواری گشتہ مثل او مثل ہاروت ماروت است کہ بواسطہ بعضی حکم و مصالح ارواح ملائکہ بحضیض بشریت فرو دآندہ اند۔ چنانچہ گفتہ اند پس اگر عنایت خداوندی جل شانہ و تسکیری نماید و ایں سفر رجوع واقع شود۔ و ازیں تنزل عروج فرماید نفس ظلمانی و بدن عنصری نیز بتتابعیت او عروج خواهند نمود، و طے منازل خواهند فرمود۔ دیں ضمن آنچہ مقصود از تعلق روح و تنزل اوست بظہور خواهد آندہ، و امارہ باطمینان خواهد پیوست۔ و ظلمانی بنورانی مبدل خواهد گشت۔ و چون روح ایں سفر را تمام کند و آنچہ مقصود از

نزول بود با انجام رساندن برزخیت اصلی خواهد رسید. و نهایت در رجوع  
به هدایت خواهد یافت، و چون قلب از عالم ابواب است، نیز در برزخیت  
توطن خواهد نمود، و نفس مطمئنه که رنگی از عالم امر دارد چه او برزخ است  
میان قلب و بدن نیز هما نجا اقامت خواهد نمود، و بدن عنصری که مرکب  
از عناصر اربعه است بعالم کون و مکان استقرار خواهد یافت،  
و بطاعت و عبادت خواهد پرداخت. بعد از این اگر سرکشی و مخالفت واقع  
شود فی الجمله مشوب بطبایع عناصر خواهد بود، مثلاً جزویناری که  
بالذات سرکش و مخالفت طلب است در رنگ ابلیس لعین ندائے  
أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ خواهد برآورد، و نفس مطمئنه از سرکشی باز مانده است  
چه او از حق جل سلطان راضی گشته، و حق سبحانه از او راضی و مرضی گشته، و سرکشی  
از راضی و مرضی متصور نیست. اگر سرکشی است از قالب است. مانا که  
سَيِّدُ الْبَشَرِ عَلَيْهِ وَعَلَى الْإِلَهِ الصَّلَوَاتُ وَالسَّلَامَاتُ أَتَمَّهَا وَالْمَلَكُهَا  
تعبیر بجهاد اکبر این سرکشی ابلیسی فرموده باشند که نشاء آن جزو قالبی  
است. و آنکه فرموده اند "أَسْلَمَ شَيْطَانِي" مراد از آن یا شیطان  
آفاق است که قرن اوست علیه الصلوة والسلام، و مراد این جا  
شیطان انفسی است، هر چند صولت این شیطان نیز شکسته است و از  
تکرر باز مانده، أَمَّا مَا بِالذَّاتِ لَا يَتَّقُكَ عَنِ الذَّاتِ ع  
سیاهی از حبشی که رود که خود رنگ است

و یا مراد از آن شیطان انفسی است. و اسلام آن مستلزم اتقائی سرکشی

انجا مخالفت است بین عالم الامر و عالم العین

مخالفی



بالکلیه نیست؛ با وجود اسلام - اگر ترک عزیمت نخواهد و مرکب رخصت گردد  
 - جائز است، و اگر صغیره بوجود آید که در آن حسنه نباشد هم گنجایش دارد.  
 بلکه حسنه ابرار که نزد مقربان سیئه است نیز ازین قبیل است. این همه اقسام  
 سرکشی است و این بقائے سرکشی از روی ازبیلئے اصلاح و ترقی اوست -  
 چه بعد از حصول این امور که نهایت نقص در آن بحصول ترک اولی است -  
 آن قدر ندامت و پشیمانی و توبه و استغفار دست می دهد، که موجب  
 ترقیات بے نهایت می گردد - و چون بدن عنصری در مقرر خود استقرار  
 یافت، بعد از مفارقت لطائف ست و عروج آنها در عالم امر سر آینه  
 خلیفه آنها درین عالم همیں بدن خواهد ماند و کار همه آنها خواهد کرد -  
 بعد ازین اگر الهام است بر همیں مضغه است، که خلیفه حقیقت  
 جامعه قلبیه است، و آنچه در حدیث نبوی علیه الصلوٰۃ والسلام  
 آمده است "مَنْ أَخْلَصَ لِلَّهِ أَرْبَعِينَ صَبَاحًا ظَهَرَ لَهُ يَتَا بَيْعُ  
 الْحِكْمَةِ مِنْ قَلْبِهِ عَلَى لِسَانِهِ" مراد ازین قلب "وَاللَّهُ سَجَانُهُ اعْلَمُ"  
 همیں مضغه است - و در احادیث دیگر این مراد متعین است، کَمَا  
 قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَنَّهُ لَيُخَانُ عَلَى قَلْبِي عَرُوضٌ  
 غَيْنٌ بِمُضْغَةٍ اسْتَنْزَعَتْ مِنْ بَرَقِ حَقِيقَتِ جَامِعِهِ، که او بکلیت از غین برآیده است،  
 و در احادیث دیگر آمده از تَقَلُّبِ قَلْبٍ کَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ  
 وَالسَّلَامُ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ بَيْنَ رَاصِبَتَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ الرَّحْمَنِ الْخَيْرِ  
 وَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ كَرُثِيثَةٍ فِي أَرْضٍ فَلَا يَلْهُوُ

وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ اللَّهُمَّ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى طَاعَتِكَ يَا أَرْحَمَ  
 الرَّاحِمِينَ وَعَدَمُ الثَّبَاتِ ثَابِتٌ لِهَذِهِ الْمُضْغَةِ لِأَنَّ الْحَقِيقَةَ الْجَامِعَةَ  
 لَا تَقْلِبُ لَهَا أَصْلًا بَلْ هِيَ مُطْمِئِنَّةٌ رَاسِخَةٌ عَلَى الْأَطْمِينَانِ  
 وَالْخَلِيلِ عَلَى نَبِيِّنَا وَعَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ حَيْثُ طَلَبَ الْأَطْمِينَانِ  
 الْقَلْبَ أَرَادَ بِهِ الْمُضْغَةَ لَا غَيْرَ لِأَنَّ قَلْبَهُ الْحَقِيقِي قَدْ كَانَ  
 مُطْمِئِنَّةً لَا رَيْبَ بَلْ نَفْسُهُ أَيْضًا كَانَتْ مُطْمِئِنَّةً بِسِيَاسَةِ قَلْبِهِ  
 الْحَقِيقِيِّ قَالَ صَاحِبُ الْعَوَارِفِ قَدْ سَمِعْتُ أَنَّ الْإِلَهَامَ صِفَةُ  
 النَّفْسِ الْمُطْمِئِنَّةِ الَّتِي عَرَجَتْ فِي مَقَامِ الْقَلْبِ وَلِأَنَّ التَّلَوِينَاتِ  
 وَالتَّقْلِيلَاتِ حِكْمٌ تَكُونُ صِفَاتِ النَّفْسِ الْمُطْمِئِنَّةِ وَهُوَ كَمَا  
 تَرَى مُخَالَفٌ لِلْأَحَادِيثِ الْمَذْكُورَةِ وَتَوَسُّعٌ الْعُرُوجِ مِنْ هَذَا  
 الْمَقَامِ الَّذِي أَخْبَرَ الشَّيْخُ عَنْهُ لَعَلَّ مَا هُوَ عَلَيْهِ وَلَا حَاجَ  
 صِدْقٍ مَا أَخْبَرْتُ بِهِ وَطَابَقَ الْكَشْفُ وَالْإِلَهَامُ بِالْأَخْبَارَاتِ  
 النَّبَوِيَّةِ عَلَى صَاحِبِهَا الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَالنَّبِيَّةُ وَلَقَدْ تَعَلَّمُ  
 أَنَّ مَا أَخْبَرْتُ بِهِ مِنْ خِلَافَةِ الْمُضْغَةِ وَتَوَسُّعِ الْإِلَهَامِ عَلَيْهَا وَ  
 صَيُورِهَا صَاحِبِ أَحْوَالٍ وَتَلَوِينَاتٍ مِمَّا أَلْبَرَّ عَلَى الْمُتَعَصِّبِينَ  
 الْجَاهِلِينَ الْقَاصِرِينَ عَنْ حَقِيقَةِ الْأَمْرِ وَثَقُلَ عَلَيْهِمْ فَمَاذَا  
 يَقُولُونَ فِي الْأَحْبَارِ النَّبَوِيَّةِ عَلَيْهِ وَعَلَى إِلَهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ  
 حَيْثُ قَالَ إِنَّ فِي جَسَدِ بَنِي آدَمَ لِمُضْغَةٍ إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ  
 الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ إِلَّا وَهِيَ الْقَلْبُ



جَعَلَ اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ الْمُصْغَتَهُ هِيَ الْقَلْبَ عَلَى  
سَبِيلِ الْمُبَالَغَةِ وَنَاطَ صِلَاحَ الْجَسَدِ وَقِسَادَهُ بِصِلَاحِهَا وَ  
قِسَادِهَا، فَيَجُوزُ لِهَذِهِ الْمُصْغَةِ مَا يَجُوزُ لِلْقَلْبِ الْحَقِيقِيِّ وَإِنْ  
رَوَيْتُ كَانَ عَلَى سَبِيلِ النَّبَاتَةِ وَالْخِلَافَةِ.

وَاعْلَمُوا أَنَّ الرُّوحَ كَمَا فَارَقَ الْجَسَدَ بِالمَوْتِ الَّذِي هُوَ  
قَبْلَ المَوْتِ وَجَدَ الْعَارِفُ الْوَاصِلُ رُوحَهُ غَيْرَ دَاخِلٍ فِي الْجَسَدِ  
وَلَا خَارِجَ عَنْهُ وَلَا مُتَّصِلٍ مَعَهُ وَلَا مُنْفَصِلٍ عَنْهُ وَوَجَدَ أَنَّ  
لِلرُّوحِ تَعَلُّقًا مَعَ الْجَسَدِ لِصِلَاحِ الْجَسَدِ بَلْ لْخَرَضِ يَعُودُ إِلَى  
الرُّوحِ كَمَا لَمْ يَبْنِ أَيْضًا وَذَلِكَ التَّعَلُّقُ هُوَ مَنَشَأُ الصَّلَاحِ وَالْخَيْرِ  
فِي الْجَسَدِ وَلَوْلَا ذَلِكَ التَّعَلُّقُ لَصَارَ الْجَسَدُ بِحْدًا فِيهِ شَرًّا  
وَنُقْصَانًا.

وَهَكَذَا الْحَالُ لِلْوَاجِبِ تَعَالَى مَعَ الرُّوحِ وَغَيْرِهِ فَإِنَّهُ تَعَالَى  
غَيْرُ دَاخِلٍ فِي الْعَالَمِ وَلَا خَارِجَ عَنْهُ وَلَا مُتَّصِلٍ مَعَهُ وَلَا مُنْفَصِلٍ  
عَنْهُ وَلَكِنْ يُبَيِّنُ أَنَّهُ تَعَلَّقُ مَعَ الْعَالَمِ خَلْقًا وَابْقَاءً وَإِفَاقَةً  
لِكَمَا لَا يَأْتِي وَإِلَاءَ لِلنِّعَمِ وَالْخَيْرَاتِ.

فَإِنْ قُلْتُمْ إِنَّ عُلَمَاءَ أَهْلِ الْحَقِّ مَا تَكَلَّمُوا فِي الرُّوحِ مِثْلَ  
هَذَا الْكَلَامِ بَلْ كَادُوا لَمْ يَجُوزُوا وَهَذَا أَنْتَ مُلْتَزِمٌ وَقَالَ قَوْمُهُمْ فِي  
الْقَلِيلِ وَالْكَثِيرِ فَمَا وَجَّهَهُ.

قُلْتُ الْعَالَمُ بِحَقِيقَةِ الرُّوحِ قَلِيلٌ وَنَحْنُ فَمَعَهُمْ قَلِيلُهُمْ

إِنَّمَا لَمْ يَنْتَكُمُوا يَكْشِفُ الْكَمَالَاتِ الرُّوحِيَّةِ وَكَتَفُوا بِالْإِجْمَالِ  
 اجْتِنَابًا عَنْ سُوءِ فَهْمِ الْعَوَامِ وَوُقُوعِهِمْ فِي الضَّلَالِ فَإِنَّ  
 الْكَمَالَاتِ الرُّوحِيَّةِ شَبِيهَةٌ صُورَةً بِالْكَمَالَاتِ الْوُجُوهِيَّةِ وَالْفَرْقُ  
 دَقِيقٌ لَا يَطْلَعُ عَلَيْهِ إِلَّا الرَّاسِخُونَ مِنَ الْعُلَمَاءِ قَرَأُوا الْمَصْلَحَةَ  
 فِي الْإِجْمَالِ بَلْ فِي الْإِنْكَارِ عَنْ بَيِّنَةٍ وَكَشَفَ عَنْ حَقِيقَتِهِ  
 فَلَا يُتَكَلَّمُونَ كَمَا لَا تَعْرِفُ السَّبَقَ ذِكْرُهَا - وَالْعَبْدُ الضَّعِيفُ إِنَّمَا  
 بَيَّنَّ وَكَشَفَ عَنْ بَعْضِ خَوَاصِّهِ إِعْتِمَادًا عَلَى عِلْمِهِ الصَّحِيحِ  
 وَكَشَفَ الصَّغِيرَ لِمَنْ يَعْوَنُ اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَوْفِيقِهِ وَصَدَقَ قَوْلُ جَبِيئِهِ  
 عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالسَّلَامُ وَاللَّهُ الْكَرِيمُ مَعَ رَأْيِهِ شَبَهَةً مَا يَنْعَى  
 عَنِ الْبَيَانِ فَافْهَمُوا -

وَمِمَّا يَنْبَغِي أَنْ يَعْلَمَ أَنَّ الْجَسَدَ كَمَا اسْتَفَادَ مِنَ الرُّوحِ  
 كَمَا لَا تَحْصِي قَالِ الرُّوحُ أَيْضًا كَسَبَ مِنَ الْجَسَدِ قَوَائِدَ عَظْمَى  
 حَيْثُ صَارَ سَمِيْعًا بَصِيرًا مُتَكَلِّمًا مُتَجَسِّدًا الْجَسَدُ مُكْتَسِبًا مُبَاشِرًا  
 لِأَفْعَالٍ نَاسَبَتْ بِعَالِمِ الْأَجْسَادِ -

و چون نفس مطمئنه بروحانیان ملحق شد چنانکه بالا گذشت ، این  
 عقل بجائے او در عالم اجساد بخلاف او نشست و عقل معاد نام  
 یافت - این زمان فکر و اندیشه او همه برائے آخرت مقصور گشت ،  
 و از اندیشه معیشت فارغ آمد ، و شایان فرست شد ، بواسطه نوریکه  
 او را عطا فرموده اند - این مرتبه نهایت مراتب کمالات عقل است - این



ناقصه این جا اعتراض نکند که نهایت مراتب کمالات عقل  
می باید که در نیان معاش و معاد متحقق شود، که در مبدأ اندیشه او  
غیر حق سبحانه و تعالی هیچ نباشد، چه دنیا و چه آخرت.

گویم که این نیان در اثنای راه او حاصل شده بود در مرتبه  
فنا فی الله، و این کمال بمراحل ازاں متجاوز است. این جارجوع علم مست  
بعد از حصول جبل و غود فرق است بعد از تحقیق جمع، و حصول اسلام  
حقیقی است بعد از کفر طریقت که در مرتبه جمع است، و فلاسفه  
کثیر السفه که در عقل مراتب اربعه ثابت کرده اند، و کمالات عقل را  
در ادران مختصر دانسته اند، از کمال نادانیت حقیقت عقل را با کمالات  
تاجع و بعقل و وهم نمی توان دانست. کشف صحیح و الهام صریح  
در کار است، که مقبس از انوار مشکوه نبوت است. صَلَوَاتُ اللَّهِ  
تَعَالٰی وَتَسْلِيمَاتُهُ عَلَىٰ جَمِیعِ الْأَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِینَ عُمُومًا وَافْضَلِهِمْ  
حَبِیبِ اللَّهِ خُصُوصًا.

اگر پرسند که در عبارات مشائخ واقع شده است که "عقل  
ترجمان روح است" معنی آن چه باشد.

گویم که علوم و معارف که بتلقی روحانی از مبدأ فیاض فائض  
می شود، قلب که از عالم ارواح است اخذ می کند، ترجمان آن عقل است،  
که آن را مهر و ملخص ساخته شایان فهم گرفتاران عالم خلق می سازد،  
که اگر او ترجمانی نه کند فهمیدن آن متعسر است بلکه متعذر. و چون

مضغ قلبیه، خلیفہ حقیقت جامعہ قلبیہ است، حکم اصل پیدا کرده است،  
و تلقی او نیز تلقی روحانی گشته و محتاج بہ ترجمان آمده است۔

باید دانست کہ زمانے بر عقل معاد می آید کہ باعث شوق بہ مجاورت  
نفس مطمئنہ می گردد، بحدی کہ او را بمقام آل می رساند، قالب را ہی و خالی  
می گذارد، و این زبان تعقل و تذکر نیز بمضغ قلبیہ قرار می یابد۔ ان  
فی ذالک لکن کثری لیمش کانت لک قلب۔ و حج همان قلب خود ترجمان  
خود گردد۔ درین وقت عارف را معامله با قالب افتد، جزو ناری آنکہ  
ندایے «انا خیر مینہ» از نهاد آن ظاہر می شد۔ رو با نقیاد می آرد،  
و بتدریج بشرف اسلام حقیقی مشرف می گردد۔ پس خلعت ابلیسی را بپای  
ازوے زائل گردانیده، بمقام صلی نفس مطمئنہ می رساند و نائب  
مناب آل می سازند۔ پس در قالب خلیفہ قلب حقیقی مضغ آمد، و نائب  
مناب نفس مطمئنہ جزو ناری گشت۔ ع

ز رشد من وجود من از کیمیائے عشق

و جزو هوائی مناسبت بروح دارد۔ لهذا در وقت وصول سالک و عروج  
آن بمقام ہوا، گاہ باشد کہ ہمیں ہوا را بعنوان حقانیت بدانند، و گرفتار آل  
بمانند، چنانچہ در مقام روح ہمیں شہود دست می دهد و گرفتار می ماند  
بعضی از مشائخ گفتہ اند کہ سی سال روح را بخدائی پرستیدم، و چون ازاں  
مقام گذرانیدند حق از باطل جدا شد، و این جزو هوائی بواسطہ مناسبت  
بمقام روحی درین قالب قائم مقام روح می گردد، و در بعض امور حکم روح



پیدای کند، و جزو آبی مناسب بحقیقت جامعه قلبیه دارد، و لهذا فیض او  
 بجمیع اشیای رسد "وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ" باز گشت او نیز  
 بمنفعه قلبیه است، و جزو ارضی که جزو اعظم آن قالب است. بعد از  
 تطهیر از تلویث دنارت و خست که از صفات ذاتیه اویند، حاکم و غالب  
 درین قالب اومی گردد، و هر چه هست در قالب حکم او پیدای کند، و رنگ  
 آن می گیرد، و این بواسطه جامعیت تامه اوست. جمیع اجزای قالب فی  
 الحقیقت اجزای اویند، و لهذا کره ارضی مرکز عناصر و افلاک آمد و مرکز  
 او مرکز عالم. درین وقت معامله قالب نیز بانجام رسید و نهایت  
 عروج و نزول متحقق گشت، و کمال تکمیل نقد وقت آمد. این ست  
 نهایتی که رجوع به بدایت دارد.

بدان که روح بامراتب و قوای خود هر چند بطریق عروج بمقر خود  
 رسیده بود، اما چون هنوز تربیت قالب در پیش داشت توجه باین  
 عالم درکار بود. و چون معامله قالب بانجام رسید، روح با سر و خفی و  
 اخفی و با قلب و نفس و عقل متوجه جناب قدس خداوندی جل سلطان  
 گشت، و بکلیت ازین قالب اعراض نمود، و قالب نیز بکلیت خود متوجه  
 مقام عبودیت آمد. پس روح بامراتب خود در مقام شهود و حضور متمکن  
 ست، و اندید و دانش ماسوی، بکلیت معرض، و قالب به تمام بمقام  
 طاعت و بندگی راسخ است. این ست مقام فرق بعد از جمع. وَاللَّهُ  
 سُبْحَانَهُ الْمَوْفِقُ لِدِكُمُ الْآلَاتِ.

وایں درویش را دریں مقام قدم خاص ست، و آں رجوع  
روح است بامراتب خود بعالم خلق تا بحق جل و علا ایشاں را دعوت  
نماید، و روح دریں وقت حکم قالب پیدایمی کند و تابع او می گردد، و کار  
تا بجائے می رسد که اگر قالب حاضر ست روح نیز حاضر است، و اگر <sup>غافل</sup>  
قالب غافل ست روح نیز غافل - مگر در وقت ادائے نماز که روح  
بامراتب خود متوجه جناب قدس است جل شانہ - قالب اگرچه غافل  
باشد، زیرا که نماز معراج مؤمن ست -

باید دانست که این رجوع و اصل بکلیت واقع شود از اکمل  
مقامات دعوت ست - این غفلت سبب حضور جمیع کثیر ست - غافلان <sup>ازین</sup>  
ازین غفلت غافل اند و حاضران ازین رجعت جاہل - این مقام از قبیل  
مدرج بمائشیه الذم است - فہم ہر کوتاہ اندیش این جانہ رسد اگر کمالات <sup>ازین</sup>  
این غفلت را بیان کنم ہرگز کسے آرزوئے حضور نکند - این آں غفلت ست  
کہ خواص بشر را بر خواص ملک فضیلت بخشید، این آں غفلت است کہ  
محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم را رحمت عالمیاں گردانید،  
این آں غفلت است کہ از ولایت بہ نبوت می رساند، این آں غفلت  
است کہ از نبوت بہ رسالت می رساند، این آں غفلت است کہ اولیائے  
عشرت را بر اولیائے عزلت مزیت می بخشد، این آں غفلت ست کہ  
محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم را بر صدیق اکبر سبقت می دہد  
بعْدَ مَا کَانَ کَاذِبًا قَرِيبًا - این آں غفلت ست کہ صحورابر سکر تر <sup>چون</sup>



می نماید، این آں غفلت ست که نبوت را بر ولایت افضل می گردانند۔  
 عَلٰی رَغْمِ الْقَاصِرِينَ، این آں غفلت ست که بسبب آں قطب ارشاد  
 از قطب ابدال افضلیت پیدا می کند، این آں غفلت ست که  
 صدیق اکبر رضی الله تعالی عنہ اندوخته آں می نماید آنجا که می فرماید  
 «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا سَهْوًا غَلَوْتُمْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ فَخَنَوْا كُنْتُمْ كَافِرِينَ»  
 اوست، این آں غفلت ست که وصول مقدمه حصول اوست،  
 این آں غفلت ست که بصورت تنزل ست و بحقیقت ترفع،  
 این آں غفلت ست که خواص را بحوام مشتبہ می سازد و قباب  
 کمالات ایشان می گردد۔ رع

گر بگویم شرح این بے حد شود

الْقَلِيلُ يَدُلُّ عَلَى الْكَثِيرِ وَالْقَطْرَةُ تُبَيِّنُ عَنِ الْبَحْرِ الْغَدِيرِ وَالسَّلَامُ  
 عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى وَالتَّزَمَ مُتَابِعَةَ الْمُصْطَفَى عَلَيْهِ وَعَلَى إِلِهِ مِنَ  
 الصَّلَوَاتِ وَالتَّسْلِيمَاتِ أَمَّمَهَا وَأَمَلُهَا۔

۱۴۔ منها حضرت رسالت خاتمت صلی الله علیه وآله وسلم  
 در میان سایر انبیاء علیه وعلیهم الصلوات والتسلیمات بتجلی ذاتی ممتاز  
 است، و باین دولت که فوق جمیع کمالات است مخصوص، و کمال  
 تابعان او را از این مقام خاص نصیب ست۔ گفته نشود که برین  
 تقدیر لازم می آید، که کمال این امت افضل باشد از سایر انبیاء، و این  
 خلاف معتقد اهل سنت و جماعت ست، رضوان الله تعالی علیهم اجمعین۔

و این فضل نه جزئی است تا بآن رفع شبهه کرده شود، بلکه کلی است. زیرا که تفاضل رجال بقرب الهی است جل سلطانہ، ہر فضیلتی کہ ہست دُونِ آن فضیلت است۔

در جواب گویم کہ لازم نمی آید ازین کہ کملی این امت را اندازد  
مقام نصیب است وصول اینہا بآن مقام۔ و فضیلت مربوط بوصول  
است۔ نہایت عروج کملی این امت کہ خیر الامم است تا تحت اقدام  
انبیاء است علیہم الصلوٰۃ و التسلیمات۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
کہ افضل جمیع بشر است، بعد انبیاء علیہم الصلوٰۃ و التسلیمات و النبیات،  
نہایت عروج او تا تحت قدم نبی است کہ دُونِ جمیع انبیاء است۔  
غایۃ ما فی الباب کملی تابعان این امت را در مقام تحت از کمالات  
مقام فوق الفوق کہ مخصوص بہ پیغمبر ایشان است علیہ الصلوٰۃ و السلام  
نصیب تمام است۔ خادم ہر جا باشد، اولش مخدوم با و خواہد رسید، خادم  
دور بطفیل مخدوم آن یابد کہ نزدیکان را بے دولت خدمت میسر نہ گردد۔  
ہ در قافلہ کہ اوست دانم نہ رسم این بس کہ رسد ز دور بانگ جرم

باید دانست کہ مریدان را گاہ ہست کہ این توہم در حق پیران خود پیدا  
می شود، و حصول مقامات پیران، ایشان را در تخیل مساوات اندازد،  
حقیقت معاملہ این است کہ مذکور شد۔ حصول مساوات بر تقدیر وصول  
بآن مقامات است، نہ بر تقدیر حصول آن مقامات، کہ حصول طفیلی  
است۔ ازین جا کہ گمان نہ کند کہ مرید مساوی پیر خود نباشد، [و]

مقام نصیب است وصول اینہا بآن مقام۔ و فضیلت مربوط بوصول است۔ نہایت عروج کملی این امت کہ خیر الامم است تا تحت اقدام انبیاء است علیہم الصلوٰۃ و التسلیمات۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ افضل جمیع بشر است، بعد انبیاء علیہم الصلوٰۃ و التسلیمات و النبیات، نہایت عروج او تا تحت قدم نبی است کہ دُونِ جمیع انبیاء است۔ غایۃ ما فی الباب کملی تابعان این امت را در مقام تحت از کمالات مقام فوق الفوق کہ مخصوص بہ پیغمبر ایشان است علیہ الصلوٰۃ و السلام نصیب تمام است۔ خادم ہر جا باشد، اولش مخدوم با و خواہد رسید، خادم دور بطفیل مخدوم آن یابد کہ نزدیکان را بے دولت خدمت میسر نہ گردد۔



نه چنين است، بلكه مساوات مجوز است، بلكه واقع - ليكن فرق درميان  
حصول آن مقام و وصول بآن مقام بسيار دقيق است، هر مرید باين  
دولت همت نداشت، كشف صحيح و الهام صريح درين فرق در كار است،  
وَاللّٰهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ عَلَىٰ سِدْرٍ مُّطَهَّرٍ  
وَاللّٰهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ عَلَىٰ سِدْرٍ مُّطَهَّرٍ  
وَاللّٰهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ عَلَىٰ سِدْرٍ مُّطَهَّرٍ

۱۵ - منها درويش پديد كه سبب چيست؟ كه رونده اين راه  
را حالت رومي دهد و زمانه مي ايستد و بعد از آن پرتواري مي گردد و پس  
از مدت باز بهماي حالت آشكارا مي شود، و بعد از زمان باز متواري مي گردد،  
وَهَكَذَا إِلَى مَا شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى -

جوابش آنست كه آدمي را هفت لطيفه است و درين دولت  
و سلطان هر لطيفه جداست. پس اگر وارد بر الطيفه اينها ورود نمود،  
و حالت قوی نزول فرمود، كليت سالک برنگ آن لطيفه منصبغ  
پاين مي گردد. و آن سال در جميع لطائف سر ايت مي كند، و تا زمانه  
كه دولت آن لطيفه ثابت است آن حال بر پاست. و چون دولت  
آن لطيفه منقضي گشت آن حال زائل مي شود، و بعد از مدت اگر  
آن حال رجوع نمايد از دو حال خالي نيست، يا برهماي لطيفه  
اولي رجوع نمايد، درين وقت راه ترقی بر آن سالک مسدود است.  
و اگر بر لطيفه ديگر وارد شد راه ترقی مفتوح گشت، و در آن لطيفه ديگر  
نيز معامله لطيفه اولي است، چه بعد از زائل شدن آن حال، اگر بماند  
حال رجوع نميدارد و در حال سابق نماند، و هَكَذَا أَحَالَ جَمِيعَ

شاه يار بهماي لطيفه اولي رجوع نمايد درين وقت كه

اللطائف - پس اگر آن وارد در جمیع لطائف بطریق اصالت مریان شده  
نموده از حال بمقام انتقال فرموده و از زوال محفوظ گشت - و الله  
سُبْحَانَهُ اعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْحَالِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ  
الْبَشَرِ وَآلِهِ الْآطَهَرِ -

۱۲ - مِنْهَا قَالَ اللهُ تَعَالَى «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا  
مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْبُدُونِ -  
يُخَفِّلُ أَنْ يَكُونَ الشَّرُّ طَيِّبَةً قَيِّدًا لِلْأَمْرِ بِالْأَكْلِ أَيْ كُلُوا مِنْ  
مُسْتَلَذَّاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ إِنْ صَحَّ مِنْكُمْ أَنْ تَخْشَوْهُ بِالْعِبَادَةِ وَلَوْ لَمْ  
يَصَحَّ مِنْكُمْ ذَلِكَ بَلْ كُنْتُمْ عَائِدِينَ مُلْهِمَاتِ أَنْفُسِكُمْ فَلَا تَأْكُلُوا  
مِنْ مُسْتَلَذَّاتِهِ لِكُونِكُمْ مَرْضَى بِالْمَرْضَى الْبَاطِنِيِّ، وَالْمُسْتَلَذَّاتِ  
مِنَ الْمَرْضُوقَاتِ سَهْمٌ قَاتِلٌ لَكُمْ وَإِذَا زَالَ الْمَرْضَى الْبَاطِنِيُّ  
مِنْكُمْ صَحَّ لَكُمْ تَنَاوُلُ الْمُسْتَلَذَّاتِ، فَتَرَ صَاحِبَ الْكَشَاةِ  
الطَّيِّبَاتِ هَرَمًا بِالْمُسْتَلَذَّاتِ نَظَرَ إِلَى طَلَبِ الشُّكْرِ -

۱۳ - مِنْهَا قَالَ بَعْضُ الْمَشَائِخِ قَدْ سَمِعْتُ اللهُ تَعَالَى أَسْرَارَهُمْ  
مَنْ عَرَفَ اللهُ لَا يَصْرُفُ ذَنْبَ أَيْ الذَّنْبُ الَّذِي التَّسَبَّبَ قَبْلَ الْمَعْرِفَةِ  
لَا أَنْ الْإِسْلَامَ يَحْبُبُ مَا كَانَ قَبْلَهُ، وَحَقِيقَةُ الْإِسْلَامِ هُوَ مَعْرِفَةُ  
اللهِ سُبْحَانَهُ عَلَى طَرِيقَةِ الصُّوفِيَّةِ بَعْدَ الْفَنَاءِ وَالْبَقَاءِ فَيَحْبِبُ  
حُصُولَ هَذِهِ الْمَعْرِفَةِ الذَّنْبُ الَّذِي كَانَتْ حَاصِلَةً قَبْلَهَا وَتُمْكِنُ  
أَنْ يُرَادَ بِالذَّنْبِ الذَّنْبُ الَّذِي يَحْصُلُ بَعْدَ هَذِهِ الْمَعْرِفَةِ فَيُرَادُ



بِالدُّنْبِ الذَّنْبِ الصَّغِيرِ لَا الْكَبِيرِ لَا تَأْوِيلَاءُ اللَّهُ مُحْفُو ظُلْمَ  
عَنْهُ وَعَدَمُ ضَرَرِهِ بَعْدَهُمُ الْإِسْرَارِ وَالْتِدَارُ بِلَا فَصْلٍ بِالتَّوْبَةِ وَ  
الِاسْتِغْفَارِ وَيَجُوزُ أَنْ يَكُونَ مَعْنَاهُ لَا يَصُدُّ عَنْهُ ذَنْبٌ لَا تَنْ  
عَدَمُ صُدُّهُ وَبِالدُّنْبِ الْمَلْزُومِ لِعَدَمِ ضَرَرِهِ وَذَكَرَ الْإِلَازِمَ وَأَرَادَ  
الْمَلْزُومَ، وَمَا تَوَهَّمُ الْمَلَا حِدَةً مِنْ هَذِهِ الْعِبَارَةِ مِنْ أَنْ يُسَمَّ  
لِلْعَارِفِ الزَّكَابِ الذَّنْبُ لِعَدَمِ ضَرَرِهَا فَبَاطِلٌ قَطْعًا وَرَبْدَةً  
صِرَافًا أُولَئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ إِلَّا إِنْ حِزْبُ الشَّيْطَانِ هُمْ  
الْمُخَاسِرُونَ هَرَبْنَا لِاتِّزَعُ قُلُوبُنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ  
لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ، وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى سَيِّدِنَا  
وَبَنِي مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَبَارَكَ. وَارْجُوا مِنَ اللَّهِ الْكَرِيمِ الْوَاسِعِ مَغْفِرَتَهُ  
أَنْ لَا يَضُرَّ الذَّنْبُ الْمَكْتَسَبُ قَبْلَ الْمَعْرِفَةِ لِلْعَارِفِ الْمُتَحَقِّقِ  
بِحَقِيقَةِ الْإِسْلَامِ وَإِنْ كَانَ ذَلِكَ الذَّنْبُ مِنْ قَبِيلِ الْمَظَالِمِ  
وَحُقُوقِ الْعِبَادِ لِمَا هُوَ سُبْحَانَهُ الْمَالِكِ عَلَى الْإِطْلَاقِ وَقُلُوبِ  
الْعِبَادِ بَيْنَ أَصْبَعَيْهِ يُقَلِّبُهَا كَيْفَ يَشَاءُ، وَمُطْلَقُ  
الْإِسْلَامِ يَجِبُ مِنَ الذَّنْبِ مَا سِوَى الْمَظَالِمِ وَحُقُوقِ الْعِبَادِ  
كَمَا لَا يَخْفَى فَإِنَّ لِحَقِيقَةِ الشَّيْءِ وَكَمَالِهِ مَرِيَّةً لَيْسَ لِمُطْلَقِهِ.

۱۸- منها حق سبحانه و تعالی بذات خود موجود است نه بوجود،  
بمخلاف سایر موجودات که بوجود موجودند پس احتیاج او تعالی  
در موجودیت بوجود لازم نیاید، تاگویند که وجود او تعالی عین ذات است،

نه زانند تا احتیاج بغیر لازم نیاید، و در اثبات بعینیت وجود مرزات را  
 جل سلطان محتاج بآدله متداوله گردیم، و مخالفت کرده باشیم مرز جمهور  
 اهل سنت و جماعت را، چه این بزرگواران بعینیت وجود قائل نیستند،  
 و خود را زاندمی دانند، و پوشیده نیست که حکم بریادتی وجود، مستلزم احتیاج  
 واجب است، تعالی و تقدس بغیر، اگر بوجود ناند واجب را تعالی و تقدس  
 موجود گوئیم، و اگر بذات خود موجود گوئیم، و این وجود را عرض عام بگیریم،  
 هم سخن جمهور تشکیلین اهل حق درست می گردد، و هم اعتراض احتیاج که  
 مخالفان دارند با لکیت دفع می شود. و فرق واضح است، در میان آنکه  
 واجب را تعالی بذات خود موجود گفتن و اصلاً وجود را دخل نادادن، و  
 در میان آنکه موجود بوجود گفتن، و آن وجود را عین ذات اثبات کردن.  
 هَذِهِ الْمَعْرِفَةُ مِمَّا اخْتَصَّصَنِي اللَّهُ سُبْحَانَهُ بِهَا أَلْحَمْدُ لِلَّهِ سُبْحَانَهُ  
 عَلَى ذَلِكَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِهِ.

۱۹- ههها از خصائص حضرت واجب الوجود است تعالی و تقدس

که بذات خود موجود بود، و اصلاً در موجودیت بوجود محتاج نشود. برابر است  
 که وجود را عین ذات بگیریم یا زانند بذات، بر هر دو تقدیر بعینیت و زیادتی  
 محذور لازم است، و چون حضرت حق سبحانه و تعالی را سنت بر آن  
 جاری شده است که هر چه در مرتبه و جوب است نمونه آن در هر مرتبه  
 امکان ظاهر سازد، عِلْمٌ أَحَدًا أَوْلَمَ يَعْلَمُهُ. - نمونه این خاصه در  
 عالم امکان وجود را ساخته است، که وجود هر چند موجود نیست و از  
 سلم بر تقدیر بعینیت احتیاج بر ملاک متداوله و مخالفت جمهور اهل سنت در تقدیر زیادت احتیاج ذات الی الخیر



۱۳۵ محمولات ثانیة است. اما اگر فرض کنیم وجود را پس او موجود بذات خود خواهد بود، نه بوجود دیگر، برخلاف موجودات دیگر که موجودیت آنها بوجود محتاج است، و ذوات آنها کافی نیست. پس هرگاه وجود که او را در موجودیت اشیا دخل داده اند، اگر موجود شود بذات خود موجود خواهد بود، و محتاج ۱۳۶ بوجود دیگر نخواهد بود. خالق موجودات تعالی و تقدس با استقلال اگر بذات خود موجود شود و اصلاً بوجود محتاج نگردد چه عجب است، و استبعاد ۱۳۷ بعیدان از بحث خارج است، و الله سبحانه و تعالی لهم للصواب. اگر کسی گوید که مراد حکما و اشعری و بعضی متصوفه که بعینیت وجود مرآت را تعالی و تقدس قائل گشته اند، همان است که تو آن را گفته در معرفت سابق، که واجب وجود موجود است تعالی و تقدس بذات خود نه بوجود. پس معنی این کلام که "موجود است بوجودی که عین ذات است" آنست که موجود است بذات خود، نه بوجود.

در جواب گوئیم که برین تقدیر، خلاف اهل سنت با ایشان درین مسئله در برابر نمی افتد. بایستی که اهل حق برین تقدیر در تقابل ایشان می گفتند که او تعالی بوجود موجود است نه بذات. اثبات زیادتى وجود برین تقدیر مستدرک است. پس اثبات زیادتى وجود را دلالت بر آن شد که خلاف ۱۳۸ فریقین در نفس وجود نیست، بلکه در وصف اوست، که عینیت زیادتى ۱۳۹ باشد. یعنی هر دو فریق قائل اند بآنکه او تعالی بوجود موجود است. خلافت ندارند مگر در عینیت و زیادتى آن.

اگر گویند که چون واجب الوجود تعالی و تقدس بذات خود موجود باشد پس واجب را تعالی موجود گفتن بکدام معنی باشد؟ چه معنی موجود ماقام به الوجود است، وَلَا ذُجُودَهُ هُنَا أَصْلًا -

جواب گوئیم که آری وجود یک ذات واجب تعالی و تقدس بآن موجود شود در واجب تعالی مفقود است، اما وجود یک بطریق عرض عام بر ذات او تعالی میقول شود و بطریق اشتقاق محمول گردد، اگر باعتبار قیام آن وجود واجب را تعالی موجود گویند گنجایش دارد، هیچ محذور لازم نیاید وَالسَّلَامُ -

۲۰ - منها هرگز نه پرستیم خدای را که در حیطه شهود آید و مرئی

گردد و معلوم شود، و در وهم و خیال گنجد چه مشهود و مرئی و معلوم و موهم و متخیل در رنگ شاهد و زانی و عالم و واهم و متخیل مصنوع و ایما

محدث است ع

آن لقمه که در دهان نگنجد طلبم

مقصود از سیر و سلوک خرق محبت است، محبت و جوبی باشد یا امکانی - تا آنکه  
وصل عریانی یسر آید، نه آنکه مطلوب را در قید آرند و صید نمایند  
عنقا شکار کس نشود دام باز چسب کاینجا همیشه باد بدست دست دام را

بَقِيَ أَنَّ الرَّؤْيِيَّةَ فِي الْآخِرَةِ حَقٌّ لِمَنْ يَبْهَمُ وَلَا يَشْتَغِلُ بِكَيْفِيَّتِهِ  
لِقُصُورِ فَهْمِ الْعَوَامِّ عَنْ دَرْكِهِ لَا يَحْدَهُمْ إِذْ رَأَوْا الْخَوَاصِّ فَإِنَّ لَهُمْ  
نَصِيبًا مِنْ ذَلِكَ الْمَقَامِ فِي الدُّنْيَا إِنَّ لَمْ يَسْمَعْ رُؤْيِيَّةً وَالسَّلَامُ



عَلَىٰ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَىٰ.

۲۱۔ منہا ہرچہ در دید و دانش می آید مقیدست، و از صرافت  
الاطلاق منزول، و مطلوب آنست کہ از جمیع قیود منترہ و مبرا باشد، پس  
ماورائے دید و دانش اورا باید جست، این معاملہ و رائے طور نظر عقلست،  
چہ عقل ماورائے دید و دانش را جستن محال می داند۔

رازدین پرہیز رندان مست پرس کیں حال نیست صوفی عالی مقام را  
۲۲۔ منہا مطلق بر صرافت اطلاق خودست، بیج قیدے  
باد را و نیافتہ است۔ اما چون در مرآت مقید ظہور فرماید عکس او با حکام  
آن مرآت منصغ گشتہ مقید و محدود نماید لاجرم در دید و دانش آید۔ پس اکتفا  
بر دید و دانش اکتفا بر عکس است از عکس آن مطلوب۔ بلند ہمتاں  
بجوز و مویزہ سیر نشوند۔ اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ يُحِبُّ مَعَآلِیَ الْاِہْمِیْمِ جَعَلَنَا  
اللّٰهُ سُبْحَانَهُ مِنْ مَّعَالِیَ الْاِہْمِیْمِ بِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْبَشَرِ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ  
الصَّلٰوٰتُ وَالتَّسْلِیْمٰتُ۔

۲۳۔ منہا در اوائل حال می بینم کہ در مکان طواف می کنم  
و ہمہ اوجہ دیگر نیز بامن دراں طواف شریک اند، اما بطوائے سیر آن جماعت  
بجدےست کہ تا من یک دور طواف را با انجام می رسانم آن جماعت  
دو سہ قدم مسافت را قطع می نمایند۔ دراں اشنا معلوم می گردد کہ  
در این مکان فوق العرش است، و جماعت طواف کنندگان ملائک کرام اند۔  
عَلَىٰ نَبِيِّنَا وَعَلَيْهِمُ الصَّلٰوٰتُ وَالتَّسْلِیْمٰتُ۔ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ

بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ.

۲۴. منها قباب اولیاء الله صفات بشریت ایشان است،  
 هر چه سایر مردم محتاج اند، این بزرگواران نیز محتاج اند. ولایت  
 ایشان را از احتیاج نمی آرد، و غضب ایشان نیز در رنگ غضب  
 سایر مردم است. هرگاه سید الانبیاء علیه وعلیه السلام و الصلوات و  
 التسلیمات فرماید: اَعْضَبْتُ كَمَا يَعْضَبُ الْبَشَرُ بَاوِلِیَا چه رسد،  
 و همچنین این بزرگواران در اكل و شرب و معاشرت با اهل و عیال و  
 موافقت با ایشان با سایریناس شریک اند. تعلقات شتی که از لوازم  
 بشریت است از خواص و عوام زائل نمی گردد. حق سبحانه و تعالی  
 در شان انبیاء علیه السلام و الصلوات و التسلیمات می فرماید: وَمَا  
 جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا اَلَا یَاكُلُونَ الطَّعَامَ؟ و کفایط اهری می گفتند  
 «مَا لِهَذَا الرَّسُولِ یَاكُلُ الطَّعَامَ وَ یَمْشِی فِی الْاَسْوَاقِ؟» پس  
 هر که نظر او بر ظاهر اهل الله افتاد محروم گشت، و خسران دنیا و آخرت  
 نقد وقت او آمد. همین ظاهر بنی ابو جهل و ابولهب را از دولت اسلام  
 محروم ساخت، و در خسران ابدی انداخت. سعادتمندانست که نظر او  
 از ظاهر بنی اهل الله کوتاه گشت، و حدت نظر او بصفات باطنه این  
 بزرگواران نفوذ کرد، و در باطن مقصور گشت. فَهُمْ كَنُیْلٍ مُصْرَبِلٍ  
 لِلْحُجُوبِیْنَ وَمَاءُ الْحَبُوبِیْنَ، عجب کاریست. صفات بشریه آنقدر  
 که در اهل الله ظاهر می گردد در سایر مردم ظاهر نیست، و جهش آنست که



ظلمت و کدورت در محل هموار و مصفا اگرچه اندک باشد بیشتر هویدای گردد،  
از آنچه در محل ناهموار و غیر مصفا، اگرچه بیشتر باشد، لیکن ظلمت صفات  
بشریت در عوام در کلیت سرایت می کند، و در قالب و قلب و روح  
می دود، و در خواص این ظلمت مقصور بر قالب و نفس است، و در اخص  
خواص نفس نیز ازین ظلمت مبرا است، مقصور بر قالب است و بس.  
و اینها این ظلمت در عوام موجب نقصان و خسارت است، و در خواص موجب  
کمال و نصارت، همین ظلمت خواص است که ظلمتهای عوام را زایل می گرداند،  
قلب های ایشان را تصفیه می بخشد، و نفسها را تزکیه می دهد. اگر این ظلمت  
بدیده نمی بود، خواص را بعوام پیچ راه مناسبت نمی کشود، و راه افاده و استفاده  
مسدود می نمود، و این ظلمت در خواص آن قدر نمی ایستد که مگر سازد،  
بلکه ندامت و استغفار که در قفای او دست می دهد، چندین ظلمت و  
کدورت دیگر را هم زواید و ترقیات می فرماید. همین ظلمت است که در  
ملایک مفقود است، و بسبب آن راه ترقی مسدود، و اسم ظلمت بروی  
از قبیل مَدْحُ بِمَا يُشَبُّهُ الدَّمُ است. عوام کالانعام صفات بشریت  
اهل الله را در رنگ صفات بشریت خود می دانند، و محروم و مخدول می مانند.  
قیاس غائب بر شاهد فاسد است، هر مقام را خصوصیات علیحه است  
و هر محل را لوازم جدا. وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَّرَمُّ  
مُتَابَعَةُ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اِلٰهِ الصَّلٰوٰتِ وَالسَّلَامٰتِ.

## ۲۵- منها آدمی تا زمانه که گرفتار علم و دانش ست، و بنقوش

ماسوی منقش، خوار و بے اعتبار ست. نسیان ماسوائے شرط راه است، و آنچه  
فناست ماعداً آقدم پیشگاه. تا آئینه باطنی از زنگار امکان زدوده نگردد، آنچه  
ظهور حضرت و جوب محال ست، چه جمع علوم امکانی با معارف و جوبی از  
قبیل جمع اضداد ست. ایں جاسوائے ست قوی، و آن آنست که چون عارف  
را به بقا مشرف می سازند، و برای تکمیل ناقصاں بازش می گردانند، علوم که  
زائل شده بود عود می نماید. برین تقدیر علوم امکانی با معارف و جوبی جمع میگردند  
و توأماً را جمع ضدین گفته. جوابش آن ست که عارف باقی باشد درین وقت  
حکیم برزخیت پیدا کرده است. گویا برزخ ست بَیْنِ الْوُجُوبِ وَالْإِمْكَانِ،  
و منصب برنگ هر دو مقام. درین صورت اگر علوم و معارف هر دو مقام جمع  
شوند چه اشکال. زیرا که محل اجتماع ضدین واحد نماند بلکه گویا متعدد  
گشته است. فَلَا جَمْعَ

## ۲۶- منها علوم اشیاء که در مرتبه فنا زائل شده بودند بعد از

بقا اگر رجوع نمایند، نقص در کمال عارف لازم نیاید، بلکه کمال او ست درین  
رجوع، بلکه تکمیل او مربوط بهمین رجوع است، چه عارف بعد از بقا متخلق  
با خلاق الله است. علم اشیاء در واجب تعالی عین کمال است، و ضد آن  
موجب نقصان. فَكَذَلِكَ الْعَارِفُ الْمُتَخَلِّقُ وَالسِّرُّ فِيهِ أَنَّ الْعِلْمَ  
فِي الْإِمْكَانِ يَحْصُلُ بِحُصُولِ صُورَةِ الْمَعْلُومِ فِيهِ فَلَا جَرَمَ يَتَأَثَّرُ  
الْعَالِمُ بِحُصُولِ صُورَةِ الْمَعْلُومِ فِيهِ وَكُلَّمَا كَانَ الْعِلْمُ أَزِيدَ كَانَ



التَّأَثُّرُ فِي الْعَالَمِ أَكْثَرُ فَيَكُونُ التَّغْيِيرُ وَالتَّلَوُّنُ فِيهِ أَوْسَعَ وَأَبْسَطَ  
فَيَكُونُ نَقْصًا فَلَا بُدَّ لِلطَّالِبِ مِنْ نَفْيِ هَذِهِ الْعُلُومِ كُلِّهَا وَ  
إِنْ نَسِيَ الْأَشْيَاءَ جُلُّهَا وَالْعِلْمُ فِي الْوَاجِبِ تَعَالَى لَيْسَ كَذَلِكَ إِذَا  
هُوَ سُبْحَانَهُ مُنْزَعًا مِنْ أَنْ يُجَلَّ فِيهِ صُورُ الْأَشْيَاءِ الْمَعْلُومَةِ بَلْ  
يُنْكَشِفُ الْأَشْيَاءَ عَلَيْهِ تَعَالَى بِمَجَرَّدِ تَعَلُّقِ الْعِلْمِ بِهَا سُبْحَانَهُ  
لَا يَتَغَيَّرُ بِذَاتِهِ وَلَا بِصِفَاتِهِ وَلَا فِي أَعْمَالِهِ بِحُدُوثِ الْأَكْوَانِ وَ  
الْبَارِي الْمَخْلُوقُ يَصِيرُ عِلْمُهُ بِهَذِهِ الصِّفَةِ فَلَا يُجَلُّ فِيهِ صُورُ  
مَعْلُومَاتِ الْأَشْيَاءِ فَلَا تَأَثُّرُ فِي حَقِّهِ فَلَا تَغْيِيرٌ وَلَا تَلَوُّنٌ فَلَا  
يَكُونُ نَقْصًا بَلْ كَمَالًا هَذَا السِّرُّ مِنْ قَوَامِضِ الْأَسْرَارِ الْإِلَهِيَّةِ  
حَصَّ اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ بِبَرَكَةِ حَبِيبِهِ  
عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيمَاتُ أَمَّا هَذَا وَآلُهَا -

۲۷ - منها این درویش را دو زدهم سال از ابتداء زمان  
انابت بمقام رضا مشرف ساختند اول نفس را باطمینان رسانیدند  
بعد از آن بتدریج بمحض فضل ایزدی باین سعادت مستعد ساختند  
و باین دولت مشرف نشد تا زمانه که پرتو از رضائے آن حضرت جل سلطان  
برخاست - فرَضِیَتِ النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ عَنْ مَوْلَاهَا وَرَضِيَ مَوْلَاهَا  
عَنْهَا الْحَمْدُ لِلَّهِ سُبْحَانَهُ عَلَى ذَلِكَ حَمْدُ الْكَثِيرِ أَطِيبًا مُبَارَكًا فِيهِ  
مُبَارَكًا عَلَيْهِ وَكَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضَى وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى  
رَسُولِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ كَمَا يُحِبُّ -

اگر گویند که چوں نفس راضی شد از مولائے خود، پس معنی دعا و طلب دفع بلا، چه باشد؟ گوئیم که رضا از فعل مولائے تعالیٰ، مستلزم رضا از مخلوق اوست، بلکه بسا است که رضا از مخلوق مستقیج باشد در رنگ کفر و معاصی از آن پس رضا از خلق قبیح لازم باشد و کراهت از نفس قبیح واجب. هرگاه مولای تعالیٰ از نفس قبیح راضی نباشد بنده چگونه راضی شود، بلکه بنده درین صورت مامور بشدت و غلظت است. پس کراهت از مخلوق منافی رضا از خلق آن نباشد. پس طلب دفع بلا را معنی مستحسن باشد. و جمعی که فرق نه کرده اند در میان رضا از فعل و کراهت از مفعول، در وجود کراهت بعد از حصول رضا در اشکال مانده اند، و در دفع آن تکلفات نموده اند، و گفته اند که وجود کراهت منافی حال رضاست نه مقام رضا. وَ اتَّخِذْ مَا حَقَّقْتَ بِالْهَمِّ اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَ السَّلَامُ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى -

۲۸- منتهای آرزوئی آن داشت که وجهی پیدا شود وجهی در مذهب حنفی تا در خلف امام قرأت فاتحه نموده آید. هرگاه قرأت در نماز فرض باشد از قرأت حقیقی عدول نموده، بقرأت حکمی قرار دادن معقول نمی شد. بآنکه در حدیث نبوی آمده عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَ السَّلَامُ لَا صَلَاةَ إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ ابابواسطه رعایت مذهب بے اختیار ترک قرأت می کرد، و این ترک را از قبیل ریاضت و مجاهده می شمرد. آخر الامر حضرت حق سبحانه و تعالیٰ ببرکت رعایت مذهب، که نقل از مذهب الحادست، حقیقت مذهب حنفی در ترک قرأت ماموم ظاهر ساخت.



و قرأت حکمی از قرارت حقیقی در نظر بصیرت زیبا تر نمود که امام و ماموم  
 همه با اتفاق در مقام مناجات می ایستند - لَکَ الْمُصَلِّیٰ یُنَاجِی رَبَّهُ  
 و امام را درین امر پیشوا می سازند - پس امام هر چه می خواند گویا در زبان  
 قوم می خواند - در رنگ آنکه جماعه پیش پادشاه عظیم الشان بحاجت بروند  
 و یکے را پیشوا سازند تا از زبان همه اینها عرض حاجت نماید، برین تقدیر  
 اگر دیگران نیز با وجود تکلم پیشوا، در تکلم آیند داخل سوادب ست و موجب  
 عدم رضائے پادشاه - پس تکلم حکمی این جماعه که بزبان پیشوا ادا می یابد بهتر  
 است از تکلم حقیقی این ها - همچنین است حال قرارت قوم با وجود قرارت  
 امام که داخل شعب است، و از ادب مستبعد، و موجب تفرق که منافی  
 با اجتماع ست، و اکثر مسائل خلائی میان حنفی و شافعی ازین قبیل ست.  
 و آنکه ظاهر و صورت مُرَجَّح بجانب شافعی است و باطن و حقیقت مؤید  
 مذهب حنفی، و برین فقیه ظاهر ساخته اند که در خلائیات کلام حق بجانب  
 حنفی ست. تکوین را از صفات حقیقیه می دانند، هر چند بظاهر رجوع بقدرت  
 و ارادت می نماید، لیکن بدقت نظر و نور فراست معلوم می گردد که تکوین  
 صفت علیحدّه است، علی هذا الیقین است -

و در خلائیات فقهی در اکثر مسائل حق بجانب حنفی متیقن است  
 و در اقل متردد و این فقیر را در توسط احوال حضرت پیغمبر علیه و علی آله  
 الصلوات و التسلیمات در واقعه فرموده بودند که "توازمجتهدان علم کلامی"  
 انا و وقت در هر سئله از مسائل کلامیه این فقیر را رائے خاص ست و

علم مخصوص. در اکثر مسائل خلافیه که ماتریدیه و اشاعره در آنجا متنازع  
 اند، در ابتدائے ظهور آن مسئله، حقیقت بجانب اشاعره مفهوم می گردد  
 و چون بنور فراست حدیث نظر نموده می آید، واضح می گردد که حق بجانب  
 ماتریدیه است. در جمیع مسائل خلافیه کلامیه رائے این فقیر موافق آرائے  
 علمائے ماتریدیه است، و آنحق که این بزرگواران را بواسطه متابعت  
 سنت سنیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام و النجۃ شان عظیم است، که  
 مخالفان ایشان را بواسطه خلط فلسفیات آن شان میسر نیست. اگر چه  
 هر دو فریق از اہل حق اند از علو شان امام بزرگترین این بزرگواران، <sup>ایہ</sup>  
 امام اجل، پیشواے اکمل، ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چه نویسد کہ اعلم و  
 اذرع و اتقائے مجتہدین است چه شافعی و مالک و چه احمد حنبل. <sup>نایاب</sup>  
 امام شافعی می فرماید: الْفُقَهَاءُ كُلُّهُمْ عِيَالٌ ابْنُ حَنِيفَةَ منقول است  
 کہ امام شافعی چون زیارت قبر امام اعظم می رفت، ترک اجتہاد خود می کرد،  
 و برائے خود عمل نمی نمود. و می گفت کہ شرم می آید کہ در حضور ایشان عمل <sup>ایہ</sup>  
 برائے خود بکنم کہ مخالف رائے ایشان باشد. ترک قرارت فاتحہ خلفا امام  
 می نمود و قنوت در فجر نمی خواند. آری بزرگی شان ابی حنیفہ را شافعی دانند  
 فردا کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نزول فرماید، بمذہب  
 ابی حنیفہ عمل خواهد کرد، چنانکہ خواجہ محمد پارسا قدس سرہ در فصول ستمہ  
 می فرماید، و ہمیں بزرگی ایشان را کافی است کہ پیغمبر اولی العزم بمذہب او <sup>ایہ</sup>  
 عمل نماید. صد بزرگی دیگر را باین بزرگی عدیل نمی توان یافت. <sup>ایہ</sup>



حضرت خواجہ مامی فرمودند قدس سرہ کہ چند گاہ من ہم خلفِ امام  
قرارت فاتحہ می نمودم، آخر الامر شیخ امام اعظمؒ را در خواب دیدم، کہ قصیدہ  
غزل در مدح خود می خواند، و این مضمون مستفاد می گردد، کہ چندین اولیا در  
ندب من بوده اند انا و وقت ترکِ قرارت فاتحہ خلفِ امام نمودم۔

۲۹. منہا گاہ باشد کہ کامل، ناقص را، اجازتِ تعلیم طریقت  
می کند، و در ضمن اجتماعِ مریدانِ آن ناقص کارِ آن ناقص با تمام می رسد،  
حضرت خواجہ نقشبندؒ، مولانا یعقوب چرخ علیہ الرحمہ لا، پیش از وصول  
بدرجہ کمال، اجازتِ تعلیم طریقت فرمودہ بودند، و گفته بودند کہ اے یعقوب  
آنچہ از من بتور سیدہ است بمردم برسان، و کارِ مولانا بعد از آن در خدمتِ  
خواجہ علاء الدین عطار قدس سرہ سرانجام یافت۔ لہذا خدمتِ مولانا  
عبدالرحمن جامی در نفحات، مولانا را اول از مریدانِ خواجہ علاء الدین  
عطار می شمرد، ثانیاً بخواجہ نقشبند نسبت می کند۔

و ازین قبیل است کامل مرید کہ استعداد یک درجہ از درجاتِ ولایت  
دارد، بعد از حصولِ آن درجہ، آن مرید را اجازتِ تعلیم طریقت می کند، و آن  
مرید من و جبہ کامل است و من و جبہ ناقص، و همچنین است حالِ مریدیکہ  
استعداد در درجہ یاسہ درجہ از درجاتِ ولایت دارد، من و جبہ کامل است  
و من و جبہ ناقص۔ چہ پیش از رسیدنِ نہایتِ النہایت، ہمہ درجاتِ  
از یک وجہ کمال دارد و از یک وجہ دیگر نقص۔ مَعَ ذَٰلِكَ شیخ کامل  
اورا بعد از حصولِ مرتبہ استعدادی او اجازتِ تعلیم طریقت می کند۔  
لے روشن۔

پس اجازت موقوف بر کمال مطلق نشد. باید دانست که نقص هر چند منافی اجازت است، اما چون کامل کمال ناقص را نایب خود می سازد، و دست او را دست خود می داند، ضرر نقص تعدی نمی نماید. وَاللَّهُ سُبْحَانَهُ اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْأُمُورِ كُلِّهَا.

۳. منها یاد داشت، عبارت از دوام حضور حضرت ذات

تعالی و تقدس، و این معنی گاه است که مرار بآب قلوب را نیز متخیل شود بواسطه جامعیت قلب. زیرا که هر چه در کلیت انسان است، در قلب تنها نیز ثابت است، هر چند فرق اجمال و تفصیل است. پس در مرتبه قلب نیز

حضور ذات تعالی و تقدس بر سبیل دوام میسر شود. اما این معنی صورت یاد داشت است، نه حقیقت یاد داشت، و اندراج نهایت در بدایت تواند بود که باین صورت یاد داشت اشارت فرموده باشند، و حصول حقیقت یاد داشت بعد از تزکیه نفس و تصفیه قلب است. لیکن اگر

مراد از حضرت ذات، مرتبه و جوب داشته شود، که ذات در آن مرتبه جامع صفات و جویمه است، پس حصول یاد داشت بجز رسیدن بشهود این مرتبه، بعد از طی جمیع مراتب امکانی صورت می بندد، و در تجلیات صفاتی نیز این معنی متحقق می شود، که ملاحظه صفات درین تقدیر منافی حضور حضرت ذات تعالی نیست. و اگر مراد از حضرت ذات تعالی مرتبه احدیت مجرده داشته شود، که معراست از اسما و صفات و نسب و اعتبارات، پس حصول یاد داشت بعد از طی جمیع مراتب اسمائی و صفاتی



دستی و اعتباری متصور شود؛ و این فقیر هر جا که بیان کرده است یادداشت  
 را بمعنی آخر فرود آورده - هر چند اطلاق حضور نزد این مرتبه ملایم نیست  
 کما لا یخفی علی آریایه - چه او از حضور و غیبت بلند است - اطلاق حضور  
 را ملاحظه صفت از صفات در کار است - آنچه مناسب لفظ حضور است  
 تفسیر یادداشت بمعنی ثانی است، و برین تقدیر یادداشت را نهایت گفتن  
 باعتبار شهود و حضور است، که فوق این مرتبه شهود و حضور را گنجایش نیست -  
 یا حیرت است یا جهل یا معرفت، نه آن معرفت که تو آن را معرفت دانی،  
 که آن معرفت تو معرفت افعالی است و صفاتی، و این مقام فوق معرفت  
 اسما و صفات است. پس چندین مراحل - وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِ  
 الْبَشَرِ وَعَلٰی اٰلِهٖ الْاَظْهَرِ -

۳۱ - منها تمامی این طریق و وصول بنهایت نهایت، مربوط  
 بطی مقامات عشره مشهوره است که اولش توبه است و آخرش رضا -  
 بیچ مقامی در مراتب کمال فوق مقام رضا متصور نیست، حتی که روست  
 اخروی نیز و حقیقت مقام رضا کما یشی در آخرت ظهور خواهد یافت،  
 و حصول مقامات دیگر در آخرت متصور نیست - توبه آنجا معنی ندارد، و زهد  
 گنجایش ندارد، و توکل صورت نه بندد، و صبر احتمال ندارد، آری شکر  
 هر چند در آنجا متحقق است، اما آن شکر از شعب رضا است نه امر مباین  
 از رضا - اگر پرسند که در کامل مکمل گاه هست که رغبتی در دنیا مفهوم می گردد،  
 و منافاتی توکل چیز بادیده می شود، و بے طاقی که منافاتی صبرست مشهود می گردد،

و کراہت کہ ضدِ رضا است یافته می شود، وجه آن چه باشد؟

در جواب گوئیم که حصول این مقامات مخصوص بقلب و روح است،

و نسبت باخص خواص این مقامات در نفس مطمئن نیز حصول می یابد، اما قالب

ازین معنی خالی و بے نصیب است، هر چند از سورت و شدت می ماند - اما

شخص از شبلی پرسید که تو دعوائے محبت می کنی و این فرہی تو منافی محبت

است - شبلی در جواب او این شعر خواند -

أَحَبَّ قَلْبِي وَمَا دَرَى بَدَنِي      وَلَوْ دَرَى مَا أَقَامَ فِي السِّمَمِ ۱۴۳

پس منافی آن مقامات اگر در قالب کاغذی ظهور کند، ضرر ندارد در حصول آن

مقامات نسبت بباطن آن بزرگ، و در غیر کامل نقائص آن مقامات

در کلیت ظهور می کند، بباطن و ظاہر را غیب دنیا می گردد، و منافی توکل

صورت و حقیقت او را شامل می شود، و بقلب و قالب بے طاقی و اضطراب

ظہور می نماید، و بروح و بدن کراہت ظاہری گردد - و ہمیں چیزهاست

که حضرت حق سبحانہ، و تعالیٰ قباب اولیائے خود ساخته است، و اکثر مردم

را از کمالات این بزرگواران محروم داشته - و در ابقائے آن چیزها در اولیا

حکمتی است غامض، و آن عدم امتیاز حق است از باطل، که از لوازم

این دارست، که محل ابتلا است - و حکمت دیگر در ابقائے این اشیا

در اولیا، اگر چه بحسب صورت باشد، ترقی ایشان است - اگر این اشیا

از اولیا بالکل مرفوع شود راه ترقی مسدود می گردد، و در رنگ و رنگ

محبوس می ماند - وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَّزَمَ مَتَابِعَةَ الْمُصْطَفٰی

یعنی اگر چه کمال از تیزی و قوت مقتضائے خود می ماند ۱۴



عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَتَمَّهَا وَأَكْمَلَهَا.

۳۲- منها الهی چسیت اینکه اولیائے خود را کردی که باطن ایشان زلالِ حضرت، هر که قطره از آن چشید حیات ابدی یافت و ظاهر ایشان سیم قاتل، هر که بآن نگرست بموت ابدی گرفتار آید. ایشان اند که باطن ایشان رحمت است و ظاهرشان رحمت. باطن بین ایشان از ایشان است و ظاهر بین ایشان از بدکیشان، بصورت جو نما اند و بحقیقت گندم نجش. بظاهر از عوام بشر اند و باطن از خواص ملک، بصورت بر زمین اند و معنی بر فلک، جلیس ایشان از شقاوت رسته است و انیس ایشان بسعادت پیوسته. **أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ** وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَسَلَّمَ.

۳۳- منها حضرت حق سبحانه و تعالی اولیا را الله را بر همه مستور ساخت است که ظاهر ایشان از کمالات باطن ایشان خبر ندارد. فکیف ما عدلئے ایشان. باطن ایشان را نسبتی که بمرتبه بیچونی و بیچگونی حاصل گشته است نیز بیچون است، و باطن ایشان چون از عالم امر است نیز نصیب از بیچونی دارد، و ظاهر که سر امر چون است حقیقت آن را چه در یابد، بلکه نزدیک است که از نفس حصول آن نسبت انکار نماید. بِغَايَةِ الْجَهْلِ وَعَدَمِ الْمُنَاسَبَةِ - و تواند بود که نفس حصول نسبت را داند، اما نراند که متعلق آن کیست، بلکه بسا است که نفی متعلق حقیقی او ننساید. **وَكُلُّ ذَٰلِكَ لَعَلَّكَ تِلْكَ النَّسَبَةُ وَذُنُوزِ الظَّاهِرِ**، و باطن خود مغلوب

آن نسبت است. و از دید و دانش رفته است، چه داند که چه دارد و بکه دارد  
پس ناچار غیر از عجز از معرفت بمعرفت راه نباشد. لهذا صدیق اکبر رضی الله  
تعالی عنه فرمود: **أَلْعَجْزُ عَنْ دَرْكِ الْإِدْرَاكِ إِدْرَاكٌ** نفس ادراک عبارت  
از نسبت خاص است که عجز از ادراک آن لازم است، لَآن صَاحِبِ  
**الْإِدْرَاكِ مَغْلُوبٌ لَا يَعْلَمُ إِدْرَاكَهُ وَغَيْرُهُ لَا يَعْلَمُ حَالَهُ كَمَا مَرَّ**.

ناظر ادراک

۳۴. **منها** شخصی بود در لباس صوفیان که بیدعت اعتقادی  
بتلا بود. این فقیر در حق او تردّد داشت، اتفاقاً می بینم که انبیا صلوات  
الله تعالی و تسلیمااته علیهم باجمعین جمع اند و همه بزبان واحد می فرمایند  
در حق آن شخص که **«لَيْسَ مِنَّا»** درین اثنا بخاطر رسید که از شخص دیگر که  
فقیر در حق او تردّد بود استفسار نمایم، درباره او فرمودند **«كَانَ مِنَّا»**  
**لَعُوذُ بِاللّٰهِ سُبْحَانَهُ مِنْ شَوْءِ الْأَعْتِقَادِ وَمِنْ طَعْنِ آئِنِيَا ثِيَابِ الْأَفْجَادِ**.

۳۵. **منها** برین فقیر ظاهر ساختند که لفظ قرب و معیت و  
احاطه حق سبحانه که در قرآن مجید واقع شده است، از جمله متشابهات  
قرآنی است، در رنگ ید و وجه. و همچنین است لفظ اول و آخر و ظاهر و

امثال آنها پس حق سبحانه و تعالی را فریب ندهیم که مراد از اول چه باشد.

است، و همچنین اول گوئیم. اما ندانیم که مراد از اول چه باشد.  
و اولیت که در حیطه علم و فهم ما در آید حق سبحانه و تعالی  
و برتر است، و آنچه در کشف و شهود ما انجیزد، او تعالی  
و پاک است، و قرب و معیت او تعالی که بعضی از



متصوفه بطریق کشف دریافته اند و بآن معنی کشفی حق را سبحانه قریب و  
 مع می دانند مستحسن نیست، قدمی در مذہب مجتہد دارد و آنچه بعضی  
 از علماء در تاویل آن گفته اند و از قرب قرب علمی مراد داشته اند در رنگ  
 تاویل ید است بقدرت و وجه است بذات، و مجوز است نزد یک  
 مجوزان تاویل، و ما تجویز تاویل نمی کنیم، و تاویل آن را بعلم حق سبحانه  
 حواله می نماییم۔ **أَلْعِلْمُ عِنْدَ اللَّهِ سُبْحَانَهُ وَالسَّلَامُ عَلَيَّ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى**  
 ۳۴ - منها این فقیر نماز وتر را گاهی در اول شب ادا می کرد،

و گاهی با آخر شب می گذاشت۔ در شبی از شبها نمودند که در صورت تاخیر  
 ادا نای نماز وتر چون مصلی بخواب رود، نیت دارد که در آخر شب وتر را  
 ادا خواهد نمود، کتبه اعمال حسنات او تمام شب حسنات را بنام او  
 می نویسد، تا زمانی که وتر را ادا نماید پس هر چند وتر را بتاخیر تر ادا نماید  
 بهتر باشد۔ مع ذلک این فقیر را در تعجیل و تاخیر وتر غیر از متابعت  
 سید البشر علیه و علی آله الصلوات و التسلیمات هیچ چیز منظور نیست، و  
 هیچ فضیلت را بمتابعت عدیل نمی اندازد، حضرت رسالت و ترا گاهی  
 اول شب ادا فرموده اند و گاهی آخر شب۔ سعادت خود را در آن می دانند  
 که در امری از امور تشبه بآن سرور نماید، **وَعَلَىٰ آلِهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ**  
 اگر چه آن تشبه بحسب صورت باشد مردم در بعضی سنن نیت احیائ لیل  
 و مثل آن را دخل می دهند۔ عجب می آید از کوتنا اندیشی ایشان۔ هزار احیائ  
 لیلی را بنیم جو متابعت نحریم۔ عشره اخیره ماه رمضان را اعتکاف

نشستیم، یا ران را جمع کرده گفتیم که غیر از متابعت نیست دیگر نه کنیده که  
تبتل و انقطاع ما چه خواهد بود، صد گرفتاری را بحصول یک متابعت  
قبول داریم، اما هراز تبتل و انقطاع را بے توسل متابعت قبول نه داریم  
آز که در سر لنگار سیت فارغ است از باغ و بوستان و نماشائے لاله زار  
رَزَقَنَا اللَّهُ سُبْحَانَهُ كَمَالَ مُتَابَعَتِهِ عَلَيْهِ وَعَلَى إِلِهِ الصَّلَوَاتُ  
وَالسَّلَامَاتُ أَتَمُّهَا وَأَمْكَلُهَا.

۳۷- منها وقتی از اوقات با جمعی از درویشان نشسته بودیم  
ایں فقیر از محبت خود که نسبت بخلایمان آن سرور داشته عَلَیْهِ وَعَلَى إِلِهِ  
الصَّلَوَاتُ وَالسَّلَامَاتُ چنین گفت، که محبت آن سرور بر نهی  
مستولی شده است که حق سبحانه و تعالی را بواسطه آن دوست می دارم  
که رب محمد است. حاضران از این سخن در تحیر ماندند، اما مجال مخالفت  
نداشتند، این سخن نفیض سخن رابعه است، که گفته آن سرور در خواب  
گفتم که محبت حق سبحانه و تعالی بر نهی استیلا یافته است که محبت شمارا  
جانمانده است. این هر دو سخن هر چند از سکر خبر می دهد، اما سخن من اصالت  
دارد، او در عین سکر گفته، و من در ابتدائے صحو، و سخن او در مرتبه صفات  
است، و سخن من بعد از رجوع از مرتبه ذات. زیرا که در مرتبه ذات تعالی  
این قسم محبت را گنجایش نیست. جمیع نسب را از این مرتبه کوتهی است.  
آنجا همه حیرت ست یا جهل، بلکه بذوق نفی محبت در این مرتبه می کنند  
بیچ و بجه خود را شایان محبت او نمی دانند. محبت و معرفت در صفات



است و پس - محبت ذاتی که گفته اند مراد از آن ذات احدیت نیست، بلکه ذات، بایعض از اعتبارات ذات است - پس محبت رابعه در مرتبه صفات است - **وَاللَّهُ سُبْحَانَهُ الْمَلِكُ الْمُتَعَالِي وَالصَّمَدُ عَلَى سَيِّدِ الْبَشَرِ وَالْإِلَهِ الْأَكْظَرِ** -

۳۸ - **منها** شرافت علم باندازه شرف و رتبه معلوم است - معلوم هر چند شریف تر، علم آن عالی تر - پس علم باطن که صوفیه بآن ممتازند اشرف باشد از علم ظاهر، که نصیب علمائے ظواهر است - بر قیاس شرافت علم ظاهر، بر علم حجامت و حیاکت - پس رعایت آداب پیر که علم باطن را از او اخذ کنند با صغاف زیاده باشد از رعایت آداب استاد که علم ظاهر از او استفاده نمایند، و همچنین رعایت آداب استاد علم ظاهر با صغاف زیاده است از رعایت آداب استاد حجام و حیایک، و همین تفاوت در اصناف علوم ظاهری جاری است، استاد علم کلام و فقه ادلی و اقدم است از استاد علم نحو و صرف، و استاد نحو و صرف ادلی است از استاد علوم فلسفی، با آنکه علوم فلسفی داخل علوم معتبره نیست، اکثر مسائل آن لا طائل است و بے حاصل، و اقل مسائل آن که از کتب اسلامیة اخذ نموده اند، و تصرفات در آن کرده، از جهل مرکب خالی نیستند، که عقل را در آن موطن مجال نیست - **طوریته و رابطه عقل نظریه است** -

باید دانست که حقوق پیر فوق حقوق سایر ارباب حقوق است، بلکه نسبت ندارد حقوق پیر بحقوق دیگران، بعد از انعامات حضرت حق سبحانه

واحسانات رسولی او عَلَیْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ، بلکه  
 پیر حقیقی همه، رسول الله است، صلی الله تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔ ولادتِ صوری  
 ہر چند از والدین ست، اما ولادتِ معنوی مخصوص بہ پیر است۔ ولادتِ  
 صوری را حیاتِ چند روزہ است، و ولادتِ معنوی را حیاتِ ابدی است۔  
 نجاساتِ معنویہ مرید را پیر ست کہ بقلب و روح خود گناہی می نماید و تطہیر را  
 ایشکِنبہ اومی فرماید۔ در توجہات کہ نسبت بہ بعضی مسترشداں واقع  
 می شود، محسوس می گردد، کہ در تطہیر نجاساتِ باطنہ ایشان تلوثی بصاحب  
 توجہ نیز می دود، و نازمانے مکرر می دارد۔ پیر است کہ بتوسل او بخدای رسد  
 عز و جل، کہ فوق جمیع سعادات دنیویہ و آخریہ است۔ پیر است کہ بوسیله  
 او نفسِ آمارہ کہ بالذات خبیث ست مُزکی و مُطہری گردد، و از آثارِ  
 باطنیان می رسد، و از کفرِ جبلّی باسلام حقیقی می آید۔  
 گر بگویم شرح این بے حد شود

پس سعادتِ خود را در قبولِ پیر باید دانست۔ و شقاوتِ خود را در ردّ او۔  
 نَعُوذُ بِاللّٰهِ شُبَّحَانَهُ مِنْ ذٰلِكَ۔ رضائے حق سبحانہ را در پس پردهٔ رضائے  
 پیر مانده اند۔ تا مرید در مرضیِ پیر خود را گم نسازد بمرضیاتِ حق سبحانہ نرسد  
 آفتِ مرید را زارِ پیر است۔ ہر زلتی کہ بعد آں باشد، تدارکِ آں ممکن ست  
 اما تادیر را هیچ چیز تدارک نمی توان نمود، آزارِ پیر بیخ شقاوت ست مرید را  
 عِیَاذُ اللّٰهِ شُبَّحَانَهُ مِنْ ذٰلِكَ۔ غلطی در معتقداتِ اسلامیہ و فروع  
 در اتیانِ احکامِ شرعیہ از نتائج و ثمراتِ آنست۔ از احوال و مواجید کہ



۱۳۳۳ بباطن تعلق دارد خود چه گوید، و اثری از احوال اگر با وجود آزار و سیر باقی ماند  
از استدرج باید شمرد، که آخر بخوابی خواهد کشید و غیر از ضرر نتیجه نخواهد داد.  
و السَّلَامُ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى.

۳۹ - منها قلب از عالم امر است، و او را بعالم خلق تعلق و  
تعشق داده بعالم خلق فرود آورده اند، و بمضغه که در جانب چپ است،  
تعلق خاص بخشیده اند. در رنگ آنکه پادشاه و بکتاس تعشق پیدا شود،  
و بسبب آن در منزل کناس نزول نماید. و روح که الطف از قلب  
است از اصحاب پیمین است، و لطائف ثلثه که فوق لطیف روح اند  
بشرف "خَيْرُ الْأُمُورِ أَوْسَطُهَا" مشرف اند. هر چند لطیف تر بوسط  
مناسب تر. لَا آتَ الْيَسْرَ وَالْخَيْفَ عَلَى طَرَفِي الْأَخْفَى أَحَدُهُمَا عَلَى  
الْيَمِينِ وَالْآخَرُ عَلَى الشِّمَالِ. و نفس مجاور حواس است تعلق بدماغ  
داده، و ترقی قلب منوط است بوصول او در مقام روح، و بمقام فوق  
روح، و همچنین ترقی روح و ما فوق او مربوط است بوصول آنها بمقامات  
فوقانی. لیکن این وصول در ابتدا بطریق احوال است، و در انتها بطریق  
مقام، و ترقی نفس بر رسیدن او است در مقام قلب بطریق احوال، در  
ابتدا و بطریق مقام در انتها. و در آخر کار این لطائف بسته بمقام اخفی  
می رسند و همه باتفاق قصد طیران عالم قدس می نمایند. و لطیفه قالب را  
خالی و تهی می گذارند. اما این طیران نیز در ابتدا بطریق احوال است و در انتها  
بطریق مقام. وَ حِجْرٌ يَحْصُلُ الْفَنَاءُ. و موتی که پیش از موت گفته اند

عبارت ازین جدائی لطائف است از لطیفه قالب - و بر بقای حس و  
حرکت در قالب بعد از مفارقت اینها در جایهای دیگر بیان کرده شده است،  
از آنجا باید طلبید - این ورق گنجایش تفصیل ندارد، با اشاره و رموز سخن  
می رود - لازم نیست که جمیع لطائف در مقام جمع شوند و از آنجا  
طیران نمایند - گاه باشد که قلب و روح هر دو بانفاق این کار کنند - و گاهی  
هر سه، و گاهی هر چهار، و آنچه اول مذکور شد اتم و اکمل است، و مخصوص است  
بولاية محمدی علیه و علی آله الصلوات و التسلیات، و باعدائے او قسمی  
از اقسام ولایت است، و چوں آن لطائف است، بعد از مفارقت از قالب  
و وصول بمقام قدس و تلون بصیغ آن، اگر بقالب باز رجوع نمایند، و تعلق  
پیدا کنند سوائے تعلق حقیقی، و حکم قالب گیرند، و بعد امتزاج یک قسم فنائے اعلیٰ  
پیدا کنند، و حکم میت بگیرند، درین وقت بتجلی خاص متجلی گردند، و از سر حیات  
پیدا کنند، و بمقام بقا بالله متحقق شوند، و متعلق باخلاق الله گردند، درین  
وقت اگر آن را خلعت بخشیده بعالم باز گردانند، معاملها از دُئوبندی خواهد  
انجامید، و مقدمه تکمیل پیدا خواهد شد، و اگر بعالم باز گردانند و تدلی بعد  
دُئو حاصل نشود، از اولیای عزلت خواهد بود، و ترتیب طالبان و تکمیل  
ناقصان از دست او نخواهد آمد - اینست حدیث بدایت و نهایت بطریق  
رضواشاره - اما فهمیدن آن بغير قطع این منازل محال است - وَالسَّلَامُ عَلٰی  
مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْاٰزِمُوْنَ تَابَعَهُ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلٰوَةُ  
وَالسَّلَامُ -



۴۰- منها حضرت حق سبحانه و تعالی انزال تا ابد بیک کلام مکمل

است، آن کلام متبعض و متجزی نیست، چه سکوت و خرس در حق او تعالی محال است، چه عجب هرگاه انزال تا ابد در آنجا آن واحد باشد، اذ لا یجیئ علیه شئ محال و زمان. در آن واحد غیر از کلام واحد بسیط چه وقوع آید، و آن کلام واحد منشاء چندین اقسام کلام گشته است باعتبار تعدد تعلقات، مثلاً اگر بمأمور تعلق گرفته است امر ناشی شده، و اگر بمنهی منهی نام یافته، و اگر باخبار خبر سپید گشته. غایه مافی الباب. اخبار ریاضی و استقبال جمیع را در اشکال می اندازد، و از تقدم و تاخر دال بتقدم و تاخر مدلول می برد و لا اشکال، زیرا که ماضی و استقبال از صفات مخصوصه دال است آنکه باعتبار انبساط آن پیدا شده است، و در مرتبه مدلول چون آن آن بحال خود است، و هیچ انبساطی پیدا نه کرده است، ماضی و استقبال را گنجایش نیست. از باب معقول گفته اند که ماهیت واحد را باعتبار وجود خارجی لوازم علیحدّه است، و باعتبار وجودی صفات جدا - هرگاه در شئی واحد تباین صفات و لوازم باعتبار تغایر وجود و هویت جائز باشد در دال و مدلول که فی الحقیقت از یک دیگر جدا اند بطریق اولی محوز باشد، و آنکه گفته شد که انزال تا ابد آن واحد است، از شکی عبارت است، و الا آن نیز آنجا گنجایش ندارد. آن هم در رنگ زبان اینجا ثقیل باید دانست، ممکن که در مقامات قرب الهی جل سلطانۀ پا از دائره امکان بیرون می نهد، انزل و ابد را متحد می یابد حضرت رسالت خاتمیت



عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِيَّةُ در شب معراج در مقامات  
عروج یونس را در بطن ماهی یافت، و طوفان حضرت نوح موجود بود،  
علیهم الصلوة والسلام. و اهل بهشت را در بهشت دید، و دوزخیان را در دوزخ،  
و بعد از پانصد سال که نصفِ یوم است از زبان دخول بهشت عبدالرحمن  
بن عوف که از اغنیای صحابه است علیهم الرضوان در بهشت در آمد. و  
حضرت پیغمبر از دیر آمدن او پرسیدند، او از عقبات محن خود خبر داد، و این همه  
در رنگ آن مشهود گشت، ماضی و استقبال را گنجایش نبود.

و این حقیر را نیز در بعضی از اوقات بصدقه حبیب الله علیه الصلوة والسلام  
این حالت پیدا شده بود، ملائک را در عین سجود یافت که بحضرت آدم  
می کردند، و منور سر آن سجده نه برداشته بودند، و ملائک علیین را از این  
ساجدان جدا دید که بسجده مامور نگشته اند، و در مشهود خود مستهلک و  
مستغرق اند، و احوالی که در آخرت موعود اند، در همان آن مشهود  
گشتند، و چوں مدتی بریں واقع گزشت بود تفصیل احوالی آخرت نکرد  
که بر حافظه خود اعتماد نه داشت. لیکن باید فهمید که این حالت هر چند  
پیغمبر و روح ایشان را شده بود و مشهود بصرو بصیرت، و دیگران را  
که طفیلی اند، اگر این حالت بطریق تبعیت دست دهد، مقصور بر روح  
است و مخصوص به بصیرت. —

در قافله که اوست دائم ترسم این بسکه رسد ز دور بانگ جرم  
عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ آمَنَّا وَآمَنَّا بِهَا.



۴۱. **منها** تکوین یکی از صفات حقیقه واجب الوجود است، تعالی و تقدس. اشاعه تکوین را از صفات اضافیه می دانند، و قدرت ارادت را در ایجاد عالم کافی می انگارند، اما حق آنست که تکوین صفت حقیقه علیحده است، ماورای قدرت و ارادت. بیانش آنکه قدرت بمعنی صحت فعل و ترک است، و ارادت تخصیص یک از این دو طرف قدرت است که فعل و ترک باشد. پس رتبه قدرت مقدم شد بر رتبه ارادت، و تکوینی که ما و را از صفات حقیقه می دانیم، رتبه او بعد از رتبه قدرت و ارادت است. کار آں صفت ایجاد آں طرف مختص است. پس قدرت مصحح فعل است، و ارادت مختص آں، و تکوین موجب آں، پس از تکوین چاره نبود. و مثل آں مثل استطاعت مع الفعل است، که علمائے اہل سنت آں را در عباد اثبات کرده اند، و شک نیست که این استطاعت بعد از ثبوت قدرت است، بلکه بعد از تعلق ارادت، و تحقق ایجاد مربوط باین استطاعت است، بلکه آں استطاعت موجب فعل است، و طرف ترک آنجا مفقود است، و حال صفت تکوین همین است، که ایجاد با و بطریق ایجاب است، اما این ایجاب در واجب تعالی ضرر نمی کند، که ثبوت آں بعد از تحقق قدرت است که بمعنی صحت فعل و ترک است، و بعد از تخصیص ارادت، بخلاف آنچه حکمائے فلسفه گفته اند، و شرطیہ اولی را واجب الصدق گمان کرده اند، و شرطیہ ثانیه را مستمع الصدق، و نفی ارادت نموده اند، صریح در ایجاب است.

تَعَالَى اللَّهُ سُبْحَانَهُ عَنْ ذَلِكَ عُلُوًّا كَثِيرًا۔ وایجابے کہ بعد از تعلّق ارادت و تخصیص احد المقدورین پیدا شود، مستلزم اختیار است، و مولد آن، نه نافی اختیار و کشف صاحب فتوحات نیز موافق رائے حکما واقع شده است، در قدرت شرطیہ اولی را واجب الصدق می داند؛ و ثانی را ممتنع الصدق، و این قول بایجاب است، ارادت بیکار می افتد که تخصیص احد المتساویین این جا منتفی است، و اگر تکوین این معنی را اثبات کنند گنجائش دارد، که از شائبہ ایجاب مبرا است۔ این فرق تدقیقی است، که بیان آن کم کے سبقت کرده است۔ علمائے ماتریدیه ہر چند این صفت را اثبات کرده اند، اما باین حدت نظر پے نبرہ اند۔ اتباع سنت سنیہ مصطفویہ، علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ، در میان سائر متکلمین، ایشان را باین معرفت ممتاز ساخته است، و این حقیر از خوشہ چینان این اکابر است۔  
 بَشَرًا اللَّهُ سُبْحَانَهُ عَلَى مُعْتَقَدَاتِهِمْ الْحَقَّةِ بِحُزْمَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالسَّلَامَاتُ آمَنَّا بِهَا وَآمَنَّا بِهَا۔

۴۲۔ منہا رویت خداوند عزوجل در آخرت مومنان را حق الہیہ است۔ این مسئلہ است کہ غیر از اہل سنت و جماعت هیچ کس از فسرق اسلامین و حکمائے فلاسفہ بجواز آن قائل نیست۔ باعث انکار ایشان قیاس غائب است بر شاہد۔ و آن فاسد است۔ مرئی ہر گاہ بچون و بچگون باشد، رویتے کہ باو تعلّق گیرد، نیز بے چون خواهد بود۔ ایمان باو باید آورد، و اشتغال بکیفیت او نباید کرد۔ این برتر را مورد بر خواص اولیایا ہر ساختہ اند



هر چند رویت نیست، اما بے رویت نیست، کائنات شراکاء - فردا همه مومنان  
 حق سبحانه و تعالی را خواهند دید چشم شراکاء هیچ درک نخواهند کرد، لا تدرکوه  
 الا بصرًا - و چیزی خواهند دریافت، علم یقینی بآنکه می بینند و التذاذیکه  
 مترتب بر رویت است، غیر این دو چیز از لوازم رویت همه مفقود است -  
 این مسئله از اعمقین مسائل کلام است، طوری عقل در اثبات و تصویر آن  
 عاجز است. متابعان انبیا از علما و صوفیه آن را بنور فرست، که مقتبس  
 از انوار نبوت است، دریافتند، و همچنین مسائل دیگر از علم کلام که عقل در  
 اثبات آنها عاجز و متحیر است، علمائے اهل سنت را بنور فرستست فقط،  
 و صوفیه را هم بنور فرست و هم کشف و شهود - فرق در میان کشف و فرست  
 اینست، همچون فرق در میان حدیثات و حیات است. فرست نظریات را  
 حدیثات می سازد، و کشف حیات، و مسائلی که اهل سنت بآنها قائل اند  
 و مخالفان ایشان که التزام طوری عقل نموده اند، از آنها منکر اند، همه از آن  
 قبیل اند، که بنور فرست معلوم گشته اند و بکشف صحیح مشهود شده - اگر  
 در بیان آن مسائل ایضاً نموده آید مقصود از آن تصویر و تنبیه است،  
 نه اثبات آنها بنظر و دلیل - چه نظر عقل در اثبات و تصویر آنها کور است -  
 عجب از علمائے که درین مسائل خود را در مقام استدلال می آرند و می  
 خواهند که بدلائل اثبات کنند و بر مخالفان حجت تمام کنند، این میسر  
 نمی شود و با تمام نیز نمی رسد - مخالفان خیال می کنند که مسائل ایشان  
 نیز در رنگ استدلال ایشان مزین و نامتام اند - مثلاً علمائے

اهل سنت استطاعت مع الفعل اثبات کرده اند. این مسئله از مسائل  
 حقه است که بنور فراست و کشف صحیح معلوم گشته است، آنا دلائل  
 که بر اثبات او آورده اند مزلیف و نا تمام است. اقوی ادله ایشان اینست  
 بر اثبات آن مسئله عدم بقائے اعراض است در دو زبان، چه اگر  
 عرض باقی باشد لازم آید قیام عرض بعرض و آن محال است. و چون این  
 این دلیل را مخالفان مزلیف و نا تمام دانسته اند یقین کرده اند که  
 آن مسئله نیز نا تمام است. ندانسته اند که مقتدائے ایشان درین مسئله  
 و در امثال این مسئله نور فراست است که مقتبس از انوار نبوت است  
 اما این تقصیر است که حدسی و بدیهی را در نظر مخالفان نظری می سازیم  
 و بتکلفات در اثبات آن می کوشیم، غایة مافی الباب. حدسی و بدیهی  
 مابین مخالفان حجت نیست. گونا باشد، غیر از اعلام و تبلیغ بر ما لازم  
 نساخته اند، هر که حسن نشائے مسلمانی دارد بے اختیار قبول خواهد کرد،  
 و هر که بے نصیب است غیر از انکار نخواهد افزود. و در میان علمائے  
 اهل سنت طریق اصحاب شیخ الاسلام شیخ ابو منصور مابعدی چه زیبا اینست  
 است، که اقتضای هر مقاصد فرموده اند و اعراض از تدقیقات فلسفیه  
 نموده بطریق نظر و استدلال بطریق فلسفی در میان علمائے اهل سنت جماعت  
 از شیخ ابوالحسن اشعری ناشی شده است، و خواسته که معتقدات اهل سنت  
 را با استدلال فلسفی تمام سازد، و این دشوار است، و دلیر ساختن است  
 مر مخالفان را بر طعن اکابر دین، و گذاشتن است طریق سلف را.



ثَبَّتْنَا لِلَّهِ سُبْحَانَهُ عَلَى مُتَابَعَةِ أَرْءِ أَهْلِ الْحَقِّ الْمُقْتَبَسَةِ مِنْ  
أَنْوَارِ النُّبُوَّةِ عَلَى صَاحِبِهَا الصَّلَوَاتِ وَالتَّسْلِيمَاتِ أَمَّهَا وَآكَلَهَا.

۴۳۔ منہا بحکمِ کریمہ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

اظهارِ این نعمتِ عظمیٰ می نماید کہ این فقیرِ یاقینے نسبت بمعقداتِ  
کلامیہ کہ بروفقِ آرائے اہل حق یعنی اہل سنت و جماعت واقع شدہ اند  
بدرجہ حصول پیوستہ است کہ در جنبِ آن یقینِ یقینے کہ نسبت باجملہ  
بدیہیات حاصل است حکمِ ظنیات بلکہ وہمیات دارد، مثلاً چون  
موازنہ می کنم یقینے را کہ نسبت بہر یک از مسائلِ کلام حاصل ست با یقینے کہ  
نسبت بوجودِ آفتاب دارم حیف می آید کہ یقینِ ثانی را نسبت بہ یقینِ  
اول اطلاقِ یقین نموده آید۔ اربابِ عقولِ این معنی را قبول کنند یا نہ،  
بلکہ البتہ قبول نہ کنند کہ این بحث درائے طورِ نظرِ عقل ست، عقل  
ظاہر میں را جز انکار ازین مقام نصیبے نیست حقیقتِ این معاملہ آنست  
کہ یقینِ کارِ قلب ست، و یقینے کہ قلب را مثلاً بوجودِ آفتاب حاصل میگردد  
بتوسطِ حواس ست، کہ حکمِ جوایس دارند، و یقینے کہ یکے از مسائلِ کلامیہ  
قلب را حاصل شدہ است، بے توسطِ احدے است کہ بطریقِ الہام  
از حضرت وہابِ جل و علا بے واسطہ تلقی نموده است و اخذ فرمودہ۔  
پس یقینِ اول بمشابہ علمِ یقینِ آمد و یقینِ ثانی بمشابہ عینِ یقین —  
شَتَّانَ مَا بَيْنَهُمَا۔ ع

مشیدہ کے بود مانند دیدہ

۴۴ - منہا چوں طالب را بمحض فضل خداوندی جل سلطانہ

ساحت سینہ اواز جمیع مرادات خالی شود، و خواستے غیر از حق سبحانہ  
 اورا نماند، دریں وقت آنچہ مقصود از آفرینش اوست میسر شدہ باشد،  
 و حقیقت بندگی بجا آویدہ - بعد ازین اگر خواہند کہ اورا برائے تربیت  
 ناقصاں باز گردانند، از نزد خود ارا دتے اورا خواہند عطا فرمود، و اختیار  
 خواہند داد، کہ در تصرفات قوی و فعلی مختار و مجاز باشد در رنگ عبودیت  
 ماذون، دریں مقام کہ مقام مخلوق با خلاق اللہ است صاحب  
 ارادہ ہر چہ خواہد برائے دیگران خواہد خواست، و مصالح دیگران منظور  
 خواہد داشت، نہ مصالح نفس خود، کما ہو حال اِرادۃ الواجب تعالیٰ  
 بَلْ لِلّٰهِ الْمِثْلُ الْعَلٰی - و لازم نیست بلکہ جائز نیست کہ این صاحب  
 ارادہ ہر چہ خواہد بوقوع آید کہ شرک است و بندگی آنرا بر نتابد - حضرت  
 حق سبحانہ و تعالیٰ جیب خود را علیہ و علیٰ اِلَیہ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ  
 می فرماید "اِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ" <sup>وَمَا يَسْتَكْبِرُ</sup>  
 ہر گاہ ارادت سید البشر در توقف افتد دیگران را چہ مجال - و ایضا  
 لازم نیست کہ جمیع مرادات این صاحب الادت مرضی حق باشند، بلکہ  
 تعالیٰ و تقدس - والا بر بعضی افعال و اقوال آں سرور علیہ و علیٰ اِلَیہ  
 الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اعتراض از حق سبحانہ نازل نمی شد، کما قالَ  
 سُبْحَانَهُ مَا كَانَ لِیِّنِّیْ - و عفو از ان گنجائش نداشت، کما قالَ تَعَالٰی  
 "عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ" چہ عفو در تقصیرات متصور است با آنکہ جمیع مرادات حق



جل و علامتِ حق سبحانه نیستند، کَالْكَفْرِ وَالْمَعَاصِي.

۴۵- منها امام من درین کار کلام الله است، ویرین درین  
دفعه امر قرآن مجید، اگر هدایت قرآن نمی بود راه بجانب عبادت معبود بحق نمی کشود

درین راه هر لطیف و الطف ندائے "انا الله" می زند، و رونده راه را  
گرفتار پرستش خود می سازد، اگر چون ست خود را بصورت بیچونی و امی نماید،  
و اگر تشبیه است خود را به هیئت تنزیه جلوه گرمی گرداند- درین جا امکان  
بوجوب متمیز است، و حدوث بقدم مختلط- اگر باطل است بصورت  
حق هویدا است، و اگر ضلالت است بشکل هدایت پیدا- بیچاره سالک  
حکیم مسافر اعلمی دارد که هر یک "هَذَا آدَبِي" گویاں رومی آمد- حضرت حق  
سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى خُود را به خَالِقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ می ستاید،  
"وَرَبِّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ" می فرماید و موقت عروج چوں این صفا  
را بر آله متخیله عرض نموده شرب اختیار با نمودند، و روبرو آواز آوردند-  
لَا جَرَمَ "لَا أَحِبُّ إِلَّا فِلِئِينَ" گویاں رُوزِهمه تافت، و قبله توجه جز  
ذات واجب الوجود نداشت- اَلْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا  
كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا اَنْ هَدَانَا اللهُ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلٌ رَبِّنَا بِالْحَقِّ.

۴۶- منها ما چهار کس بودیم در ملازمتِ خواجه خود، که  
پیش مردم در میان سائریاران امتیاز داشتیم- هر کدام ما را نسبت  
بحضرت خواجه اعتقاد علیحدّه بود و معامله جدا- این فقیر بیقین می دانست  
که مثل این صحبت و اجتماع و مانند این تربیت و ارشاد بعد از زبان

آں سرور علیہ وعلیٰ الہ الصلوٰۃ والتسلیمات ہرگز بوجہ نیامدہ  
 است۔ و شکر این نعمت بجای آورد کہ اگرچہ بشرف صحبت خیر البشر  
 علیہ وعلیٰ الہ الصلوٰۃ والسلام مشرف نشد بارے از سعادت  
 این صحبت محروم نمائد، و حضرت خواجہ ما از احوال آں سہ دیگر چنین  
 می فرمودند کہ فلانے مرا صاحب تکمیل می داند، اما صاحب ارشاد نمی  
 پندارد۔ و نزدیک مرتبہ ارشاد زیادہ از تکمیل بودہ، و فلانے بہا کارے ندارد  
 و آں دیگر را می فرمودند کہ نسبت بہا انکار دارد، و ہر کدام مارا با ندازہ  
 اعتقاد بہرہ رسید۔

باید دانست کہ اعتقاد مرید یا فضیلت پیر و کملیت او از ثمرات  
 محبت است، و از نتائج مناسبت، کہ سبب افادہ و استفادہ است۔  
 اما باید کہ پیر را بر جاعتے کہ فضل آہاد در شرع مقرر است فضل ندہد کہ  
 موجب افراط است در محبت، و آں مذموم است۔ شیخ را خرابی از افراط  
 محبت اہل بیت آمدہ، و نصاری از افراط محبت حضرت عیسی را  
 علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ابن اللہ خواندہ اند، و در خسارت ابدی  
 ماندہ، لیکن اگر براسوائے اینہا فضل بدہر مجوز مت، بلکہ در طریقت  
 واجب، و این فضل دادن نہ باختیار مرید است بلکہ اگر مرید مستعد  
 است بے اختیار دہے این اعتقاد پیدا می گردد، و بواسیلہ آں  
 کمالات پیر را کتساب می فرماید۔ اگر این فضل دادن باختیار مرید  
 باشد و تکلف پیدا کند مجوز نباشد و نتیجہ نہ بخشد۔



۴۷- منها درجه علیا در نفی اثبات بکلمه طیبه لا اله الا الله آنست که هر چه در دید و دانش و کشف و شهود در آید و هر چند تنزیه صرف و بے کیفیت محض نماید این همه در تحت لا داخل شود و در جانب اثبات غیر از تکلم بکلمه مستثنی که بمواطات قلب صادر گردد نصیب نباشد.

عناقش کار کس نشود دام باز چسب کا بنجا همیشه باد بدست است ارا  
وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابِعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَا  
عَلٰی الْاِلَهِ الصَّلٰوٰتُ وَالتَّسْلِیْمٰتُ.

۴۸- منها حقیقت قرآنی و حقیقت کعبه ربانی فوق حقیقت محمدی است علی مظهرها الصلوة والسلام والتحية، لهذا حقیقت قرآنی امام حقیقت محمدی آمد و حقیقت کعبه ربانی مسجود حقیقت محمدی گشت، مع ذلك حقیقت کعبه ربانی فوق حقیقت قرآنی است. آنجا همه بے صفی و بے رنگی است، و شیون و اعتبارات را در آن موطن گنجایش نیست، تنزیه و تقدیس را در آن حضرت مجال نه. ع  
آنجا همه آنست که برتر از بیان است

این معرفت است که هیچ یک از اهل انبیاء لب نه کشاده است  
و بر مرق و اشارت هم از آن مقوله سخن نرانده. این درویش را باین معرفت  
عظمی مشرف ساخته اند و در میان ابنائے جنس ممتاز گردانیده، کُلُّ  
ذٰلِكَ بِصَدَاقَةِ حَبِیْبِ اللهِ وَبَرَکَةِ رَسُولِ اللهِ عَلَیْهِ وَا

الصَّلَوَاتِ أَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِيمَاتِ أَكْمَلُهَا.

باید دانست که صورت کعبه همچنان که مسجود صوراً شیاست،  
حقیقت کعبه نیز مسجود حقائق آن شیاست، وَأَقُولُ قَوْلًا عَجَبًا لَمْ  
يَسْمَعْهُ أَحَدٌ وَمَا أَخْبَرَهُهُ مُخْبِرٌ بِإِعْلَامِ اللَّهِ سُبْحَانَهُ وَالْهَامِ  
تَعَالَى إِيَّايَ بِفَضْلِهِ وَكَرَمِهِ، آنکه بعد از هزار و چند سال از زبان رحلت  
آن سرور علیه و علی الیه الصَّلَوَاتُ وَالتَّحِيَّاتُ زبانی می آید که حقیقت  
محمدی از مقام خود عروج فرماید و بمقام حقیقت کعبه متحد گردد. این  
زبان حقیقت محمدی حقیقت احمدی نام یابد و مظهر ذات احد جل سلطانه  
گردد، و هر دو اسم مبارک بمشی متحقق شود، و مقام سابق از حقیقت  
محمدی خالی ماند تا زمانه که حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیه الصلوة والسلام  
نزول فرماید و عمل بشریت محمدی نماید عَلَیْهِمَا الصَّلَوَاتُ وَالتَّحِيَّاتُ  
والتَّحِيَّاتُ، در آن وقت حقیقت عیسوی از مقام خود عروج فرموده  
بمقام حقیقت محمدی که خالی مانده بود استقرار کند.

۲۹. مِنْهَا اگر کلمه طیبه لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ نمی بود، راهی

بجناب قدس خداوندی جل سلطانه که می نمود، و نقاب از چهره توحید که  
می کشود، و فتح ابواب جنات که می فرمود، کوه کوه صفات بشریه با استعمال  
کلمه این لا کنده می شود، و عالم عالم تعلقات ببرکت تکرار این نفی  
منتفی می گردد، و نفی آن آله باطله را منتفی می سازد، و اثبات آن معبود را  
برحق را جل شانه مثبت می سازد. سالک مدارج امکانی را بمقدور او  
له کوه کوه و عالم عالم کذب از کثرت است. نه کلمه آله است آینه که بدان زمین را برآینه زلالیت بکاوند.



فقط قطع می نماید، و عارف بمعارج و جوی بרכת اوار تقامی فرماید. ادست که  
 در آنجا از تجلیات افعال تجلیات صفات می برد، و از تجلیات صفات تجلیات  
 ذات می رساند.

تا بجا روی لا نروبی راه نرسی در سراسر **إِلَّا اللَّهُ**  
**وَالسَّلَامُ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى** وَالتَّزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفَى عَلَيْهِ وَعَلَى  
 إِلَيْهِ الصَّلَوَاتُ وَالسَّلَامَاتُ آمَنَّا بِهَا وَآمَنَّا بِهَا.

۵- منرها خدمت مخدوم شیخ شرف الدین منیری در مکتوبات  
 خود نوشته اند که معوذتین را در نماز فرض نباید خواند، که ابن مسعود رضی الله تعالی عنه  
 در قرآنیت این دو سوره مخالف جمهور است. پس در فرض قطعی  
 قرات آل دو سوره محسوب نباید کرد. و این فقیر هم نمی خواند، تا آنکه  
 روزی برین فقیر ظاهر ساختند، که گویا معوذتین حاضر اند، و از مخدوم  
 در باب منع قرات آنها در فرض شکایت دارند که ما را از قرآن اخراج  
 می نماید. ازاں زبان ازاں منع ممتنع گشتم، و شروع در قرات آنها  
 در فرض نمودم، هر مرتبه که آل دو سوره کریمه را در فرض می خوانم احوال  
 عجیبه مشاهده می نمایم، و الحق که چوں بعلم شریعت رجوع نموده اید منع  
 قرات آل دو سوره را در فرض وجه پیدائی شود، بلکه شبه انداختن  
 است در قطعیت این حکم مجمع علیه که مَابَيْنَ الدَّائَتَيْنِ قُرْآنٌ -  
 با آنکه ضم سوره از واجبات است که ظنی است، پس منع قرات دو سوره  
 را اگر چه ظنی باشد، وَلَوْ عَلَى فَرَضِ الْمُحَالِ، هیچ وجه نباشد که

قرارت آنها بطریق ضم با فاتحه است، فالعجب من الشیخ المقتدی  
مثل هذا الكلام کل العجب والصلوة والسلام علی سید البشر  
والله الاظهر.

۵۱- منها حظ وافر از طریق صوفیه بلکه از ملت اسلام کے  
راست کہ فطرت تقلید و جبلت متابعت دروے بیشتر است۔  
مدارِ کارِ اینجابر تقلید است، و مناطِ امر دریں موطن بر متابعت تقلیدِ انبیاء  
علیہم الصلوات والتسلیمات بدرجاتِ علیا می رساند، و متابعت  
اصفیا بمعارجِ عظمی می برد۔ ابو بکر چون ایں فطرت را بیشتر داشت  
بے توقف بسعادت تصدیق نبوت مساعیت فرمود و رئیس صدیقان  
آمد، و ابو جہل لعین چون استعداد تقلید و تبعیت کمتر داشت، باں  
سعادت مستبعد نگشت و پیشوائے ملعونان شد۔

مرید ہر کمال را کہ می یابد از تقلیدِ پیر خود می یابد، خطائے پیر  
بہتر از صواب مرید است۔ ازین جاست کہ ابو بکر طلب سہو و سہو سہو  
علیہ الصلوٰۃ والسلام می نماید کہ یَا لَیْتَنِی کُنْتُ سَہُو فُحْمَدٍ و حضرت پیغمبر  
در شان بلال فرمودہ اند کہ سَیْنُ بِلَالٍ عِنْدَ اللّٰهِ شَیْنٌ کہ بلال عجمی  
بود در اذان اشہد می گفت بسین ہملہ و نزد خدائے عزوجل علامہ اشہد  
او اشہد است، پس خطائے بلال بہتر از صواب دیگران باشد۔

ع براشہد تو خندہ زندا سہد بلال

از عزیزے شنیدہ ام کہ می گفت بعضے از ادعیہ کہ از مشائخ



منقول است، و اتفاقاً آن مشایخ در بعضی آن ادعیه خطا کرده اند و محرف خوانده، اگر متابعان ایشان آن ادعیه را بهمان صرافت که مشایخ خوانده اند بخوانند تا شرمی بخشد، و اگر درست کرده بخوانند از تاثیر خالی نمی ماند.

ثَبَّتْنَا اللَّهُ سُبْحَانَهُ عَلَى تَقْلِيدِ أَنْبِيَائِهِ وَمُتَابِعَةِ أَوْلِيَائِهِ بِحُرْمَةِ حَبِيبِهِ عَلَيْهِ وَعَلَى جَمِيعِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ وَعَلَى مُتَابِعِيهِمُ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيمَاتُ -

۵۲ - منها محمد رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم سيد المرسلين است عليه وعليهم الصلوات والتسليمات فكيف سائر البشر و حضرت عیسی و موسی را علیهم الصلوات والتسليمات والتحيات اگر چه از مقام تجلی ذات نصیب است علی قَدَرِ الْمُرْتَبَةِ وَالْإِسْتِعْدَادِ - قَالَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى خُطَابًا لِلْمُؤْمِسِيِّ وَأَصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي " اَیْ لَدَا اَتِي و حضرت عیسی علیه السلام روح الله است و کلمه او ست سبحانه و کثیر المناسبت است بآن سرور علیه الصلوة والسلام، اما حضرت ابراهیم علی نبینا و علیه الصلوة والسلام با وجود آن که در مقام تجلی صفات است - اما حدیده البصر است - شان خاصه که پیغمبر را در مقام تجلی ذات پسر شده است، حضرت ابراهیم را در مقام تجلی صفات حاصل گشته، مَعَ التَّفَاوُتِ الْإِسْتِعْدَادِي بَيْنَهُمَا - پس باین اعتبار از حضرت عیسی و موسی افضل باشد و حضرت عیسی از حضرت موسی افضل است، و رتبه او فوق حضرت موسی است، و حدیده البصر است و ناقد النظر بعد از ایشان حضرت

نوح است علی نبینا وعلیه الصلوٰۃ والسلام و مقام حضرت نوح در مقام صفات هر چند بالاتر از مقام حضرت ابراهیم است، اما حضرت ابراهیم را در این مقام شان خاص است و حدت بصرت که دیگرے را نیست، لیکن اولاد کرام ایشان را از این مقام نیز نصیب است به تبعیت و فریت، و حضرت آدم بعد از حضرت نوح است، عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلٰی جَمِیْعِهِمُ الصَّلٰوٰتُ وَالتَّسْلِیْمٰتُ هٰذَا اِمَّا عَلَیَّ رَبِّیْ وَالْهِمْنِیْ بِفَضْلِهِ وَكَرَمِهِ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ سُبْحٰنَهُ۔

### ۵۳۔ منها سألکے کہ سیر او در تفصیل اسماء و صفات افتاد

بلاه وصول او بحضرت ذات جل سلطانه مسدود گشت، چه اسماء و صفات را نهایت نیست، تا بعد از قطع آنها بمقصد اقصیٰ تواند رسید۔ مثلاً از این مقام خبر داده اند که مراتب وصول را نهایت نیست، زیرا که کمالات محبوب نهایت ندارد، و مراد از وصول این جا وصل اسمائی و صفائی است سعادت مند کسے است که سیر او در اسماء و صفات بطریق اجمال واقع شده و بسرعت و اصل حضرت ذات تعالیٰ و تقدس گشته۔ و اصلان ذات را بعد از وصول بنهایت نهایت رجوع بدعوت لازم است، و عدم رجوع آن موطن منصوره، بخلاف متوسطان که بعد از وصول شان بنهایت آن استعداد خود رجوع لازم نیست، تواند بود که رجوع نمایند و تواند بود که اقامت و رزق پس مراتب وصولی شتهیا را بتمام متصور است بلکه لازم، و مراتب وصولی متوسطان را که تفصیل اسماء ۵۵ ذاتی رفته اند نهایت نه،



این علم از جمله علوم مخصوصه این فقیر است. وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللَّهِ سُبْحَانَهُ.  
 ۵۴. منها مقام رضا فوق جمیع مقامات ولایت است،  
 و حصول این مقام عالی بعد از تمامی سلوک و جذبه است، اگر پرسند که  
 رضا از ذات حق سبحانه و از صفات او تعالی و از افعال او سبحانه واجب است  
 و در نفس ایمان ما خود، پس عامه مومنان را از آن چاره نبود پس حصول آنرا  
 بعد از تمامی سلوک و جذبه معنی چه باشد؟

در جواب گوئیم که رضا را صورتی است و حقیقتی در رنگ سایر ارکان  
 ایمان، در او ائلی تحقق صورت است و در نهایت تحقق حقیقت، و چون منافی  
 رضا ظاهر نشود ظاهر شریعت حکم بحصول رضای فرایده در رنگ تصدیق  
 قلبی که چون منافی تصدیق یافته نشود حکم بحصول تصدیق می کنند،  
 وَمَا لَنَا بِصَدَقَةِ حُصُولِ حَقِيقَةِ الرِّضَا لَا صُورَةَ قَالُوا  
 سُبْحَانَهُ أَعْلَمُ.

۵۵. منها سعی باید کرد که عمل به سنت پیوسته شود و اجتناب  
 از بدعت، علی الخصوص بدعتی که رافع سنت باشد، قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ  
 وَالسَّلَامُ مَنْ أَحْدَثَ فِي دِينِنَا هَذَا أُمْرٌ وَرَدٌ. عجب می آید از حال  
 جماعتی که در دین با وجود اكمال و اتمام آن چیزها احداث می کنند و بآن  
 مهمنات تکمیل دین می جویند و پاک ندارند از آنکه مباد ازین مخترع رفع  
 سنت شود. مثلاً ارسال فتن بین الکتفین سنت است، جمع ارسال  
 فتن را در جانب بسیار اختیار کرده اند، و باین عمل تشبه بموتی منظور داشته

وخلق کثیر بالایشان درین فعل اقتدا نموده، ندانسته اند که این عمل رفیع سنت می نماید و از سنت به بدعت می برد و بکرم می رساند. شبیه بحمد رسول الله صلی الله تعالی علیه وآله وسلم بهتر است یا شبیه بموتی، اوست صلی الله تعالی علیه وآله وسلم که مشرف شده بموتی که پیش از موت است، اگر شبیه میت جویند هم با و سزاوارست.

عجب کار است که در کفن میت عمامه هم بدعت است، چه جائی فتنه او و بعضی از متاخران که عمامه در کفن میت که از علما باشد مستحسن داشته اند نزد فقیر زیادتی کردن نسخ است، و نسخ عین رفیع، تَبَتَّنَا اللَّهُ مُبَحَّانَةً عَلَى مُتَابَعَةِ السَّنَةِ السَّيِّئَةِ الْمُصْطَفَوِيَّةِ عَلَى مَصْدَرِهَا الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَيَرْحَمُ اللَّهُ عَبْدًا قَالًا أَمِيئًا.

۵۶- **منها** روزه احوال جنیاں را برین درویش منکشف ساختند، دید که جنیاں در کوچه ها در رنگ مردم می گردند، و بر سر هر جن فرشته است موکل، و آن جن از ترس موکل خود سر نمی تواند برداشت، و زمین و یسار خود نظرنمی تواند انداخت، در رنگ مقیدان و محبوسان می گشتند و اصلاً مجال مخالفت نداشتند، اِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبِّي شَيْئًا. و در آن وقت آنچه چنان معلوم می شد که گویا بر دست موکل گزیت آهنی، که اگر از جن اندک مخالفت احساس نماید، بیک ضرب کار او را کفایت کند.

خدائے که بالاولیست آفرید

زبردست هر دست دست آفرید

له یعنی نیلند بر قدر منون نسخ آن قدرست و نسخ آن رفیع سنت است.



## ۵۷- منها ولی هر کمالی که می یابد و هر درجه که می رسد بطیفیل

متابعیت نبی خودست، علیه الصلوة والسلام - اگر متابعت نبی نمی بود  
نفس ایمان رونمی نمود، و راه بدرجات علیا از کجایم کشود - پس اگر دلی را  
فضله از فضائل جزئیة حاصل شود که نبی را حاصل نبوده، و درجه خاص از  
درجات علیا میسر شود، که نبی نه داشته باشد، نبی را نیز از آن فضل جزئی و  
خاص از آن درجه خاص نصیب کامل است، چه حصول آن کمال بواسطه  
متابعیت آن نبی است، و نتیجه است از نتائج اتباع سنت او - پس ناچار  
نبی را از آن کمال بهره تمام باشد، مَكَافَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مَنْ  
سَنَّ سُنَّةَ حَسَنَةٍ فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا - لیکن ولی در حصول  
این کمال سابق است، و در وصول باین درجه مقدم، و این قسم فضل دلی را  
بر نبی جائز داشته اند که جزئی است که مجال معارضه بکلی ندارد، و آنچه  
صاحب فصوص می گوید که خاتم الانبیاء علوم و معارف را از خاتم الولايت  
اخذ می کند، راجع باین معرفت است که این فقیر را بآن ممتاز ساخته اند  
و سر موافق شریعت است، و شرح فصوص در تصحیح آن تکلف نموده اند  
و گفته اند که خاتم الولايت خزینه دار خاتم النبوت است، اگر پادشاه از  
خزینه خود چیزی بگیرد هیچ نقص لازم نیاید، وَحَقِيقَةُ الْأَمْرِ مَا حَقَّقَتْهُ  
وَمَنْشَأُ التَّكْلِيفِ عَدَمُ الْوُصُولِ بِحَقِيقَةِ الْمَعَامِلَةِ وَاللَّهُ سُبْحَانَهُ  
أَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْأُمُورِ كُلِّهَا وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْبَشَرِ  
وَالْوَالِ الْأَظْهَرِ -

۵۸. منها ولایت ولی جزئیست از اجزائے ولایت نبی و اولاد

علیه الصلوة والسلام، ولی را هر چند درجات علیا ستر شود آں درجات  
جزئیست از اجزائے درجات آن نبی خواهد بود، جزیره چند عظمت پیدا کند آن  
کثر از کل خواهد بود، که اَلْکُلُّ اَعْظَمُ مِنَ الْجُزْءِ "قضیه بدیهیه است" یا چنانچه  
احتمق باشد که کلانی جزو انجیل نموده از کل افزود داند، که کل عبارت  
از آن جزو و از اجزائے دیگر است.

۵۹. منها صفات واجبی تعالت و تقدست سه قسم اند

قسم اول صفات اضافیه اند کَالْحَالِقِیَّةِ وَالرَّازِقِیَّةِ. و قسم ثانی صفات  
حقیقیه اند امارت از اضافت دارند، کَالْعِلْمِ وَالْقُدْرَةِ وَالْاِسْرَادَةِ وَ  
السَّمْعِ وَالْبَصَرِ وَالْکَلَامِ، و قسم ثالث حقیقت صرف است، کَالْحَيَوَةِ  
فَیْنَمَا لَا فَرْجَ فِیْهِ مِنَ الْاِضَافَةِ وَنَحْنُ بِالْاِضَافَةِ التَّعَلُّقِ بِالْعَالِمِ  
و قسم ثالث اعلای اقسام ثلثه است، و جامع ترین جمیع اقسام و از اقسام  
صفات، صفت علم با وجود جامعیت تلعب صفت حیات است، و دائرة  
صفات و شیونات بحیات منتهی می گردد، و دروازه وصول بمطلوب هم او است  
و چون صفت حیات فوق صفت علم است، لاجرم وصول بآن موطن بعد  
از طی مراتب علم خواهد بود، علم ظاهر باشد یا باطن، علم شریعت باشد یا  
طریقت، و کسی که داخل آن دروازه شده است اقلی قلیل است، از  
پس کو چنانظر با بدون انداخته اند، و آن جماعه هم اقلان اند. اگر روزه  
از اسرار این مقام گویم قُطْعَ الْبُلْعُومِ



وَأَدْرِمُنْ بَعْدَ هَذَا مَا يَدْرِي صِفَاتُهُ ۖ وَمَا كَلَّمَهُ أَحَظُّ لَدَيْهِ وَأَجْمَلُ  
وَالسَّلَامُ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الرَّهْدَى وَالتَّرَمُّ مُتَابِعَةُ الْمُصْطَفَى عَلَيْهِ وَعَلَى  
إِلِهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ.

۶۰. منها حضرت حق سبحانه و تعالیٰ از مثل منزّه است.  
لیس کیشیه شئی - اما مثال جائز داشته اند و مثل تجویز نموده - و لله المثل  
الاغلی - ارباب سلوک و اصحاب کشف را تسلی بمثال می دهند و آرام  
بخیاں می بخشد بے چون را بمثال چوں و امی نمایند، و خوب را بصورت  
امکان جلوه گرمی سازند - بیچاره سالک مثال را عین ذی مثال می انگارد  
و صورت را عین ذی صورت - ازین جاست که صورت احاطه حق سبحانه و تعالیٰ  
را در اشیا می بیند، و مثال آن احاطه را در عالم مشاهده می نماید، و خیال  
می کند که مشهود حقیقت احاطه حق است سبحانه نه چنین است، بلکه احاطه  
او تعالیٰ بے چون و بے چگون است و منزّه است، ازاں که در مشهود درآید  
و مکشوف احدی گردد - و ایمان آریم که او سبحانه محیط است بهر شے - اما  
احاطه او را ندانیم که چیست - و آنچه دانیم شبه و مثال آن احاطه است،  
و هم برین قیاس است قرب او تعالیٰ و معیت او سبحانه که مشهود و مکشوف  
از آنها شبه و مثال است، نه حقیقت، بلکه حقیقت آنها مجهول الکفایت  
است - ایمان آریم که او تعالیٰ قریب است و با ما است، اما ندانیم که حقیقت  
قرب و معیت او تعالیٰ چیست - و تواند بود که آنچه در حدیث نبوی آمده،  
عَلَيْهِ وَعَلَى إِلِهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، «يَتَجَلَّى رَبُّنَا ضَاحِكًا»

با اعتبار صورت مثالی باشد - چه حصول کمال رضا در مثال بصورت ضحک  
نموده باشد، و اطلاق ید و وجه و قدم و اصبع نیز تواند بود که با اعتبار  
صورت مثالی باشد - هَكَذَا عَلَّمَنِي رَبِّي وَاللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ  
يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ - وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى سَيِّدِنَا  
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَبَارَكَ -

۶۱ - منها اگر در عبارت آن عالی حضرت که در بیان احوال  
مواجید و علوم و معارف است تناقض و تدافع مفهوم گرفته و حمل  
بر اختلاف اوقات و تنوع اوضاع باید نمود، چه در هر وقت احوال و  
مواجید علیحدّه است، و در هر وضع علوم و معارف جداست، پس  
فی الحقیقت تناقض و تدافع نباشد - مثل این مثل احکام شرعی است،  
که بعد از نسخ و تبدیل احکام متناقضه می نمایند، و چون اختلاف  
اوقات و اوضاع را ملاحظه نموده آید آن تناقض و تدافع مرتفع می گردد -  
وَلِلَّهِ سُبْحَانَهُ حِكْمٌ وَمَصَاحِرٌ فِي ذَلِكَ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِينَ  
وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَبَارَكَ -

قَالَ الْعَبْدُ الضَّعِيفُ الْجَائِعُ لِهَذِهِ التَّكَاتِ الْبَدِيعَةِ الرَّابِعَةِ  
مُحَمَّدِ بْنِ الصِّدِّيقِ الْبَدِخَشِيِّ الْكُشْمِي الْمَلَقَبُ بِالْهَدَايَةِ - قَدْ  
وَقَعَ الْفَرَاغُ عَنْ تَسْوِيدِ هَذِهِ الْمَعَارِفِ الْعَالِيَةِ الشَّرِيفَةِ الْمُسَمَّيَةِ  
بِالْمُبْدَأِ وَالْمَعَادِ فِي آخِرِ شَهْرِ رَمَضَانَ الْمُبَارَكِ حِينَ الْإِعْتِكَافِ  
سَنَةِ أَلْفٍ وَتِسْعَةِ عَشَرَ -



## رباعی

این نسخه که مبدأ و معاد است بنام زانفاس نفیس حضرت فخر کرام  
چون کرد هدایت اقتباس از صدق در سال هزار و نوزده گشت تمام

صدیق هدایت که شدش چرخ بکام مانا که ز صدق شد هدایت فرجام  
ازین خود چه عجب و لیک تحقیق این است کز جوش شراب احمدی یافته جام

—————

از حضرت داکتر غلام مصطفی خان صاحب رطله العالی -

له "چون کرد هدایت انعقاد" از سر صدق  

$$9 \quad 2 \quad 9 \quad + \quad 9 \quad = \quad 1019 \text{ م}$$

این خود چه عجب و لیک تحقیق این است ۵۲

"هم نوش از شراب احمدی" یافته "جام"  

$$5 \quad 4 \quad 9 \quad + \quad 47 \quad = \quad 1019 \text{ م}$$

اردو ترجمہ

# مبدأ و معاد

از

حضرت مولانا حاجی حافظ سید زرار حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مؤلف عمدة السلوك عمدة الفقه وغيره

نوٹ: اردو ترجمے کے حاشیے پر اصل فارسی صفحات کے نمبر دیئے گئے ہیں تاکہ قارئین کرام بوقت ضرورت اصل متن سے مطابقت کر سکیں۔



## بسم اللہ الرحمن الرحیم

۵ **خطبہ** | اَحْمَدُ اللّٰهُ فِي الْمَبْدَا وَالْمَعَادِ وَاصَلِّ عَلَىٰ جَنِّيهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ  
الْاَتْحَادِ (یعنی: میں ابتداء اور انتہا میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں اور اس کے  
جیب محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کی بزرگ اولاد پر درود بھیجتا ہوں۔)  
حمد و صلوٰۃ کے بعد عرض ہے کہ یہ ایک پُر فضیلت رسالہ ہے  
جو لطیف و خوش آئند اشارات اور دقیق و بلند مرتبہ اسرار پر مشتمل ہے  
اس کے مصنف بہت بڑے امام، بندوں پر اللہ کی حجت، اقطاب اور

سلہ (نوٹ: یہ خطبہ سیفی مرحوم اور ادارہ سنیہ مجددیہ لاہور کے مطبوعہ نسخوں میں مائشہ پر راجح ہر جگہ ترجمہ ملاحظہ ہو)  
سب تعریف اللہ تعالیٰ کیلئے ہے جس نے ہم پر انعام کیا اور ہم کو اسلام کی طرف ہدایت دی اور ہمیں  
حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں بنایا۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد عرض ہے کہ یہ بلند  
معرفتیں ہیں جو بہت بڑے امام، اولیا و اصفیاء کے پیشوا، اقطاب ابدال کے قبلہ، احاد و افراد کے  
پرورش کرنے والے، ہمارے شیخ اور امام حضرت شیخ احمد فاروقی نقشبندی، اللہ تعالیٰ ان کے سایہ  
طابین کے سر پر دراز فرمائے، کے پاک نفوس سے اقتباس کئے گئے ہیں جو کہ اس حقیر ادنیٰ ترین بندہ  
اس درگاہ عالیہ کے خادم، محمد صدیقی بدخشی جس کا لقب ہدایت ہے، جمع کر کے تحریر کے احاطہ میں  
لایا ہے۔ امید ہے کہ یہ معارف حقیقت کے راستوں پر چلنے والے سمجھ دار لوگوں کی سمجھ کی قوت کو  
بڑھانے والے ہوں گے اور ہر شخص اپنی قابلیت کے مطابق ان سے نفع حاصل کرے گا۔ واللہ المستعان  
علیٰ ماتصفون۔ (اور جو چیز تم بیان کرتے ہو ان میں اللہ تعالیٰ مرد فرمائے)۔

اوتاد کے پیشوا، ابدال اور افراد کے قبلہ، سبع مثانی (یعنی سورۃ فاتحہ) کے اسرار و موزک و وضاحت کے ساتھ بیان فرمانے والے، حضرت مجدد العین ثانی، اویسی، رحمانی، عارف ربانی، اسلام اور مسلمانوں کے شیخ، ہمارے شیخ اور ہمارے امام شیخ احمد جو نسبتاً فاروقی، مذہباً حنفی اور مشرباً نقشبندی ہیں، حق سبحانہ و تعالیٰ ان کی ہدایت کے آفتابوں کو بزرگی کے افق پر ہمیشہ تاباں رکھے اور لوگ ان کے فیوض و برکات کے چمنستان میں ہمیشہ مصروفِ گلگشت رہیں۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْهِ التَّكْلَانُ۔  
(ترجمہ: اللہ ہی مددگار ہے اور اسی پر بھروسہ ہے)۔

### ۱۔ منہا (مجلد ان اشارات کے یہ ہے کہ)

جذبہ و سلوک کا حصول | جب اس فقیر (یعنی خود بنفس نفیس حضرت امام ربانی مجدد العین ثانی قدس سرہ) کو اس راہ (سلوک) کا شوق پیدا ہوا تو حق تعالیٰ جلّ سلطانہ کی عنایت نے مجھے سلسلہ حضرات نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے ایک بزرگ خلیفہ (حضرت خواجہ باقی باشر قدس سرہ) کی خدمت میں پہنچا دیا۔ وہیں سے میں نے ان بزرگوں کے طریقے کو اخذ کیا اور ان بزرگ کی صحبت اختیار کی۔ ان بزرگ کی توجہ کی برکت سے حضرات منہا خواجگان نقشبندیہ کا وہ جذبہ جو صفتِ قیومیت میں کمالِ فنا حاصل ہونے سے پیدا ہوتا ہے اس فقیر کو حاصل ہوا، اور اندراجِ النہایت فی البدایت سے بھی کیس قدر سیرانی نصیب ہوئی۔ جب یہ جذبہ اچھی طرح پختہ ہو گیا تو سلوک میں مجھے قرار حاصل ہوا، اور میں نے اس راہ کو شیرِ خدا



حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی روحانی تربیت کے ذریعہ انجام تک پہنچایا۔  
 بیان عروج و تائید | یعنی مجھے اس اسم تک عروج حاصل ہو گیا جو میرا مربی  
 حضرات خلفا و مشائخ | یعنی پرورش کنندہ تھا۔ اور پھر حضرت خواجہ نقشبند  
 قدس سرہ کی روحانیت کی مدد سے اس اسم سے قابلیتِ اولیٰ کے درجے تک  
 عروج حاصل کیا جسے حقیقتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے  
 تعبیر کیا جاتا ہے۔ . . . . . اور پھر اس کے بعد مجھے  
 حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روحانی دستگیری سے اُس  
 قابلیتِ اولیٰ سے بھی بلندی نصیب ہوئی، اور وہاں سے پھر میں اس مقام  
 تک پہنچ گیا جو اُس قابلیت سے بھی بلند تر ہے۔ یوں سمجھنا چاہئے کہ یہ  
 قابلیت گویا اس مقام کی خصوصی تفصیل ہے اور وہ مقام اس کا  
 اجمال ہے، یہ مقام، اقطابِ محمدیہ کا مقام کہلاتا ہے اور اس فقیر کو اس  
 مقام تک ترقی حضرت ختمی مرتبت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ  
 کی روحانی تربیت سے حاصل ہوئی، اس مقام تک پہنچنے کے وقت اس  
 فقیر کو حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہ کی روحانیت سے بھی  
 ایک گونہ ارادہ حاصل رہی، جو حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ اسرارہ  
 سے حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کا اسمِ گرامی محمد بن محمد ہے حضرت خواجہ نقشبند  
 کے اجل خلفائے سے تھے۔ چنانچہ اپنی حیات ہی میں خواجہ بزرگ نے اپنے بہت سے مریدوں  
 کی ہدایت کا کام آپ کو سپرد کر دیا تھا۔ علمِ شریعت میں بھی کامل تھے اور اتباعِ سنت اور عمل میں  
 غزیتِ ایک خاص شان رکھتے تھے، ۲۰ رجب ۸۷۵ کو یومِ چہار شنبہ بوقتِ شب وفات ہوئی  
 مزارِ بارک موضعِ جانیان اناوار النہر میں ہے۔

کے خلیفہ اور خود قطب ارشاد ہیں۔ اقطاب کا انتہائے عروج اسی مقام تک ہے اور دائرہ ظلیت بھی اسی مقام تک پہنچ کر ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد اصل خالص کا مقام ہے یا اصل اور ظل ملے ہوئے ہیں۔ افراد کی ایک جماعت کو اس دولت تک پہنچنے کا امتیاز حاصل ہے۔ بعض اقطاب کو بھی افراد کی صحبت کے ذریعے سے اس مقام متمرج (یعنی اصل ظل آمیز) تک عروج حاصل ہو جاتا ہے جہاں انھیں اس اصل ظل آمیز (متمرج بہ ظل) کا مشاہدہ میسر ہو جاتا ہے۔ لیکن اصل خالص تک پہنچ جانا یا اصل خالص کا بتلاؤں تہذیبات مشاہدہ کرنا صرف افراد ہی کا خصوصی امتیاز ہے۔ ذَلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَن یَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ (یعنی یہ خدا کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اور اللہ بہت ہی بڑے فضل والا ہے)۔

اور اس فقیر کو اس مقام تک پہنچ جانے کے بعد جو اقطاب کا مقام کہلاتا ہے، سر داری دین دنیا علیہ الصّٰت والتّسلیمات المبارکات والتّحیات النامیات کی جانب سے قطبیّت ارشاد کی خلعت عطا ہوئی، اور مجھے اس منصب پر سرفراز فرمایا گیا۔ اس کے بعد پھر عنایتِ خداوندی جل شانہ و عم احسانہ شامل حال ہوئی تو اس مقام سے مزید بلندی کی طرف متوجہ فرمایا گیا چنانچہ ایک مرتبہ اصل ظل آمیز تک رسائی حاصل ہوئی اور اس مقام میں بھی گزشتہ مقامات کی طرح فنا اور بقا نصیب ہوئی، اور پھر وہاں سے اصل کے مقامات تک ترقی عطا فرمائی گئی، حتیٰ کہ اس فقیر کو مقام



اصل الاصل تک پہنچا دیا گیا۔ اس آخری عروج میں جو کہ مقامات اصل کا عروج ہے اس فقیر کو حضرت غوث الاعظم محی الدین شیخ عبدالقادر قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس کی روحانیت کی امداد حاصل رہی اور ان کی قوت تصرف نے ان تمام مقامات سے گذار کر اصل الاصل کے مقام تک واصل فرمادیا اور پھر وہاں سے مجھے اس دنیا کی طرف واپس کر دیا گیا جیسا کہ اس سے پہلے بھی ہر مقام سے واپس کرتے رہے تھے۔

اور اس فقیر کو اس نسبتِ فرویت کا سرمایہ جس کے ساتھ آخری عروج مخصوص ہے اپنے والد (مخدوم عبدالاحد قدس سرہ) سے حاصل ہوا تھا اور میرے والد ماجد کو یہ نسبت اپنے ایک عزیز (بزرگ حضرت شاہ کمال قادری قدس سرہ) سے جو جذبہ قوی کے مالک تھے اور کرامات و خوارقِ عادات میں مشہور تھے حاصل ہوئی تھی۔ لیکن یہ فقیر اپنی بصیرت کی کوتاہی اور اس نسبت کے محض گاہے ظہور پذیر ہونے کی وجہ سے سلوک کی منزلیں طے کر لینے سے پہلے تک اس نسبت کو اپنے اندر نہیں پاتا تھا اور نہ اس بات کا قطعاً کوئی علم تھا کہ یہ نسبت مجھے حاصل ہے۔ نیز اس فقیر کو عباداتِ نافلہ خصوصاً نفل نمازیں ادا کرنے کی توفیق بھی والد ماجد ہی کی مدد سے حاصل ہوئی تھی اور میرے والد ماجد کو یہ سعادت اپنے شیخ (یعنی حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ) اور ان کے صاحبزادے شاہ رکن الدین قدس سرہ) سے حاصل ہوئی تھی جو چشتیہ سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے۔

**علم لدنی کا حصول** | نیز اس فقیر کو علوم لدنی کی توفیق حضرت خضر علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی روحانیت سے حاصل ہوئی۔ لیکن یہ صورت حال اس وقت تک ہی رہی جب تک کہ میں مقام اقطاب سے نہیں گزر گیا۔ مگر اس مقام سے گزر جانے اور بلند تر مقامات میں ترقیاں حاصل کر لینے کے بعد علوم کا حصول خود اپنی حقیقت سے ہونے لگا، یعنی علوم اپنی ذات میں خود بخود اپنی ذات ہی سے حاصل ہونے لگے، کسی غیر کی مجال نہ رہی کہ وہ درمیان میں آ سکے۔

**بیان نزول و تائید** | اور نیز اس فقیر کو نزول کے وقت میں جس کو **مشائخ سلاسل مختلفہ** | سیر عن اللہ باللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، دوسرے سلسلوں کے مشائخ کے مقامات پر بھی عبور حاصل ہوا اور ہر مقام سے میں نے کافی حصہ حاصل کیا۔ اور ہر مقام کے مشائخ میرے کام میں معاون و مددگار ہوئے اور انھوں نے اپنی اپنی نسبتوں کے بہترین انتخابات سے ایک بڑا حصہ مجھے عطا فرمایا۔ سب سے پہلے اکابرِ حقیقیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے مقام پر عبور حاصل ہوا اور اس مقام پر ایک بہت بڑا حصہ مجھے نصیب ہوا۔ ان مشائخِ عظام میں سے حضرت خواجہ قطب الدینؒ کی روحانیت نے دیگر مشائخ سے کہیں زیادہ میری امداد فرمائی۔ اور سچ یہ ہے کہ یہ حضرت اس مقام میں بڑی شان کے مالک ہیں، بلکہ اس مقام کے رئیس ہیں۔

اس کے بعد اکابرِ کبرویہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے مقام پر گزرے، دونوں مقامات عروج کے اعتبار سے مساوی درجہ کے ہیں۔ لیکن یہ مقام



فوق سے تزلزل کرتے ہوئے اس شاہراہ کے دائیں جانب پڑتا ہے اور پہلا مقام اس صراطِ مستقیم کے بائیں جانب پڑتا ہے۔ اور یہ شاہراہ (یا صراطِ مستقیم) وہ راستہ ہے کہ اقطابِ ارشاد میں سے بعض اکابر اسی راستہ سے فردیت کے مقام تک پہنچتے ہیں اور آخری انتہا تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں۔ اقرارِ تنہا (یعنی بلا قطبیت) کا راستہ دوسرا ہے بغیر قطبیت کے اس راہ سے گذرنا ممکن نہیں ہے۔ یہ مقام، مقامِ صفات اور اس شاہراہ کے درمیان میں واقع ہوا ہے۔ گویا کہ یہ مقام ان دونوں مقامات کے درمیان میں ایک برزخ ہے جسے دونوں طرف سے فیوض و برکات کا حصہ ملا ہے۔ اور پہلا مقام اس شاہراہ کے دوسری جانب واقع ہوا ہے جو صفات سے کم مناسبت رکھتا ہے۔

اکابرِ سہروردیہ کے اس کے بعد اکابرِ سہروردیہ کے مقام پر عبور حاصل ہوا جس کے رئیسِ طریقہ حضرت شیخ شہاب الدین **مقام کی خصوصیات** قدس سرہ تعالیٰ اسراریم ہیں، یہ مقام ابتلاءِ سنت کے نور سے آراستہ و پیراستہ ہے، علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام والتجۃ۔ اور مشاہدہ فوق الفوق (بہر تر از برتر) کی نورانیت سے مزین ہے اور عبادتوں کی توفیق اس مقام کی رفیق ہے (یعنی اس مقام والوں کو حاصل ہے) بعض سالکوں کو جو ابھی اس مقام تک نہیں پہنچے اور عباراتِ نافلہ میں مشغول اور اس پر مطمئن ہیں انھیں بھی اس مقام کی مناسبت کے ذریعہ سے اس مقام کا کچھ حصہ نصیب ہوا ہے، بلا واسطہ عباداتِ نافلہ اس مقام کے مناسب

ہیں۔ دوسرے لوگوں خواہ وہ مبتدی ہوں یا منتہی اسی واسطے اس مقام کے ساتھ مناسبت ہے۔ اور یہ مقام نہایت ہی عجیب و غریب ہے۔ جو نورانیت اس مقام میں مشاہدہ میں آتی ہے دوسرے مقامات میں بہت کم ہے۔ اس مقام کے مثل نوح بوجہ کمال ابتلاء کے نہایت عظیم الشان اور بلند مرتبہ ہیں اور اپنے ہم جنسوں میں پوری طرح پر ممتاز ہیں۔ جو کچھ ان حضرات کو اس مقام میں میسر ہوا ہے وہ دوسرے مقامات میں میسر نہیں ہے۔ اگرچہ عروج کے اعتبار سے وہ مقامات اس مقام سے بلند ہیں۔

نزول بمقام جذبہ | اس کے بعد مجھے مقام جذبہ میں نزول حاصل ہوا اس مقام میں بے شمار جذبات کے مقامات شامل ہیں۔ پھر اس مقام سے بھی نیچے نزول ہوا۔ نیچے نزول ہونے کے جو مراتب ہیں ان کی انتہا مقام قلب پر ہوتی ہے جو ایک حقیقت جامعہ ہے، اور ارشاد و تکمیل کا تعلق اسی مقام تک نزول ہونے پر ہے۔ چنانچہ مجھے اس مقام پر نزول حاصل ہوا۔ اس سے پیشتر کہ مجھے اس مقام میں قرار و پختگی حاصل ہو پھر ایک عروج نصیب ہوا۔ اس وقت میں نے سایہ کی طرح اصل کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔ اس عروج سے جو مقام قلب میں نصیب ہوا مجھے پوری پختگی حاصل ہو گئی۔ والسلام۔

۲۔ منہا

قطب الارشاد اور اس کا فیضانِ عام | قطب ارشاد جو فردیت کے کمالات کا بھی جامع ہوتا ہے، بہت ہی کم پایا جاتا ہے۔ بہت صدیوں اور



نہانوں کے بعد اس اندان کا کوئی جوہر ظاہر ہوتا ہے اور یہ دنیائے تاریک  
 اس کے ظہور کے نور سے منور ہو جاتی ہے۔ اور اس کی ارشاد و ہدایت کا  
 نور ساری دنیا کو محیط ہو جاتا ہے۔ عرش کے دائرہ سے زمین کے مرکز تک  
 جس کو بھی رشد، ہدایت، ایمان اور معرفت حاصل ہوتی ہے، اسی کے  
 واسطے سے حاصل ہوتی ہے اور اسی کی ذات سے مستفاد ہوتی ہے، اس  
 کے واسطے کے بغیر کوئی شخص بھی اس دولت تک رسائی نہیں پاسکتا۔  
 مثال کے طور پر اس کا نور ہدایت ایک بحر بیکراں کی صورت میں پوری دنیا  
 کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہوتا ہے۔ اور وہ دریا گویا کہ منجمد (جماد) ہوا  
 بستہ ہے کہ اس میں مطلقاً کوئی حرکت نہیں۔ جو شخص اس بزرگ کی طرف  
 متوجہ ہوتا ہے اور اس کے ساتھ اخلاص رکھتا ہے، یا یہ کہ وہ بزرگ خود  
 کسی طلبگار کے حال پر متوجہ ہو جائے تو اس توجہ کے دوران گویا کہ ایک  
 سورخ اس طلبگار کے دل میں کھل جاتا ہے اور اس راستے سے جس قدر  
 توجہ اور اخلاص ہوتا ہے اسی قدر وہ اس دنیا سے سیراب ہوتا جاتا ہے۔  
 اسی طرح وہ شخص بھی جو ذکر الہی جل شانہ کی طرف متوجہ ہے اور اس عزیز  
 بزرگ کی طرف متوجہ نہیں ہے۔ لیکن اس کی یہ بے توجہی کسی انکار کی وجہ  
 سے نہیں ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ وہ اس بزرگ کو پہچانتا ہی نہیں ہے  
 تو اسی اندازہ کی فیض رسانی اسے بھی حاصل ہو جاتی ہے لیکن یہ فیض رسانی  
 پہلی صورت میں دوسری صورت سے زیادہ ہوتی ہے۔  
 قطب الارشاد کا انکار | البتہ جو شخص اس بزرگ کا منکر ہو، یا اس بزرگ کو



اس شخص سے کوئی گرائی ہو تو وہ کتنا ہی ذکر الہی تعالیٰ و تقدس میں مشغول رہا کرے لیکن وہ رشد و ہدایت کی حقیقت سے محروم ہی رہتا ہے، بغیر اس کے کہ وہ بزرگ اس شخص کو فیض نہ پہنچانے کا کوئی ارادہ کرے یا اسے نقصان پہنچانے کا قصد کرے، اس کا یہ انکار ہی اس کے فیض کی راہ میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔ ہدایت کی حقیقت اس کو حاصل نہیں ہوگی جو کچھ حاصل ہے وہ ہدایت کی صورت ہے۔ بلا حقیقت کے صرف صورت کی لوگوں کو بہت کم نفع پہنچتا ہے۔

**قطب الارشاد سے اخلاص** | اور جو گروہ اس بزرگ کے ساتھ اخلاص و محبت رکھتا ہے، خواہ وہ توجہ مذکور اور ذکر الہی تعالیٰ شانہ سے کتنا ہی خالی کیوں نہ ہو، ایسے لوگوں کو بھی محض ان کی محبت کی وجہ سے رشد و ہدایت کا نور حاصل ہو جاتا ہے۔ **وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اَتَّبَعَ الْهُدٰی** (جو لوگ ہدایت کی پیروی کریں ان پر سلامتی ہو)۔

### ۳۔ منہا

**مقام تکمیل** | (کارکنانِ قضا و قدر نے) جو دروازہ سب سے پہلے اس فقیر کے لئے کھولا وہ ذوقِ یافت کا تھا۔ یافت کا نہیں تھا۔ دوسرے درجہ میں یافت میسر ہوئی اور ذوقِ یافت گم ہو گیا۔ اور تیسرے درجہ میں ذوقِ یافت کی طرح یافت بھی گم ہو گئی۔ (ذیلی میں عربی عبارت کا ترجمہ ملاحظہ ہو) پس دوسری حالت (یعنی یافت کا مقام) ولایتِ خاصہ تک پہنچ جانے اور کمال کی حالت ہے اور تیسرا مقام (یعنی جہاں

لے پالنے کا ذوق نہ پالینا۔



ذوقِ یافت کی طرح یافت بھی گم ہو جاتی ہے) تکمیل کا مقام ہے  
یعنی دعوتِ دارِ شاہ کے لئے مخلوق کی طرف واپس آجانے کا مقام  
ہے۔ پہلی حالت (جس میں صرف ذوقِ یافت حاصل ہوتا ہے) صرف  
جنہ کی سمت میں کمال ہے۔ لیکن جب اس کے ساتھ سلوک  
بھی شامل ہو جائے اور وہ مکمل ہو جائے تو دوسری حالت پھر تیسری  
حالت حاصل ہو جاتی ہے۔ لیکن وہ مجذوب جو سلوک و معاری  
ہو، اُسے دوسری اور تیسری حالت سے بالکل کوئی حصہ نہیں ملتا  
لہذا خود کمال اور دوسرے کو کمال بنانے والا وہ مجذوب ہے جو سالک  
بھی ہو (یعنی مجذوب سالک ہو) اس کے بعد وہ سالک ہے جو  
مجذوب بھی ہو (یعنی سالک مجذوب ہو) اور جوان دونوں کے علاوہ  
ہو (یعنی جو محض مجذوب ہو یا محض سالک ہو) وہ ہرگز نہ خود کمال  
ہوتا ہے نہ دوسروں کو کمال کرنے والا ہوتا ہے۔ لہذا توازن کو تہ کاروں  
میں سے مذہب۔ اور درود سلام ہو حضرت خیر البشر سیدنا محمد (صلی اللہ

علیہ وسلم) پر اور آپ کی پاک ترین آل پر  
۴ - منها

نسبتِ نقشبندیہ ماہِ ربیع الثانی کے آخری دنوں میں یہ فقیر ایک بزرگ  
(حضرت خواجہ باقی بانہ قدس سرہ) کی خدمت سے شرفِ اندوز ہوا جو اس  
بزرگ خاندان (نقشبندیہ) کے خلیفہ تھے۔ اور ان بزرگوں کے طریقہ کو حاصل  
کر کے اسی سال نصف ماہِ رجب میں اس فقیر کو (نقشبندی سلسلے کے)

حضور (قلب) کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس مقام میں، آغاز میں انجام کی جلوہ فرمائی (اندراج نہایت در بدایت) کا منظر در پیش ہوتا ہے۔ ان بزرگ (خواجہ صاحب) نے فرمایا کہ نقشبندی نسبت در اصل اسی حضور (قلب) کا نام ہے اور پورے دس سال اور چند ماہ کے بعد ماہ ذیقعدہ کے نصف اول میں وہ انتہا (نہایت) جو ابتدا (بدایت) ہی میں بے شمار ابتداؤں (بدایات) اور درمیانی درجوں (اوساط) کے بیشتر پردوں کے پیچھے سے جلوہ گر ہوئی تھی، نقاب چاک کر کے عیاں جلوہ گر ہو گئی۔ اور یہ یقین حاصل ہو گیا کہ آغاز (بدایت) میں جو بجلی نظر آئی تھی وہ اسی اسم کی صورت تھی (حس کی حقیقت اب سامنے آئی ہے) اور وہ اسی سکیر کا ایک سایہ یا پرچھا نہیں تھی اور اسی مستی کا ایک اسم تھا۔ ان دونوں (یعنی ابتدا و انتہا) میں بہت بڑا فرق ہے۔ حقیقت حال اس مقام پر پہنچ کر منکشف ہوئی اور معاملہ کارانہ یہاں پہنچ کر ظاہر ہوا جس نے اس ذوق کو چکھا ہی نہیں وہ اسے ہرگز نہیں سمجھ سکتا۔ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْاَلَانَامِ وَاللّٰہِ الْکَرَامِ وَاصْحَابِہِ الْعِظَامِ (درد و سلام ہو حضرت سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی بزرگ اولاد پر اور اصحاب عظام پر)۔

## ۵۔ منها

اظهار نعمت! اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (اور جو کچھ تیرے پروردگار کا تجھ پر انعام ہوتا ہے بیان کر دیا کر)۔ یہ فقیر اپنے دوستوں کے حلقہ میں ایک روز بیٹھا ہوا تھا اور اپنی کمزوریوں پر غور کر رہا تھا۔ یہ فکر اس حد تک غالب مڈا



آچکی تھی کہ اپنے آپ کو (درویشی کی) اس وضع میں بغیر کامل مناسبت کے محسوس کر رہا تھا۔ اسی عرصہ میں یہ مصداق مَن تَوَاضَعُ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ (یعنی جو اللہ کے لئے انکساری کرتا ہے، خدائے تعالیٰ اُسے اور بلند فرمادیتا ہے)۔۔۔ (کارکنانِ قضا و قدر نے) اس دور افتادہ کو ذلت کی خاک سے اٹھایا (اور مزید بلند کر دیا) اور میرے باطن میں یہ ندادی کہ غَفَرْتُ لَكَ وَلِمَنْ تَوْسَّلَ بِكَ اِلَى بَوَاسِطَةٍ اَوْ بِخَيْرٍ وَاسِطَةٍ اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (میں نے تجھے بخش دیا اور قیامت تک پیدا ہونے والے ان تمام لوگوں کو بھی بخش دیا جو تیرے وسیلے سے مجھ تک پہنچیں، خواہ یہ وسیلہ بالواسطہ ہو، یا بلا واسطہ)۔ اور اسی مضمون کو اس حد تک بار بار دہرانے کی نوازش فرماتے رہے کہ کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ اس نعمت پر حق تعالیٰ سبحانہ کی بے شمار حمد و ثنا ہے۔ ایسی حمد و ثنا جو پاکیزہ ہو، جس میں برکت ہو اور جس کے اوپر بھی برکت ہو، جیسی کہ ہمارا پروردگار پسند فرمائے اور جس سے وہ راضی ہو۔ اور درود و سلام ہو اس کے رسول ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر، ایسا درود و سلام جو آپ کی شان کے شایاں ہو۔ اس کے بعد مجھے حکم دیا گیا کہ میں اس واقعہ کو ظاہر کر دوں ۵

بیاید تو لے خواجہ سہل تگن

اگر پادشہ بردیر پیرزن

نہ کر تو عیب جوئی خواجہ اُس پر

گر لے پادشہ بڑھیا کے در پر

اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ (یقیناً تیرا رب بڑی وسیع مغفرت والا ہے)۔

## ۶۔ منها

سیر الی اللہ | سیر الی اللہ (خدا کی طرف سیر) کا مطلب اسماء الہی جل شانہ میں سے اس اسم تک سیر کرنا ہوتا ہے جو اُس سالک کا مبداء تعین ہے۔ (یعنی یہیں سے متعین طور پر سالک کے متعلق فیصلہ کیا جاتا ہے کہ وہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی کونسی صفت میں سیر کر رہا ہے)۔

سیر فی اللہ | اور سیر فی اللہ سے مراد اُس اسم میں سیر کرنا ہے جو اُس ذات احدیت کی بارگاہ تک پہنچی ہو جائے جو اسماء و صفات، شئیون اور اعتبارات کے تصور سے خالی اور پاک ہے۔ یہ تشریح اس صورت میں صحیح ہوگی کہ اسم مبارک اللہ سے ایسا مرتبہ و جوہر مراد لیا جائے جو کہ تمام اسماء و صفات کو جامع ہے۔ لیکن اگر اس اسم مبارک سے مراد خدا تعالیٰ کی ذات محض لی جائے (اور اسماء و صفات سے قطع نظر کر لی جائے) تو اس پر مکرر معنی کے اعتبار سے سیر فی اللہ، سیر الی اللہ ہی میں داخل ہوگی۔

سیر عن اللہ باللہ | اور اس معنی کی بنیاد پر سیر الی اللہ سے الگ (سیر فی اللہ) ۱۵ بالکل بھی متحقق نہیں ہوتی کیونکہ جو سیر کہ ذات محض میں نہ نہایت نہایت کے نقطہ میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اور اس نقطہ تک پہنچنے کے بعد تو بلا کسی توقف کے سالک کو دنیا کی طرف آجانا پڑتا ہے۔ اسے (صوفیہ کی اصطلاح میں) سیر عن اللہ باللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسی معرفت ہے کہ صرف ان حضرات کے ساتھ مخصوص ہے جو نہایت نہایت کے مقام تک داخل ہو چکے ہوں۔ اولیاء اللہ میں سے اس فقیر کے سوا



کسی نے بھی اس (خصوصی) معرفت کے متعلق گفتگو نہیں فرمائی۔ اللہ تعالیٰ  
 إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ اور جسے چاہتا ہے اپنی طرف برگزیدہ کر لیتا ہے) تمام  
 تعریفیں اسی اللہ کے لئے سزاوار ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اور  
 تمام رسولوں کے سرور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی تمام آل پر  
 درود و سلام ہو۔

٤- منها

کمالاتِ ولایت کے درجات | کمالاتِ ولایت میں لوگوں کی پیشقدمی مختلف انداز کی ہوتی ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جن میں درجہ ولایت میں سے صرف ایک ہی درجہ کو حاصل کرنے کی استعداد ہوتی ہے۔ دوسرے کچھ لوگوں میں دو درجوں کی استعداد ہوتی ہے۔ بعض لوگوں میں تین درجوں کی استعداد ہوتی ہے۔ ایک گروہ ایسا بھی ہوتا ہے جس میں چار درجوں کی استعداد ہوتی ہے اور گئے چنے افراد ایسے بھی ہوتے ہیں جن میں پانچ درجوں کی استعداد ہوتی ہے۔ لیکن ایسے لوگ بہت ہی کم ہوتے ہیں ان پانچ درجوں میں سے پہلے درجے کے حاصل ہونے کا تعلق تجلی افعال سے ہوتا ہے اور درجہ ثانی کا تعلق تجلی صفات سے ہوتا ہے اور آخری تین درجوں کا تعلق ذاتی تجلیات سے ہوتا ہے۔ جس کے مختلف درجے ہوتے ہیں۔ اس فقیر کے زیادہ تر احباب درجاتِ مذکورہ میں سے تیسرے درجے کی مناسبت رکھتے ہیں۔ اور تھوڑے سے لوگ ہیں جنہیں چوتھے درجہ کی مناسبت ہے۔ اور ان سے بھی کم یعنی چند ایک حضرات ایسے بھی ہیں

جنہیں پانچویں درجے سے مناسبت ہے۔ یہ پانچواں درجہ درجاتِ ولایت کا آخری درجہ ہے۔ اور جو کمال اس فقیر کے نزدیک قابلِ اعتبار ہے وہ ان تمام درجات سے آگے کی چیز ہے۔ لیکن اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانے کے بعد اس کمال کا ظہور نہیں ہوا۔ یہ کمال جذبہ و سلوک کے کمال سے بلند درجہ کی چیز ہے۔ آمندہ انشا اللہ تعالیٰ اس کمال کا ظہور حضرت امام مہدیؑ کی ذات میں ہوگا۔ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَيْرِ الْبَرِيَّةِ ۱۹

(حضرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام ہو)۔

## ۸۔ منہا

نزول کا انتہائی کمال کمال کے آخری نقطہ (نہایت النہایت) تک پہنچ جانے والوں کو اُلٹے پاؤں لوٹتے وقت سب سے انتہائی نچلے درجے (اسفل غیاث) تک اترنا ہوتا ہے اور کمال کے آخری نقطہ (یعنی نہایت النہایت) تک پہنچنا اس وقت صحیح ہوتا ہے جبکہ اس کا نزول انتہائی نچلے درجے تک واقع ہو اور جب اس خصوصیت کے ساتھ نزول (اترنا) واقع ہوتا ہے تو صاحب رجوع (اُترنے والا) اپنی پوری ذات کے ساتھ عالم اسباب کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ ایسا نہیں ہوتا کہ صاحب نزول کا کچھ حصہ بارگاہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے اور دوسرا کچھ حصہ مخلوق کی طرف متوجہ رہے۔ کیونکہ ایسا ہونا اس بات کی علامت ہے کہ اس شخص کو کمال کے آخری نقطہ (نہایت النہایت) تک وصول حاصل ہی نہیں ہوا اور اسی طرح اسے انتہائی نچلے درجے (غایت الغایت) تک نزول بھی



نصیب نہیں ہو سکا۔ زیادہ گریا یہ ہے کہ نماز ادا کرتے وقت جو کہ مؤمن کی معراج ہوتی ہے صاحب رجوع کے لطائف کی توجہ بارگاہ قدس جل سلطانہ کی طرف رہتی ہے۔ نماز سے فارغ ہو جانے کے بعد وہ پھر اپنی پوری ذات کے ساتھ مخلوق کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ البتہ فرائض اور سنتوں کو ادا کرتے وقت چھ کے چھ لطائف بارگاہ قدس کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ اور نوافل کو ادا کرتے وقت ان لطائف میں سے صرف وہی لطیف متوجہ رہتا ہے جو ان سب میں لطیف تر ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں جوئی مَعَ اللہِ وَقْتُ (خدا کے ساتھ میرا ایک خاص وقت ہوتا ہے) آیا ہے ممکن ہے کہ اسی خاص وقت کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہو جو نماز کے ساتھ مخصوص ہے اور اس اشارہ کے تعین کا قرینہ وہ دوسری حدیث ہو سکتی ہے جس میں ثَمَرَةٌ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ (میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے) فرمایا گیا ہے۔ اس قرینے کے علاوہ کشف صحیح اور الہام صریح بھی اسی کی تائید کرتے ہیں۔ یہ معرفت اس فقیر کے خصوصی معارف میں سے ہے۔ مشائخ نے اس کمال کو جمع بین التوجہین (دونوں توجہوں کو جمع کرنے) میں سے شمار فرمایا ہے۔ وَالْأَمْرُ إِلَى اللَّهِ بُنْحَانَهُ وَالسَّلَامُ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى وَالْزَمَ مُتَابِعَةَ الْمُصْطَفَى عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالسَّلَامَاتُ أَتَمُّهَا وَأَمْلُهَا۔ (پہلا معاملہ خداوند تعالیٰ سبحانہ کے حوالہ ہے اور سلامتی جو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو اپنے اوپر لازم کرے اور مکمل و کامل ترین درودیں اور سلام ہوں آپ پر اور آپ کی آل پر)۔



## ۹۔ منہا

ض

**مشاہدہ النفس و آفاق** | مشائخ نے فرمایا ہے کہ مرتبہ ولایت پر پہنچ جانے کے بعد اہل اللہ کا مشاہدہ، النفس (اپنی جانوں) میں ہوتا ہے۔ وہ آفاقی مشاہدہ جو سیر الی اللہ کے دوران اثنائے راہ میں میسر آتا ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اور جو کچھ اس فقیر پر منکشف فرمایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ جو مشاہدہ النفس میں ہوتا ہے وہ بھی اسی مشاہدہ کی طرح جو آفاق میں ہوتا ہے معتبر نہیں ہے کیونکہ وہ مشاہدہ بھی مشاہدہ حق نہیں ہے اس لئے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی ذات بچون و بجھو نہ ہے۔ چون کے آئینہ میں خواہ وہ آفاق کا آئینہ ہو یا النفس کا آئینہ، یہ گنجائش کہاں کہ ذات حق کا احاطہ کر سکے۔ وہ سبحانہ و تعالیٰ نہ دنیا میں داخل ہے نہ دنیا سے خارج ہے۔ نہ وہ دنیا کے ساتھ متصل ہے نہ دنیا سے شہود سے جدا ہے۔ حق تعالیٰ کی رویت بھی نہ عالم میں ممکن ہے نہ عالم سے خارج میں ممکن ہے، وہ رویت نہ دنیا کے ساتھ اتصال رکھتی ہے نہ دنیا سے انفصال۔ اسی وجہ سے اس رویت کو بھی جو آخرت میں ہوگی اہل علم نے بلا کیفیت کے کہا ہے جو عقل اور وہم کے احاطہ سے بھی خارج ہے۔ کارکنانِ قضا و قدر نے دنیا میں اس راز کو صرف خواص الخواص پر ہی منکشف فرمایا ہے۔ اگرچہ یہ رویت نہیں ہے لیکن رویت کے مماثل ضرور ہے۔ یہ وہ دولتِ عظمیٰ ہے کہ اصحابِ نبی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانے کے بعد سے کم ہی کوئی شخص اس دولت سے سعادت اندوز ہوا ہے۔ اگرچہ آج یہ بات مستبعد نظر آتی ہے



اور بہت سے لوگ اُسے قبول نہیں کرتے لیکن (یہ فقیر) اس نعمتِ عظمیٰ کا اظہار کر دیتا ہے خواہ کوتاہ اندیش لوگ اسے قبول کریں یا نہ کریں۔ اور یہ نسبت اسی خصوصیت کے ساتھ کل کو (یعنی آئندہ کسی زمانے میں) حضرت مہدی (رضی اللہ عنہ) میں ظاہر ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اَتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْاَزْمُ مُتَابِعَةُ الْمُصْطَفٰی صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَعَالٰی وَسَلَامَاتُہٗ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ (سلامتی ہو اُس پر جو ہدایت کی پیروی کرے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو لازم جانے، اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلام ہوں آپ پر آپ کی سب آل پر اور آپ کے سب اصحاب پر)

### ۱۰۔ منہا

ص ۲

سلوک کی ابتدا جب کوئی طالب کسی شیخ کے سامنے حاضر ہو تو شیخ استخارہ و توبہ سے [کو چاہئے کہ سب سے پہلے اس سے استخارہ کرائے۔ تین بار سے سات بار تک استخارہ کی تکرار کرائے۔ استخاروں کے بعد اگر طالب میں کوئی تذبذب پیدا نہ ہو تو اس (کی تربیت) کا کام شروع کر دینا چاہئے۔ سب سے پہلے اسے توبہ کے طریقہ کی تعلیم دے اور دو کعتیں نماز توبہ کی ادا کرنے کیلئے کہے۔ کیونکہ توبہ حاصل کئے بغیر اس راہ میں قدم رکھنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ لیکن چاہئے کہ (فی الحال) اس کو اجمالی طور سے توبہ حاصل ہونے پر اکتفا کر لے تفصیلی توبہ کو (آئندہ) زمانے کے گزرنے پر حوالہ کر دے۔ کیونکہ آج کل کے زمانہ میں لوگوں کی ہمتیں بہت کوتاہ ہیں۔ اگر شروع ہی سے تفصیلی توبہ کو حاصل کرنے کی تکلیف لوگوں پر ڈالی گئی تو لازماً اس کے

حصول کے لئے بڑا وقت چاہئے۔ اور ممکن ہے کہ اس عرصہ میں خود اس کی طلب ہی میں کوئی فتور واقع ہو جائے اور اصل مقصد سے باز رہ جائے۔ بلکہ یہ ممکن ہے کہ وہ توبہ کو بھی سرانجام نہ دے سکے۔ اس کے بعد جو طریقہ طالب کی استعداد کے مطابق موزوں نظر آئے اس کے مطابق اسے تعلیم دے اور جو ذکر اس کی قابلیت کے مناسب معلوم ہو، اس کی تلقین فرمائے۔ اور اس کے معاملہ میں پوری توجہ سے کام لیتا رہے اور اس کی حالت پر پوری التفات قائم رکھے اور اس راہ کے آداب و شرائط اس سے بیان کر دے اور کتاب (قرآن) و سنت (حدیث نبوی) اور آثارِ سلفِ صالحین کی ترغیب دے اور ایسی طرح اس کے ذہن نشین کر دے کہ اس پیروی کے بغیر مطلوب تک رسائی حاصل کرنا قطعاً ممکن نہیں ہے۔ اور یہ بھی بتا دے کہ وہ تمام کشف اور وہ تمام احوال جو پیش آئیں اگر وہ بال برابر بھی کتاب و سنت کے خلاف ہوں تو ان کا اعتبار نہ کرے (یعنی ان پر قطعاً ملتفت نہ ہو) بلکہ ان سے استغفار اور توبہ کرے۔ اور ساتھ ہی اسے نصیحت فرمائے کہ فرقہ ناجیہ اہل سنت و الجماعت کی آراء کے مطابق اپنے عقائد کو درست کرے اور ضروری فقہی احکام کا علم حاصل کرے اور اس علم کے مطابق عمل کرنے کی اسے تاکید کرے۔ کیونکہ ان دونوں بازوؤں، یعنی اعتقاد اور عمل کے بغیر اس راہ میں پرواز کرنا میسر نہیں ہو سکتا۔ اور یہ بھی تاکید کر دے کہ (غذا کے معاملے میں) حرام اور مشتبہ لقمہ سے پوری طرح احتیاط رکھے جو کچھ مل جائے اور جہاں کہیں سے حاصل ہو جائے کھائے پئے نہیں جب تک کہ روشن صلا



شریعت کا فتوے اس سلسلہ میں اسے درست قرار نہ دیدے۔ مختصر یہ ہے کہ تمام معاملات میں آیت کریمہ: مَا أَمَرَ الرَّسُولُ فَاخْذُوا وَهُوَ وَقَاتِلُكُمْ عَنْهُ فَانْهَوا (جو کچھ تمہیں خدا کا رسول حکم دے اسے قبول کرو اور جس بات سے وہ منع کر دے اس سے رک جاؤ) کو اپنا نصب العین بنالے۔ طالبوں کا حال دو صورتوں سے خالی نہیں ہوتا۔ یا تو وہ اہل کشف و معرفت کے زمرے سے ہوتے ہیں یا ارباب جہل و حیرت کے گروہ سے ہوتے ہیں لیکن (سلوک کی) منزلیں طے کر لینے اور حجابات کے اٹھ جانے کے بعد دونوں جماعتیں واصل ہو جاتی ہیں۔ جہانک خود وصول کا تعلق ہے، ان میں سے کسی ایک جماعت کو دوسری جماعت پر کوئی برتری نہیں ہے۔ جیسا کہ وہ دو شخص جو دور و دراز کی منزلیں طے کرنے کے بعد کعبہ تک پہنچتے ہیں۔ ایک تو راستے کی منزلوں کو دیکھتا بھالتا گیا ہے اور اپنی استعداد کے مطابق ایک ایک منزل کی تفصیلات کو معلوم کرتا ہوا پہنچا ہے۔ اور دوسرا آدمی راستے کی منزلوں سے آنکھیں بند کر کے گیا ہے، تفصیلات سے اس نے کوئی آگاہی حاصل نہیں کی اور کعبہ شریف تک پہنچ گیا۔ جہانک کعبہ معظمہ تک پہنچ جانے کا تعلق ہے اس میں یہ دونوں آدمی برابر ہیں۔ اس پہنچنے میں کسی کو بھی دوسرے پر فضیلت نہیں ہے۔ اگرچہ راستے کی منزلوں کو پہچاننے میں دونوں میں نمایاں فرق ہے لیکن مطلوب تک پہنچ جانے کے بعد دونوں کو جہل لازم ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں معرفت حاصل کرنا بھی جہل ہے اور معرفت سے عاجز ہونا ہے۔



منازل سلوک | جانتا چاہئے کہ سلوک کی منزلیں قطع کرنے سے مراد دس مقامات کو طے کرنا ہوتا ہے۔ اور ان دس مقامات کو طے کرنا، ان تین تجلیات پر موقوف ہے۔ تجلی افعال، تجلی صفات، تجلی ذات۔ اور مقام رضا کے علاوہ یہ سب مقامات، تجلی افعال اور تجلی صفات سے وابستہ ہیں۔ صرف مقام رضا، تجلی ذات حق تعالیٰ و تقدس اور محبت ذاتیہ سے وابستہ ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ خواہ محبوب کی طرف سے تکلیف پہنچے یا انعام حاصل ہو، محب کے حق میں دونوں صورتیں یکساں ہو جاتی ہیں۔ اس کے بعد لامحالہ رضا حاصل ہو جاتی ہے اور ناپسندیدگی ختم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ان تمام مقامات میں کمال کی حد تک پہنچ جانا <sup>۳</sup> تجلی ذاتی کے حصول کے وقت ہی ممکن ہے کیونکہ مکمل ترین فنا اسی تجلی کے ساتھ وابستہ ہے۔ لیکن باقی نو مقامات کا صرف حصول تجلی افعال اور تجلی صفات ہی میں ہو جاتا ہے۔ مثلاً جب اپنے اوپر اور تمام اشیاء پر حق تعالیٰ سبحانہ کی قدرت کا مشاہدہ کرتا ہے تو بے اختیار توبہ و انابت کی طرف رجوع کرتا ہے اور ڈرنا و خوف کھاتا رہتا ہے اور تقویٰ (ورع) کو اپنا شعار بنالیتا ہے۔ اور خدائی تقدیرات پر صبر اختیار کرتا ہے اور بے صبری و ناطاقتی سے چھٹکارا پالیتا ہے۔ اور چونکہ نعمتوں کا مالک اسی کو سمجھتا ہے اور عطا کرنا اور روک لینا سب کچھ خدا ہی سے سمجھتا ہے۔ لامحالہ مقام شکر میں داخل ہو جاتا ہے اور توکل میں راسخ قدم بن جاتا ہے۔ اور جب حق تعالیٰ کی نرمی اور مہربانی کی تجلی وارد ہوتی ہے تو امید (رجا) کے



مقام میں داخل ہو جاتا ہے اور جب خدائے تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا مشاہدہ کرتا ہے اور یہ پست و ذلیل دنیا اس کی نگاہ میں خوار و بے اعتبار نظر آتی ہے تو چاروں اچار دنیا سے بے رغبتی پیدا ہو جاتی ہے۔ فقر اختیار کر لیتا اور مذہب کو اپنا شعار بنا لیتا ہے۔ لیکن یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ ان مقامات کا تفصیل و ترتیب کے ساتھ حصول سالک مجذوب کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور مجذوب سالک ان مقامات کو اجمالی طریقے پر طے کرتا ہے۔ کیونکہ عنایتِ ازلی نے اسے ایسی محبت میں گرفتار کر لیا ہے کہ ان مقامات کی تفصیل کی طرف مشغول ہونا اس کے بس میں نہیں رہتا۔ محبت کے زیرِ سایہ ان مقامات کا لب لباب اور ان منازل کا خلاصہ مکمل ترین طریقہ پر اسے حاصل ہو جاتا ہے جو کہ صاحبِ تفصیل کو بھی میسر نہیں ہوتا۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اَتَّبَعَ الْهُدٰی (اور سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے)

۱۱۔ منہا

**نفی کل** | طالب کے لئے ضروری ہے کہ وہ نفس و آفاق سے تعلق رکھنے والے تمام معبودانِ باطل کی نفی کا اہتمام کرے اور معبودِ ہر حق کے اثبات کے بارے میں بھی جو کچھ اس کے شعور اور خیال کے حوصلہ میں آسکے اس کی بھی نفی کرے اور صرف حق تعالیٰ کے موجود ہونے پر اکتفا کرے۔ اگرچہ اس مقام پر وجود کو بھی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ (ذاتِ حق کو) وجود بھی بالائے تلاش ۲۴ کرنا چاہئے۔ علمائے اہل سنت نے بہت خوب کہا ہے کہ واجب تعالیٰ کا وجود اس کی ذاتِ سبحانہ و تعالیٰ پر زائد ہے۔ وجود کو عین ذات کہنا

اور وجود سے پرے کسی دوسری بات کا اثبات نہ کرنا، محض کوتاہ نظری ہے۔ شیخ علاء الدولہؒ نے فرمایا ہے کہ فَوْقَ عَالَمِ الْوُجُودِ عَالَمُ الْمَلِكِ الْوَدُودِ۔ (شہنشاہِ ودود (حق جل شانہ) کی دنیا عالمِ وجود سے بھی ادا پر ہے) اس فقیر کو جب عالمِ وجود سے اوپر لے جایا گیا تو جب تک میں مغلوبِ احوال رہا، علمِ تقلیدی کی رو سے اپنے آپ کو اہلِ اسلام میں سے شمار کرتا رہا۔ مختصر یہ ہے کہ ممکن کے ذہن و شعور (حوصلہ) میں جو کچھ آسکتا ہے وہ بھی بطریقِ اولیٰ ممکن ہی ہوگا۔ فَسُبْحَانَ مَنْ لَّمْ يَجْعَلْ لِلْخَلْقِ إِلَیْهِ سَبِيلًا اَکَا بِاَعْجَزٍ عَنْ مَعْرِفَتِهِ (یعنی: پس پاک ہے وہ ذات جس نے مخلوق کے لئے اپنے تک رسائی کا سوائے اس کے کوئی راستہ ہی نہیں رکھا کہ وہ خدا کی معرفت سے اپنے عجز کا اعتراف کر لے)۔

**ایک شبہ کا ازالہ** | یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ اس فنا فی اللہ اور بقا باللہ سے (جو سلوک کے دوران پیش آتے ہیں) ممکن بھی واجب بن جاتا ہے کیونکہ ایسا ہونا ممکن نہیں ہے۔ اس سے تو قلبِ حقائق (حقیقتوں کا الٹ جانا) لازم آتا ہے (جو ممکن نہیں ہے) لہذا جب ممکن واجب نہیں ہو سکتا تو ممکن کے حصہ میں اس کے سوا اور کیا ہے کہ وہ واجبِ تعالیٰ کے ادراک سے

۱۔ حضرت شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابوالمکام احمد بن محمد بن ولادت ۷۵۹ھ میں ہوئی اور ۸۲۲ھ رجب ۷۳۰ھ کو سن ۳۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ ۶۷۰ھ میں بمقام بغداد شیخ نور الدین عبدالرحمن کسرتی کے مرید ہوئے۔ والا شکوہ نے آپ کے ایک رسالہ کا ذکر کیا ہے جس میں شیخ نے اپنے حالاتِ زندگی درج کئے ہیں اور اپنے اجتہاد سے بعض ایسے عقائد بیان کئے ہیں جو ائمہ اربعہ کے مسلک کے خلاف ہیں۔



اپنے عجز اور در ماندگی کا اعتراف کر لے۔

غنا شکار کس نشو و دام باز ہیں کایجا ہمیشہ باد بدست است اُمرا  
اٹھائے جال غنا کب کسی ہاتھ آتا ہے ترجمہ لگتا ہی یہاں جو جال خالی ہاتھ جاتا ہی

بلند ہمتی کا تقاضا یہی ہے کہ ذاتِ حق سے طالب کے کچھ بھلی ہاتھ نہ آئے اور  
اس (ذاتِ حق) کا کوئی نام و نشان ظاہر نہ ہو۔ ایک جماعت ایسی بھی ہے جو دوسرا  
مطلب لیتی ہے یعنی وہ لوگ ذاتِ حق کو اپنا عین پاتے ہیں اور اس کے ساتھ  
قرب اور معیت پیدا کر لیتے ہیں ع

اے ایشا نندو من جنینم یارب

والسلام

وہ کہاں اور میں کہاں یا رب

ترجمہ

۱۲۔ منہا

شش جہات سے حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس  
نے فرمایا ہے کہ مشائخ میں سے ہر ایک کے آئینہ کی  
دو جہتیں ہوتی ہیں۔ لیکن میرے آئینے کی چھ جہتیں

۲۵ ہیں۔ یقیناً آج تک اس بزرگ فائنان کے کسی ایک خلیفہ نے بھی اس  
کلمہ قدسیہ کی کوئی تشریح بیان نہیں فرمائی بلکہ اشارہ اور کنایہ میں بھی کسی  
نے اس بارے میں کوئی بات نہیں کہی۔ اس حقیر اور کم مایہ کو کیا حق پہنچتا ہی  
کہ وہ اس کی شرح و بیان میں لب کشائی کرے اور اس کی توضیح میں زبان  
کھولے۔ لیکن چونکہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے اس  
معتمد کارا زاس حقیر کو کھول دیا ہے اور اس کی حقیقت کو جیسا کہ چاہئے

واضح فرمادیا ہے۔ لہذا دل میں آیا کہ اس چُھپے ہوئے نایاب موتی کو بیان کی انگلیوں سے تحریر کی لڑی میں پروردگار اور ترجمانی کی زبان سے معرضِ تقریر میں لے آؤں۔ استخارہ کرنے کے بعد اس بارے میں تحریر کیا جاتا ہے اور خدائے تعالیٰ سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ غلطی سے محفوظ رکھے اور بیان کی توفیق عطا فرمائے۔

جاننا چاہتے کہ آئینہ سے مراد عارف کا قلب ہے جو روح اور نفس کے درمیان ایک بزمِ خرام ہے۔ اور ان بزرگوں نے آئینے کی دونوں جہتوں سے اس کی روح والی جہت اور نفس والی جہت مراد لی ہے۔ لہذا مشائخ کو جب مقامِ قلب میں رسائی ہوتی ہے تو اس کی دونوں جہتیں ان پر منکشف ہو جاتی ہیں۔ اور ان دونوں مقامات کے وہ علوم و معارف جن کو قلب سے مناسبت ہوتی ہے ان پر فائز ہونے لگتے ہیں۔ برخلاف اس طریقہ کے جس میں حضرت خواجہ (نقشبند) خصوصی امتیاز رکھتے ہیں۔ اور اس مقام میں چونکہ انتہاء و ابتدا میں مندرج ہوتی ہے لہذا اس طریقہ میں آئینہٴ قلب کی چھ جہتیں نمایاں ہو جاتی ہیں اور اس کی تشریح یہ ہے کہ کارکنانِ قضا و قدر نے اکابرینِ طریقہ عالیہ پر یہ بات منکشف فرمائی ہے کہ چھ لطیفوں (یعنی نفس، قلب، روح، سیر، خطی، اور اخفی) میں سے جو کچھ افرادِ انسانی کے مجموعے میں موجود اور ثابت ہے، وہ سب تنہا قلب کے اندر بھی متحقق ہے۔ کیوں کہ چھ جہتوں سے مراد یہی چھ لطیفے لے گئے ہیں۔ پس باقی تمام مشائخ کی سیر و ظاہرِ قلب پر ہوتی ہے اور ان بزرگوں (یعنی نقشبندیہ حضرات) کی



۳۔ سیر باطن قلب میں ہوتی ہے۔ اور اس سیر میں یہ حضرات قلب کے  
 ابطون بطون (باطنوں کے بھی باطن ترین) مقام تک پہنچ جاتے ہیں  
 اور ان تمام چھ لطائف کے علوم و معارف مقام قلب میں منکشف  
 ہونے لگتے ہیں۔ لیکن یہ وہی علوم و معارف ہوتے ہیں جن کو مقام قلب  
 سے مناسبت ہوتی ہے۔ یہ ہے توضیح و تشریح حضرت خواجہ (نقشبند)  
 قدس اللہ تعالیٰ سرہ کے اس کلمہ قدسیہ کی (جوا پر بیان ہوا)

اس حقیر پر اس مقام میں ان بزرگوں کی برکت سے مزید بر مزید  
 انکشافات بھی ہوئے ہیں اور تحقیق کے بعد تدقیق کا درجہ بھی حاصل ہے  
 اور بمصادیق آیت کریمہ: **وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ** (یعنی اپنے  
 پروردگار کی نعمت کو بیان کر دیا کرو)۔ ان مزید انکشافات میں سے ایک رمز  
 اور ان تدقیقات میں سے ایک اشارہ بیان کرتا ہوں۔ **وَمِنْهُ سُبْحَانَهُ  
 الْعِزَّةُ وَالْتَوْفِيقُ** (یعنی غلطی سے محفوظ رہنا اور توفیق خدائے تعالیٰ ہی کی  
 طرف سے ہے)۔

قلب کے پانچ درجات | جانا چاہئے، جیسا کہ قلب ہر چھ لطیفوں کو  
 شامل ہوتا ہے اسی طرح قلب کا قلب بھی  
 اور محض قلب بیط | ان تمام لطائف پر مشتمل ہوتا ہے۔ لیکن

قلب کے قلب میں بوجہ تنگی دائرہ یا دوسرے کسی ستر کی وجہ سے ان چھ لطائف  
 مذکورہ میں سے دو لطیفے جزئی طریق پر ظاہر نہیں ہوتے۔ ان میں سے ایک  
 لطیفہ نفس ہے اور دوسرا لطیفہ اخفیٰ۔

(عربی عبارت کا ترجمہ ملاحظہ ہو)۔

”یہی حال اس قلب کا بھی ہوتا ہے جو تیسرے درجہ میں ہوتا ہے مگر یہ کہ اس میں لطیفہ خفی بھی ظاہر نہیں ہوتا۔ اور یہی صورت اس قلب کی بھی جو چوتھے مرتبے میں ہوتا ہے مگر یہ کہ اس میں لطیفہ ستر بھی ظاہر نہیں ہوتا، باوجودیکہ لطیفہ قلب اور لطیفہ روح اس میں ظاہر ہوتا ہے اور پانچویں مرتبہ میں لطیفہ روح بھی ظاہر نہیں ہوتا چنانچہ صرف قلب محض باقی رہ جاتا ہے جو بالکل بیض ہوتا ہے۔ اس میں قطعاً کسی دوسری چیز کا اعتبار نہیں ہوتا۔ یہاں بعض معارفِ عالیہ کو معلوم کر لینا ضروری ہے تاکہ ان معارف کے ذریعہ سے نہایت انتہائیت اور غایۃ الغایت (یعنی آخری انتہائی نقطہ) تک پہنچا جاسکے۔ لہذا اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی توفیق سے میں کہتا ہوں کہ جو کچھ عالم کبیر میں تفصیلاً ظاہر ہوتا ہے وہی سب کچھ عالم صغیر میں بھی اجمالاً ظاہر ہوتا ہے۔ عالم صغیر سے مراد انسان ہے لہذا جب عالم صغیر کا رنگ دُور کر کے اس کو منور کر دیا جاتا ہے تو اس میں آئینہ کی طرح وہ تمام چیزیں ظاہر ہو جاتی ہیں جو تفصیلاً عالم کبیر میں پائی جاتی ہیں کیونکہ رنگ دُور ہو جانے اور منور ہو جانے کی وجہ سے اس کا ظرف وسیع ہو جاتا ہے اور اس کی کوتاہی کا اثر جاتا رہتا ہے۔ بعینہ یہی حال قلب کا بھی ہے جس کی نسبت عالم صغیر کے ساتھ ویسی ہی ہوتی ہے جیسی کہ عالم صغیر کو عالم کبیر کے ساتھ نسبت ہوتی ہے۔ یعنی



اجمال و تفصیل کی نسبت۔ لہذا جب عالم اصغر جو عالم قلب ہی کا نام ہے صیقل کر دیا جاتا ہے اور اس پر چھائی ہوئی ظلمت اور تاریکی دور ہو جاتی ہے تو اس میں بھی آئینہ کے انداز پر وہ تمام چیزیں ظاہر ہونے لگتی ہیں جو عالم صغیر میں تفصیلاً پائی جاتی ہیں اور یہی صورت قلب کے ساتھ قلب قلب کی نسبت کی ہے۔ یعنی ان میں بھی اجمال و تفصیل کی نسبت ہے اور قلب قلب میں تفصیلات کا ظہور بوجہ تصفیہ اور نورانیت کے ہوتا ہے حالانکہ وہ مجمل تھا۔

اس قلب کا حال جو تیسرے مرتبہ میں ہوتا ہے اور اس قلب کا جو چوتھے مرتبہ میں ہوتا ہے اجمال اور تفصیل میں اسی قیاس پر ہے (یعنی تیسرے درجے میں تفصیل ہوتی ہے اور چوتھے درجے میں اجمال ہوتا ہے) اور جو تفصیل کہ مراتب سابقہ میں تھی، ان دونوں مراتب میں اس کا ظہور بوجہ صیقل ہو جانے اور نورانیت حاصل کر لینے کے ہوتا ہے۔ اور یہی صورت اس قلب کی ہے جو پانچویں مرتبہ میں ہوتا ہے پس بیشک وہ باوجودیکہ بسیط ہوتا ہے اور اس میں کسی چیز کا بھی اعتبار نہیں ہوا کرتا، لیکن کامل تصفیہ کے بعد اس میں وہ تمام چیزیں ظاہر ہونے لگتی ہیں جو تمام جہانوں یعنی عالم کبیر، عالم صغیر، عالم اصغر اور اس کے بعد کے عالموں میں پائی جاتی ہیں جیسا کہ گذر چکا ہے۔ لہذا قلب (پانچویں درجہ میں) تنگ ہونے کے ساتھ ہی وسیع تر بھی ہوتا ہے اور بسیط ہونے کے

باوجود بہت زیادہ پھیلاؤ رکھنا، اور قلیل تر ہونے کے ساتھ ہی کثیر تر بھی  
 ہوتا ہے۔ دنیا کی اور کوئی چیز بھی اس انداز پر پیدا نہیں کی گئی اور اس  
 عجیب و غریب لطیفہ کے مقابلے میں کوئی چیز اپنے خالق اور صانع  
 تعالیٰ و تقدس کے ساتھ اتنی شدید تر مناسبت رکھنے والی نہیں پائی  
 جاتی۔ چنانچہ لامحالہ اس لطیفے میں اپنے صانع سبحانہ و تعالیٰ کی وہ وہ  
 عجیب و غریب نشانیاں ظہور پذیر ہوتی ہیں جو دوسری کسی مخلوق  
 میں ظاہر نہیں ہو سکتیں۔ اسی لئے ایک حدیث قدسی میں فرمایا گیا ہے  
 کہ لَا يَسْعُرُنِي أَرْضِيَّ وَلَا سَمَائِيَّ وَلَكِنْ يَسْعُرُنِي قَلْبُ  
 عَبْدِي الْمُؤْمِنِ (یعنی زمین مجھ کو سما سکتی ہے اور آسمان  
 آسمان سما سکتا ہے لیکن میرے مومن بندہ کا دل مجھ کو سما  
 سکتا ہے۔) اور عالم کبیر اگرچہ ظہور کے اعتبار سے آئینوں میں سب سے  
 زیادہ وسیع ہے لیکن اپنی کثرت اور تفصیل کی وجہ سے اسے اس  
 ذات (یعنی باری تعالیٰ) کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے جس میں  
 قطعاً نہ کثرت پائی جاتی ہے اور نہ بالکل تفصیل۔ اس ذات کی مناسبت  
 کے لائق جیسا کہ ظاہر ہے وہی چیز ہو سکتی ہے جو تنگ ہونے کے باوجود  
 وسیع تر ہو، بسیط ہوتے ہوئے پورا پھیلاؤ رکھتی ہو۔ قلیل تر ہو اور  
 ساتھ ہی کثیر تر بھی ہو۔ جب کوئی ایسا عارف جس کی معرفت  
 مکمل تر اور جس کا حضور (شہود) کامل تر ہو، اس مقام تک پہنچتا  
 ہے جس کا وجود نادر ہے اور مرتبہ کے لحاظ سے شریف تر ہے۔



نواہی عارف تمام جہانوں اور تمام ظہورات کا قلب بن جاتا ہے۔  
یہی شخص ولایت محمدیہ کا صحیح حقدار اور دعواتِ مصطفویہ کے  
ساتھ شرف اندوز ہوتا ہے علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ۔  
چنانچہ اقطابہ اوقات اور ابدال سب اس کے دائرہ ولایت کے  
تحت میں داخل ہوتے ہیں اور افراد اور احاد اور اولیاء کے تمام گروہ  
اسی کے انوارِ ہدایت کے ماتحت مندرج ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہی  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قائم مقام ہوتا ہے اور خدا کے حبیب  
(صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہدایت کے ساتھ ہدایت یافتہ ہوتا ہے۔  
یہ نسبت شریفہ جو بہت ہی کم پائی جاتی ہے مرادین میں سے کسی  
کسی کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس کمال میں مریدین کے لئے کوئی حصہ  
نہیں ہوتا۔ یہ وہ عظیم الشان انتہا اور بعید ترین غایت ہے کہ اس  
کے اوپر اور کوئی کمال کا درجہ ہی نہیں ہے اور اس سے زیادہ عزت  
والا اور کوئی عطیہ الہی نہیں ہے۔ اگر اس انداز کا کوئی عارفِ کامل  
ہزاروں سال کے بعد بھی پایا جائے تو اسے غنیمت سمجھا جائے گا  
اس کی برکات طویل مدتی اور بعید ترین عرصوں تک جاری  
رہتی ہیں۔ یہی وہ عارفِ کامل ہے جس کی گفتگو دوا ہے اور  
جس کی نظر شفا ہے۔ حضرت امام جہدی (رحمۃ اللہ علیہ) اس بہترین  
امت کی اسی نسبت شریفہ کے ساتھ عنقریب تشریف لائیں گے۔

(یعنی یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بہت ہی بڑے فضل والا ہے۔)

ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

## اس نعمتِ عظمیٰ کا حصول | اس نعمتِ عظمیٰ کا حصول سلوک اور جذب

کے دونوں طریقوں کے تفصیلی اتمام اور فائزِ اکمل اور بقا بر ماتم کے مقامات کی درجہ بدرجہ تکمیل پر منحصر ہے۔ اور یہ چیز سید المرسلین حبیب رب العالمین علیہ وعلی آلہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا کی کمال پیروی کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ اس خدائے بزرگ کا بھی شکر ہے جس نے ہمیں ان کے تابعین میں سے بنایا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے یہی درخواست ہے کہ وہ ہمیں آپ کی مکمل پیروی اور اس پر ثابت قدمی عطا فرمائے اور آپ کی شریعت پر استقامت نصیب فرمائے۔ خدائے تعالیٰ اس بندہ پر رحم فرمائے جو میری اس دعا پر آمین کہے۔

یہ معارف ان دقیق اسرار اور مخفی رموز میں سے ہیں جن کے متعلق اکابر اولیاء میں سے کسی نے بھی لب کشائی نہیں فرمائی اور بزرگترین برگزیدہ حضرات میں سے کسی نے ان کی طرف اشارہ تک نہیں فرمایا حتیٰ تعالیٰ سبحانہ نے اپنے اس بندہ کو اپنے حبیب علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات کے طفیل سے ان اسرار اور ان کے اظہار کے لئے منتخب فرمایا ہے۔ کسی شاعر نے فارسی شعر میں کیا خوب کہا ہے ۵

اگر پادشہ ہر در پر زں      بیاید تو اے خواجہ سبالت مکن  
اگر بڑھیا کے در پہ آئے سلطان      تو اے خواجہ نہ ہو ہر گز پریشان

حق تعالیٰ شانہ کی قبولیت کسی علت کے ساتھ وابستہ اور کسی سبب و وجہ کی پابند نہیں ہے۔ یَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ



وَنَحْنُ كَمَا يُرِيدُ . وَاللَّهُ مُخِثٌ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ  
 ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (یعنی خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جیسا چاہتا  
 علم فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ مخلص کر لیتا ہے  
 اور اللہ بڑے فضل والا ہے) حق سبحانہ و تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں  
 ہمارے آقا اور مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر  
 اور سلامتیاں اور برکتیں نازل ہوں آپ پر اور تمام انبیاء اور مرسلین  
 پر اور ملائکہ مقربین پر اور خدا کے نیک بندوں پر اور سلامتی ہو آپ کی  
 جو ہر ایت کی پیروی کرے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی پیروی کو اپنے اوپر لازم کر لے۔

۳

### ۱۳۔ منہا

روح کا مقام | روح، عالم بے چون (دنیا بے کیف) سے تعلق  
 رکھتی ہے۔ لہذا لامکان ہونا اس کے لئے ثابت ہے، اگرچہ روح کی یچونی  
 (بے کیفی) مرتبہ وجوب تعالٰی و تقدّس (یعنی ذات حق) کی  
 نسبت سے عین چوں (عین کیفیت) ہے اور اس کی لامکانیت، لامکانی  
 حقیقی جلّ سلطانہ (حق تعالیٰ) کی نسبت سے عین مکانیت ہے۔  
 ہوں کہنے کہ عالم ارواح اس دنیا اور مرتبہ بے چونی کے درمیان ایک  
 برزخ ہے۔ اور اس طرح عالم ارواح میں دونوں رنگ پائے جاتے  
 ہیں۔ لامحالہ عالم چوں (عالم کیفیت) سے بے چون (عالم بے کیف) سمجھتا  
 ہے۔ اور مرتبہ بے چونی (بے کیفی) کی طرف سے نظر کی جاتے تو وہ عین چوں

(عین کیف) نظر آتا ہے۔ اور یہ برزخیت کی نسبت اسے اپنی اصلی فطرت کے اعتبار سے حاصل ہے۔

روح کا نزول | لیکن اس کا تعلق اس بدنِ عنصری کے ساتھ ہو جانے اور اس تاریک ڈھانچہ میں گرفتار ہو جانے کے بعد وہ اس برزخیت سے نکل آتی ہے۔ اور پورے طور پر اس عالمِ جون (یعنی دنیا سے کیف) میں اتر آتی ہے اور بے چونی (بے کیفی) کا رنگ اس سے پوشیدہ ہو گیا ہے۔ اس کی حالت، ہاروت و ماروت کی حالت کی طرح ہے کہ بعض حکمتوں اور مصلحتوں کی بنا پر ارواحِ ملائکہ، بشریت کی پستی میں میچے اتر آتی ہیں جیسا کہ مفسرین و مؤرخین نے فرمایا ہے۔

روح کا عروج | ..... پس اگر عنایتِ خداوندی جل شانہ دستگیری فرمائے اور اس سفر سے ایک قسم کی واپسی حاصل ہو جائے اور اس منزل سے پھر عروج نصیب ہو جائے تو نفسِ ظلمانی اور بدنِ عنصری کو بھی اس کی پیروی میں ایک طرح کا عروج نصیب ہو جائے گا اور وہ منازل طے کر لیں گے۔ اسی سلسلہ میں روح کے اس تعلق اور اس کے اس منزل سے جو کچھ مقصود ہے وہ بھی ظہور میں آجائے گا اور نفسِ امارہ کو اطمینان نصیب ہو جائے گا (یعنی مطمئن ہو جائے گا) اور جو چیز ظلمانی (تاریک) تھی وہ بدل کر نورانی ہو جائے گی۔ جب روح اس سفر کو مکمل کر لے گی اور جو کچھ اس کے نزول سے مقصود تھا اس کو اپنے انجام تک پہنچا لے گی تو <sup>۳</sup> اپنی اصلی برزخیت تک پہنچ جائے گی اور اس طرح اپنی ہدایت (نقطۂ آغاز)



کی طرف لوٹتے ہوئے نہایت (نقطۂ انجام) کو حاصل کر لیگی۔ چونکہ قلب بھی عالم ارواح ہی سے ہے۔ لہذا وہ بھی برزخیت ہی میں قیام پذیر ہوگا اور نفس مطمئنہ جس پر عالم امر کا بھی ایک رنگ چڑھا ہوا ہے اس لئے کہ وہ قلب اور بدن کے درمیان ایک برزخ ہے وہ بھی اسی جگہ قیام پذیر ہوگا۔ لیکن بدن عنصری جو چار عناصر سے مرکب ہے وہ لامحالہ عالم کون و مکان میں ہی قرار پائے گا۔ اور اطاعت و عبادت میں مشغول ہو جائے گا۔ اس کے بعد اگر کوئی سرکشی اور مخالفت واقع ہوگی تو وہ سب عناصر کی طبیعتوں ہی کی طرف منسوب ہوگی۔ مثلاً تاری (آتش) جزو جو اپنی ذات کے اعتبار سے سرکش اور مخالفت چاہنے والا ہے، ابلیس لعین کے انداز پر "أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ" (میں اس سے بہتر ہوں) کی صدا لگائے گا۔ اور نفس مطمئنہ سرکشی سے باز رہتا ہے کیونکہ وہ حق تعالیٰ جل شانہ سے راضی ہو چکا ہے اور حق سبحانہ اس سے راضی ہو چکے ہیں۔ اور راضی ہونے والے اور راضی شدہ سے سرکشی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اگر سرکشی ہو سکتی ہے تو قالب (جسم عنصری) ہی سے ہو سکتی ہے۔ بہت ممکن ہے کہ سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات اتہاد اکملہا نے اسی ابلیسی سرکشی کی وجہ سے جس کا منشا یہی جزو قالبی ہے جہاد اکبر سے تعبیر فرمایا ہو۔ اور یہ جواب نے فرمایا ہے کہ "أَسْلَمَ شَيْطَانِي" (میرا شیطان مسلمان ہو گیا ہے) اس سے مراد یا تو آفاقی (خارجی) شیطان ہے جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قرین ہے۔ لیکن یہاں (یعنی جہاد اکبر والی حدیث میں) شیطان سے مراد

شیطانِ انفسی ہے۔ اگرچہ اس شیطان کا زور بھی توڑا ہوا ہے اور وہ بھی سرکشی سے باز آچکا ہے لیکن جو بات کسی چیز کی ذات میں داخل ہو وہ اس کی ذات سے زائل نہیں ہوا کرتی۔ ع

سیاہی از حبشی کے رود کہ خود رنگ است

(ترجمہ) سیاہی رنگ حبشی سے بھلا کب دور ہوتی ہے

یا ہو سکتا ہے کہ (اَسْلَمَ شَيْطَانِي) والی حدیث میں بھی (شیطان سے مراد انفسی شیطان ہی ہو، لیکن اس کے مسلمان ہو جانے سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ اس میں سرکشی کا مادہ بالکل ہی باقی نہیں رہا۔ باوجود مسلمان ہو جانے کے اگر وہ غریمیت کو چھوڑ کر رخصت پر عمل کر لے تو قطعاً ممکن ہے۔ اور اگر اس سے کوئی صغیرہ گناہ سرزد ہو جائے جس میں کوئی نیکی نہ ہو تو اس کی بھی گنجائش ہے۔ بلکہ نیک لوگوں (ابرار) کی نیکی جو مقربانِ بارگاہِ کیلئے بدی (سیتہ) بن جاتی ہے وہ بھی اسی قسم سے ہے۔ یہ تمام سرکشی ہی کی قسمیں ہیں۔ اور اُس میں پیرکشی کا باقی رہنا بھی اس کی اصلاح اور ترقی ہی کے لئے ہے کیونکہ ان امور کے حاصل ہونے کے بعد جن میں انتہائی نقص ترکِ اولیٰ کا پیش آجاتا ہے، اس شخص کو اس قدر مذمت، پشیمانی اور توبہ و استغفار نصیب ہو جاتا ہے جو بے انتہا ترقیات کا باعث بن جاتا ہے۔ اور جب بدنِ عنصری اپنے مقام پر قرار پالیتا ہے تو لطائفِ ستہ (چھ لطیفوں) کے جدا ہونے اور ان کے عالمِ امر میں عروج پا جانے کے بعد بالضرور اس دنیا میں ان کا خلیفہ (جانشین) یہی بدن رہ جائے گا۔ اور ان سب کے



کام اسی کو کرنے پڑیں گے۔ اس کے بعد اگر الہام ہوتا ہے تو اسی مضغہ گوشت پر ہوتا ہے جو حقیقت جامعہ قلبیہ کا خلیفہ ہے۔ اور وہ جو حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں وارد ہوا ہے کہ مَنْ أَخْلَصَ يَدَهُ إِلَىٰ رُبْعَيْنِ صَبَاحًا ظَهَرَتْ يَتَابِعُ الْحِكْمَةِ مِنْ قَلْبِهِ عَلَىٰ لِسَانِهِ (یعنی جو شخص صبح جالیس روز خالص اللہ کے لئے گردیتا ہے (یعنی سوائے یاد الہی و عبادت الہی کے اور کسی کام میں مشغول نہیں ہوتا) تو حکمت و دانائی کے چشمے اس کے قلب سے نکل کر اس کی زبان پر ظاہر ہونے لگتے ہیں) تو حدیث میں اس قلب سے مراد یہی گوشت کا لوتھڑا (مضغہ) ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

اور دوسری احادیث میں تو یہ مراد متعین ہی ہے مثلاً آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ إِنَّهُ لَيُغْنَىٰ عَلَىٰ قَلْبِي (بے شک میرے دل پر ہلکا سا غبار کی زد یا جاتا ہے) تو یہ غبار کا پیش آنا اسی مضغہ گوشت پر ہوتا ہے، قلب کی حقیقت جامعہ پر نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ تو کلیتہً غبار سے آزاد ہو چکی ہوتی ہے۔ اور دوسری حدیث میں قلب کے پلٹنے کا ذکر بھی آیا ہے۔ (ایک طویل عربی عبارت کا ترجمہ ملاحظہ ہو)

جیسا کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ بَيْنَ رُبْعَيْنِ صَبْعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ الرَّحْمَنِ [یعنی مومن کا قلب رحمن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان میں ہے۔] اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ

ملہ اسی حدیث سے بزرگوں نے چلہ کشی کو ثابت کیا ہے۔ نیز قرآن کریم کی سورہ بقراءت ملہ اور سورہ اعراف کی آیت ۱۵۴ میں اَرْبَعِينَ لَيْلَةً سے بھی اس طرف اشارہ ملتا ہے۔ واللہ اعلم۔ مترجم

قَلْبُ الْمُؤْمِنِ كَرِيْشَاةٍ فِيْ اَرْضٍ فَلَاةٍ (یعنی مومن کا قلب پرندہ کے اس پر کی طرح ہے جو کسی جنگل بیابان میں پڑا ہو۔) اور حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اَللّٰهُمَّ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّثْ قَلْبِيْ عَلٰی طَاعَتِكَ (یعنی اے اللہ! اے دلوں کو پلٹنے والے (اللہ) میرے قلب کو اپنی فرمانبرداری پر قائم رکھ) تو یہ قلب کا پلٹنا اور قائم نہ رہنا اسی مضغہ گوشت کے لئے ثابت ہے کیونکہ (قلب کی) حقیقت جامعہ کے لئے تو اُلٹنے پلٹنے کا ہرگز تصور ہی نہیں کیا جاسکتا بلکہ وہ تو مطمئن ہے اور اطمینان میں راسخ ہو چکی ہے۔ اور حضرت خلیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب قلب کے لئے اطمینان کی درخواست کی تو ان کی مراد بھی یہی مضغہ گوشت تھا، نہ کہ کوئی اور چیز۔ کیونکہ ان کا قلب حقیقی تو بلاشبہ مطمئن تھا بلکہ ان کا نفس بھی ان کے قلب حقیقی کی سیاست کی وجہ سے قطعاً مطمئن تھا۔

صاحب العوارف

قدس سرہ العزیز نے

صاحب عوارف کے ارشاد پر بحث

فرمایا ہے کہ ”الہام اس نفس مطمئنہ کی صفت ہے جس نے قلب کے مقام

لہ سہروردی سلسلہ کے سرخیل شیخ عمر شہاب الدین سہروردیؒ اپنے چچا ابو نجیب سہروردی کے مرید اور خلیفہ تھے ۶۵۳ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے اور ۸۳۲ھ میں وصال ہوا۔ برصغیر میں آپ کے خلیفہ حضرت بہار الدین زکریا ملتانی تھے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی کی تصنیف ”عوارف المعارف“ تصوف کی اہمات الکتاب میں شمار کی جاتی ہے اور ہر زمانے میں حریفہ میں مقبول رہی ہے۔



میں عروج کیا ہو۔ اور یہ کہ اس وقت تمام رنگ آمیزیاں (تلوینات) اور تمام تبدیلیاں (تقلبات) نفس مطمئنہ ہی کی صفات ہوتی ہیں۔  
 صاحب العوارف کا یہ ارشاد جیسا کہ تم خود دیکھ رہے ہو احادیث مذکورہ کے خلاف ہے۔ اور اگر حضرت شیخ (صاحب العوارف) کو اس مقام سے جس کی وہ بات کر رہے ہیں عروج میسر ہوتا تو وہ ضرور حقیقتِ حال کو دریافت فرمالیتے اور جو کچھ میں نے بتایا ہے اس کی صداقت ان پر ظاہر ہو جاتی۔ اور اس صورت میں کشف و الہام احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مطابق ہو جاتے اور تمہیں خوب معلوم ہے کہ جو کچھ میں نے بتایا ہے کہ یہی مضغہ گوشت (قلب کی حقیقت جامعہ کا) خلیقہ ہو جاتا ہے اور اس پر الہام وارد ہوتے ہیں اور یہی صاحب احوال اور صاحب تلوینات ہو جاتا ہے، یہ تمام باتیں متعصب، جاہل اور حقیقت امر سے کوتاہ لوگوں پر بڑی ہی شاق اور بہت ہی گراں گزری ہیں۔ معلوم نہیں، وہ اُن احادیث نبویہ علیہ علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں کیا کہیں گے جن میں آپؐ نے فرمایا ہے کہ اِنَّ فِيْ جَسَدِ بَنِيْ اٰدَمَ لِمُضْغَةٍ اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ (اور اِذَا اَدَمُ کے جسم میں ایک مضغہ گوشت کا لو تھڑا ہے۔ جب یہ درست ہو جاتا ہے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے اور جب یہ خراب ہو جاتا ہے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے)

خوب سمجھ لو کہ یہ مضغہ (گوشت) قلب ہے۔“}

اس حدیث شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بربیل  
مبالغہ اس مضغہ گوشت ہی کو قلب قرار دیا ہے اور جسم کی درستگی  
اور خرابی کو اس کی درستگی اور خرابی پر منحصر فرمایا ہے۔ لہذا جو کچھ  
قلب حقیقی کے لئے درست ہے وہی کچھ اس مضغہ (گوشت)  
کے لئے بھی درست ہوگا۔ اگرچہ یہ نیابت اور خلافت کے طور پر  
ہی ہو۔ اور اچھی طرح سمجھ لو کہ جب روح اپنے جسم سے اس  
موت کے ذریعہ سے جو (معارف) موت سے پہلے ہی واقع  
ہوتی ہے، جدا ہو جاتی ہے تو عارف واصل اپنی روح کو  
اس طرح محسوس کرتا ہے کہ وہ نہ جسم میں داخل ہے نہ اس سے  
خارج ہے، نہ اس کے ساتھ پیوستہ ہے اور نہ اس سے جدا ہے۔  
اور وہ محسوس کرتا ہے کہ روح کا اپنے جسم کے ساتھ ایک تعلق  
ضرور قائم رہتا ہے جس کی غرض جسم کی درستگی ہوتی ہے بلکہ ایک  
دوسری غرض بھی ہوتی ہے اور وہ یہ کہ روح کی طرف اس کا کمال  
بھی واپس آجائے۔ اور یہی تعلق جسم میں درستگی اور خوبی پیدا کرتا  
ہے۔ اگر یہ تعلق نہ ہوتا تو جسم اپنے تمام لوازمات کے ساتھ تمام ہی  
شر اور نقص بن جاتا۔ بعینہ ہی کچھ صورت روح وغیرہ کے ساتھ  
واجب تعالیٰ کی ہے۔ چنانچہ ذات واجب تعالیٰ نہ عالم میں  
داخل ہے نہ اس سے خارج، نہ اس کے ساتھ پیوستہ ہے



ناس سے جدا ہے۔ لیکن حق تعالیٰ سبحانہ کا عالم کے ساتھ ایک تعلق ضرور ہے اور یہ تعلق عالم کو پیدا کرنے کا اس کو باقی رکھنے کا کمالات کے فیضان کا اور نعمتوں اور بھلائیوں کے لئے مستعد بنانے کا تعلق ہے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب | اگر تم کہو کہ علمائے اہل حق نے روح

کے سلسلے میں اس انداز کی کوئی گفتگو نہیں فرمائی بلکہ قریب قریب انہوں نے اس انداز کی بحث کو جائز بھی نہیں رکھا۔ اور تم ہر قلیل و کثیر میں ان کی موافقت ضروری جانتے ہو۔ تو پھر اس کی وجہ کیا ہے (کہ تم روح کے سلسلے میں اس انداز کی گفتگو کر رہے ہو؟)

۳۵

میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ ان میں سے اول تو بہت کم لوگ ہیں جنہیں مدح کی حقیقت کا علم حاصل ہو سکا ہے۔ پھر انہوں نے اپنے کم ہونے کے باوجود روحانی کمالات کے اظہار کے متعلق کوئی تفصیلی گفتگو نہیں فرمائی اور محض اجمالی اشارات پر اکتفا فرمایا ہے کیونکہ وہ عوام کی کچھ فہمی اور ان کے گمراہی میں مبتلا ہونے کے اندیشہ سے اس بات سے بچتے رہے۔ کیونکہ روحانی کمالات (ایک حد تک) صورتہ کمالات و جہیت (واجب الوجود ہونا) سے مشابہ واقع ہوئے ہیں۔ ان دونوں کے درمیان بہت ہی باریک فرق ہے جس پر سوائے راسخ القدم علماء کے سب لوگ مطلع نہیں ہو سکتے۔ لہذا انہوں نے اجمال ہی میں

مصلحت سمجھی بلکہ اس کو بیان کرنے اور اس کی حقیقت کو واضح کرینے کا انکار کر دینا ہی بہتر سمجھا۔ لہذا وہ حضرات ان کمالات کے منکر نہیں ہیں جن کا تذکرہ اوپر آچکا ہے۔ اور اس ضعیف بندہ (یعنی میں) نے اس کی وضاحت کے ساتھ تشریح اور اس کے بعض خواص کی توضیح اپنے علم صحیح اور کشف صریح پر اعتماد ہونے کی وجہ سے، محض حق سبحانہ و تعالیٰ کی مدد اور توفیق سے اور اس کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام وآلہ الکرام کے صدقہ سے کر دی ہے اور ساتھ ہی اس شبہ کا بھی ازالہ کر دیا ہے جو اس کی وضاحت سے مانع تھا۔ لہذا اس بات کو اپنی طرح سمجھ لو۔

یہ بھی جان لینا چاہئے کہ جس طرح جسم، روح سے بشمار کمالات حاصل کرتا ہے، اسی طرح روح بھی جسم کے ذریعے سے عظیم الشان فوائد کا اکتساب کرتی ہے۔ (یہ جسم ہی تو ہوتا ہے جس کے ذریعے سے روح) سنتے والی، دیکھنے والی، گفتگو کرنے والی اور ایک جسم کے اندر مجسم بن جاتی ہے کہ اس کے بعد وہ ان افعال و اعمال کا اکتساب بذاتِ خود کرتی ہے جو عالم اجسام ہی سے مناسب تر رکھتے ہیں۔ (یعنی جسم کو حاصل کئے بغیر تنہا روح کیلئے یہ تمام باتیں ممکن نہیں)۔

**عقل معاد** اور جب نفس مطمئنہ روحانیوں (یعنی عالم ارواح) کے ساتھ ملحق ہو جاتا ہے، جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے تو عالم اجساد میں عقل اُسکی جگہ پر



اس کی خلیفہ اور نائب بن کر بیٹھتی ہے اور اس کا نام عقل معاد ہو جاتا ہے۔ اب اس کا فکر و اندیشہ، تمام کا تمام آخرت ہی کے لئے مخصوص ہو جاتا ہے اور وہ زندگی گزارنے کی فکروں سے فارغ ہو جاتی ہے۔ اور جو نور اُسے قدرت کی طرف سے عطا ہوتا ہے اس کی بدولت وہ فراست کے قابل ہو جاتی ہے۔ یہ مرتبہ کمالات عقل کے انتہائی مرتبوں میں سے ہے۔

۳۶ ایک اعتراض اور اس کا جواب

کوئی کوتاہ اندیش اس مقام پر یہ اعتراض نہ کرے کہ عقل کے مراتب کمالات کی انتہا تو یہ ہونی چاہئے کہ وہ معاش اور معاد دونوں کو بھول جانے میں

پختگی حاصل کر لے۔ کیونکہ ابتداء میں بھی اس کی فکر کا مرکز خواہ دنیا ہو یا آخرت، ہر جگہ سوائے حق سبحانہ و تعالیٰ کے اور کچھ بھی نہیں ہوتا (توانہا میں تو اور بھی یہ صورت ہونی چاہئے)۔

اس کے جواب میں میں کہتا ہوں کہ یہ نسیان اثنائے راہ میں فنا فی اللہ کے مقام میں اسے حاصل ہوا تھا۔ لیکن یہ کمال (جس کی گفتگو یہاں ہو رہی ہے) اُس مقام سے بہت منزلیں آگے کی ہے۔ یہاں تو حصول جہل کے بعد علم کا واپس آنا ہے اور جمع کے ثبوت کے بعد فرق و امتیاز کا دوبارہ لوٹنا ہے۔ اور کفر طریقت کے بعد جو مرتبہ جمع میں حاصل ہوتا ہے اسلام حقیقی کا حاصل ہونا ہے۔ فلاسفہ نے جو بہت ہی بے وقوف واقع ہوئے ہیں، عقل کے اندر جو چار مرتبے ثابت کئے ہیں اور کمالات عقل کو انہی چار مرتبوں میں منحصر سمجھا ہے تو یہ ان کی انتہائی حماقت ہے عقل کی

حقیقت کو ان کمالات کے باوجود جو اس کے تابع ہیں عقل اور وہم کے ساتھ نہیں سمجھا جاسکتا۔ (ان حقائق کو سمجھنے کے لئے) ایسے کشفِ صحیح اور الہامِ صریح کی ضرورت ہے جو انوارِ نبوت کے فانوس سے مقبتس ہوں۔

صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَعَالٰی وَتَسْلِيْمَاتُہٗ عَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ عُمُوْمًا وَّاَفْصَلِہُمْ جَنِّبَ اللّٰہِ خُصُوْصًا۔ (اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور اس کی سلامتیاں تمام انبیاء اور مرسلین پر عموماً نازل ہوں اور ان میں سے افضل اللہ تعالیٰ کے حبیب پر خصوصیت کے ساتھ)

ایک سوال اور اس کا جواب

اگر لوگ دریافت کریں کہ مشائخ کی عبارتوں میں جو واقع ہوا ہے کہ عقل، روح کی ترجمان ہے تو اس کے معنی کیا ہوں گے؟ (اس کے جواب میں) میں کہتا ہوں

کہ جو علوم و معارف روحانی تلقی (لینے اور اخذ کرنے) کے ذریعے سے مبدأ فیاض سے جاری ہوتے ہیں انھیں قلب، جس کا تعلق عالم ارواح سے ہے اخذ کر لیتا ہے۔ اس قلب کی ترجمان عقل ہے جو انھیں ضبطِ تحریر میں لا کر ان کا خلاصہ تیار کر کے ان لوگوں کے لئے قابلِ فہم بناتی ہے جو عالمِ خلق کے گرفتار ہیں۔ کیونکہ اگر عقل ترجمانی نہ کرے تو ان کو سمجھنا ہی دشوار بلکہ ناممکن ہو جائے اور چونکہ مضقۃ قلبیہ، حقیقتِ جامعۃ قلبیہ کا خلیفہ ہے

اس لئے اس نے بھی اصل کی حیثیت حاصل کر لی ہے اور اس کی تلقی (اخذ کرنے اور حاصل کرنے کی صلاحیت) بھی روحانی تلقی بن گئی ہے اور ترجمان کی محتاج ہو گئی ہے۔ جانا چاہئے کہ عقلِ معاد پر ایک ایسا وقت بھی آجاتا ہے جو نفسِ مطمئنہ کی ہمسائیگی کے شوق کا باعث بن جاتا ہے اور یہ



شوق اس حد تک بڑھتا ہے کہ عقلِ معاد کو نفسِ مطمئنہ کے مقام تک پہنچا دیتا ہے۔ اس حالت میں عقلِ معاد، قالب کو تہی اور خالی چھوڑ جاتی ہے اور اس وقت تعقل (سمجھنے) اور تذکر (یاد رکھنے) کی صلاحیت بھی (عقلِ معاد کی بجائے) اسی قلبی لو تھڑے میں قرار پا جاتی ہے۔ اِنِّیْ فِیْ ذٰلِکَ کَیْنٌ کَرِیْمٌ لِّمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ۔ {اس حقیقت میں ان لوگوں کے لئے نصیحت ہے جو قلب رکھتے ہوئے} اور اس وقت وہی قلب خود اپنا ترجمان بن جاتا ہے۔ اس وقت عارف کا معاملہ قالب کے ساتھ پیش آتا ہے۔ اُس کا آتش (ناری) جزو جس کی طبیعت اور ذات سے اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ (میں اس سے بہتر ہوں) کی صدائیں ظاہر ہوا کرتی تھیں مطیع و فرماں بردار بن جاتا ہے اور رفتہ رفتہ اسلامِ حقیقی کے مشرف سے مشرف ہوتا جاتا ہے۔ لہذا کارکنانِ قضا و قدر ایسی خلعت کو اس سے دور کر کے اُسے نفسِ مطمئنہ کے اصلی مقام پر پہنچا دیتے ہیں اور اس کا قائم مقام بنا دیتے ہیں پس قالب (جسم) میں قلبِ حقیقی کا خلیفہ مضعّہ قلب ہوا اور نفسِ مطمئنہ کا قائم مقام آتش (ناری) جزو بنا۔ ج

نزد من وجود من از کیمیاے عشق

(ترجمہ) کیمیاے عشق سے نزد من گئی خاکِ وجود

اور (جسمِ انسانی کا دوسرا جزو، یعنی) جزوِ ہوائی، روح کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے۔ لہذا سالک جس وقت ہوا کے مقام پر پہنچتا اور اس تک عروج حاصل کرتا ہے تو کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ اسی ہوا کو حقانیت کا عنوان

سمجھ لیتا ہے اور اس میں گرفتار ہو جاتا ہے جیسا کہ روح کے مقام میں بھی  
 اسی قسم کا (مغالطہ آمیز) مشاہدہ حاصل ہوتا ہے اور سالک اسی میں گرفتار  
 ہو کر رہ جاتا ہے۔ بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ میں تیس سال تک روح  
 ہی کو خدا سمجھ کر پرستش کرتا رہا۔ اور جب کارکنانِ قضا و قدر نے مجھے  
 اس مقام سے گزاریا تو حق باطل سے جدا ہو گیا۔ اور یہ جزوِ ہوائی،  
 مقامِ روحی کے ساتھ مناسبت رکھنے کی وجہ سے اس قالب میں روح  
 کا قائم مقام بن جاتا ہے اور بعض معاملات میں وہ روح کے حکم میں <sup>۳۸</sup>  
 یعنی اس کی مانند ہو جاتا ہے۔ اور (جسمِ انسانی کا تیسرا جزو، یعنی) جزوِ آبی  
 حقیقتِ جامعہ قلبیہ سے مناسبت رکھتا ہے اور اسی لئے اس کا فیض تمام  
 چیزوں میں پہنچتا ہے۔ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ (اور ہم نے ہر چیز کو  
 پانی سے حیات بخشی) اس کی جائے بازگشت بھی یہی قلب ہے جو گوشت کا لوتھرا  
 ہے۔ اور (جسمِ انسانی کا چوتھا جزو، یعنی) جزوِ ارضی (مٹی) جو اس قالب  
 (جسم) کا جزوِ اعظم ہے، اپنی کمینگی اور خست کی تلویٹ (آلودگی) سے  
 جو کہ اس کی ذاتی صفات ہیں پاکی حاصل کر لینے کے بعد، وہی اس قالب  
 میں حاکم اور غالب ہو جاتا ہے۔ اور قالب میں جو کچھ بھی ہے وہ اسی  
 کے حکم میں ہو جاتا ہے اور اسی کا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ اس کی یہ  
 حیثیت اس کی مکمل جامعیت کی وجہ سے ہوتی ہے۔ کیونکہ قالب کے  
 تمام اجزاء درحقیقت اسی کے اجزاء ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ کرۂ زمین  
 ہی عناصر اور افلاک کا مرکز قرار پایا ہے اور زمین کا مرکز ہی پوری دنیا کا



مرکز ہے۔ اس وقت قالب کا معاملہ بھی اپنے انجام کو پہنچ جاتا ہے اور انتہائی عروج اور نزول ثابت ہو جاتا ہے اور تکمیل کا کمال اس وقت حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ ہے وہ انتہا (نہایت) جو ابتداء (بدایت) کی طرف رجوع رکھتی ہے۔

**فرق بعد النجس** | جاننا چاہئے کہ روح اپنے مرتبوں اور اپنی تابع چیزوں کے ساتھ اگرچہ عروج کے طریقے پر اپنے مقام تک پہنچ چکی ہوتی ہے لیکن چونکہ ابھی اسے قالب کی تربیت درپیش ہے لہذا اس دنیا کی طرف اسے متوجہ رہنا پڑتا ہے۔ اور جب قالب کا معاملہ اپنے انجام کو پہنچ جاتا ہے تو روح (دیگر لطائف) سرخشی، اخفی، یعنی قلب، نفس اور عقل کے ساتھ بارگاہِ قدسِ خداوندی جل سلطانہ کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے اور اس قالب سے پوری طرح روگردانی اختیار کر لیتی ہے اور قالب بھی پورے طور پر (یعنی اپنے تمام اجزاء کے ساتھ) مقامِ عبودیت کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد روح اپنے تمام مراتب کے ساتھ مقامِ شہود و حضور میں قرار پا لیتی ہے۔ اور باسوا کی دید و دانش سے مکمل طور پر روگرداں ہو جاتی ہے، اور قالب پورے طور پر مقامِ اطاعت اور بندگی میں راسخ ہو جاتا ہے۔ یہ ہے فرق بعد النجس کا مقام (یعنی جمع ہونے کے بعد جدا ہونے کا مقام)۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمُؤْتِقُ لَكُمْ آلَاتٍ (اور اللہ سبحانہ ہی ۳۹ کمالات کی توفیق عطا فرمانے والا ہے)۔ اور اس فقیر کو اس مقام میں خصوصی رسائی حاصل ہے۔ یہ مقام، روح کے اپنے تمام مراتب کے ساتھ عالمِ خلق

کی طرف لوٹ آنے کا مقام ہے تاکہ لوگوں کو حقِ جَلَّ وَّ عَلَا کی طرف دعوت دے، اور روح اس وقت میں قالب کے حکم میں یعنی اس کی مانند ہو جاتی ہے اور اسی کی تابع ہو جاتی ہے اور معاملہ اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ اگر قالب حاضر ہے تو روح بھی حاضر ہے اور اگر قالب غافل ہے تو روح بھی غافل ہے۔ البتہ نماز ادا کرنے کے وقت روح اپنے تمام مراتب کے ساتھ بارگاہِ قدسِ جلِ شانہ کی طرف متوجہ ہوتی ہے اگرچہ قالب غافل ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ نماز تو مومن کی معراج ہوتی ہے۔

**دعوت کا کامل ترین مقام** | جاننا چاہئے کہ واصل شخص کا یہ رجوع جو پورے طور پر واقع ہوتا ہے، دعوت کے کامل ترین مقامات میں سے ہے۔ یہ غفلت ایک کثیر جماعت کے حضور کا سبب بنتی ہے۔ غافل لوگ اس غفلت (کی حقیقت) سے غافل ہیں اور جو صاحبِ حضور ہیں وہ اس رجوع سے لاعلم ہیں۔ یہ مقام درحقیقت قابلِ مدح ہے، لیکن بظاہر مذمت کے مشابہ معلوم ہوتا ہے۔ ہر کوتاہ اندیش کی فہم اس مقام تک نہیں پہنچ سکتی۔ اگر میں اس غفلت کے کمالات بیان کروں تو کوئی آدمی بھی قطعاً حضور کی خواہش اور آرزو نہ کرے۔ یہ وہی غفلت تو ہے جو نورِ انسانی کے خواص کو نورِ ملائکہ کے خواص پر فضیلت بخشتی ہے۔ یہ وہی غفلت تو ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو رحمتِ عالمیان کے درجے پر فائز کر دیتی ہے۔ یہ غفلت وہی تو ہے جو ولایت کے درجہ سے نبوت کے درجے تک پہنچا دیتی ہے۔ اور یہ غفلت وہی تو ہے جو نبوت سے



رسالت کے درجہ تک پہنچا دیتی ہے یہ غفلت ہی تو ہے جو معاشرے میں ایسے والے اولیاء اللہ کو گوشہ نشین اولیاء اللہ پر فضیلت بخشی ہے۔ یہ وہی غفلت تو ہے جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر سبقت عطا کرتی ہے، حالانکہ وہ دونوں ایک ہی گھوڑے کے دونوں کانوں کی طرح (یعنی بظاہر مساوی مرتبہ پر فائز) تھے۔  
 یہ وہی غفلت تو ہے جو ہوشمندی (صحو) کو مستی (سکر) پر ترجیح دیتی ہے۔  
 یہ وہی غفلت تو ہے جو نبوت کو ولایت سے افضل قرار دیتی ہے، کوتاہ اندیشوں کے خیال کے برخلاف۔ یہ وہی غفلت ہے جس کی وجہ سے قطب ارشاد، قطب ابدال پر فضیلت حاصل کر لیتا ہے۔ یہ وہی غفلت تو ہے جس کی صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آرزو فرماتے ہیں چنانچہ وہ کہتے ہیں: **يَا لَيْتَنِي كُنْتُ سَهْوًا مُحَمَّدًا** (اے کاش میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بھول ہو جاتا)۔ یہ وہی غفلت ہے کہ حضور اس کے سامنے ایک ادنیٰ ترین خادم کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہاں! یہ وہی غفلت تو ہے کہ وصول اس کے حصول کا پیش خیمہ ہے۔ ہاں! یہ وہی غفلت ہے جو بظاہر تنزل نظر آتی ہے لیکن درحقیقت بلندی ہے۔ ہاں ہاں!  
 ۱۵ صاحبِ عوذاتِ حق کی طرف مشغول ہونے کے باوجود حکمِ الہی سے مخلوق کی طرف بھی مشغول ہونا ہے یہ مشغولیت ایک گونہ غفلت کو مستلزم ہے اور صاحبِ شکر مخلوق سے بالکل غافل ہو کر ذاتِ حق میں کلی طور پر مستغرق ہونا ہے اس کے باوجود صاحبِ صحو کو اس پر فضیلت ہے کیونکہ وہ امرِ الہی سے مخلوق کی اصلاح و تربیت میں مشغول ہو کر خلیفۃ اللہ ہونے کا فرض انجام دیتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ مترجم۔

یہ وہی غفلت ہے جو خواص کو عوام کے مشابہ بنا دیتی ہے اور عوام کے لئے ان کے کمالات کے حجاب اور پردے بن جاتی ہے۔  
 گر نگہم شرح این بیدر شود  
 جو اس کی شرح کروں بے حساب ہو جائے

(ترجمہ)

الْقَلِيلُ يَدُلُّ عَلَى الْكَثِيرِ وَالْقَطْرَةُ تُبَيِّنُ عَنِ الْبَحْرِ الْغَدِيرِ  
 وَالسَّلَامُ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفَى عَلَيْهِ  
 وَعَلَى آلِهِ مِنَ الصَّلَوَاتِ وَالتَّسْلِيمَاتِ أَتَمُّهَا وَأَكْمَلُهَا (تخویری سی  
 بات سے زیادہ باتوں پر رہنمائی حاصل ہو جاتی ہے اور ایک قطرہ بے پایاں سمندر کی  
 خبر دیتا ہے۔ اور سلامتی ہو ان پر جو ہدایت کی پیروی کریں اور حضور اکرم صلی اللہ  
 علیہ وعلی آلہ من الصلوات والتسلیمات انہما واکملہا کی پیروی کو اپنے لئے لازم کریں)  
 ۱۴ - منها

پیغمبر اسلام کا خصوصی امتیاز | حضرت رسالت خاتمت صلی اللہ  
 علیہ وآلہ وسلم، باقی تمام انبیاء علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کے درمیان  
 تجلی ذاتی کے ساتھ امتیازی درجہ رکھتے ہیں۔ اور اس دولت (عظمتی) کے ساتھ جو  
 تمام کمالات سے اوپر کی چیز ہے آپ کی بارگاہ مخصوص ہے۔ اور آپ  
 کی پیروی کرنے والوں میں سے کاملین اولیاء کا بھی اس مقام خاص میں  
 حصہ ہے۔ کوئی معترض یہ نہ کہے کہ اس قیاس پر تو یہ لازم آتا ہے کہ اس  
 اُمت کے کاملین اولیاء تمام انبیاء علیہم السلام پر بھی افضل ہوں، حالانکہ یہ بات  
 اہل السنۃ والجماعت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اعتقاد کے



۴۱ خلاف ہے۔ اور یہ فضیلت کوئی جزئی فضیلت بھی نہیں ہے جو یہ کہہ کر اس شبہ کو رفع کیا جائے۔ بلکہ یہ فضیلت کلی ہے کیونکہ لوگوں کا ایک دوسرے سے افضل ہونا محض قرب الہی جل شانہ کی وجہ سے ہوتا ہے اور جو فضیلت بھی ہو وہ اس فضیلت سے کم ہی کم ہے۔

اس کے جواب میں میں کہتا ہوں کہ میرے اس بیان سے کہ اس امت (محمدیہ) کے کاملین کا اس مقام میں حصہ ہوتا ہے، یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اس مقام پر واصل بھی ہو چکے ہوں۔ اور فضیلت کا انحصار واصل ہونے پر ہے۔ اس امت کے جو کہ خیر الامم ہے، کاملین کا انتہائی عروج، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے قدموں کے نیچے تک ہی ہوتا ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ باوجودیکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے بعد پوری نوع انسانیت کی سب سے بزرگ اور افضل ترین شخصیت ہیں۔ لیکن ان کا انتہائی عروج بھی کسی نبی کے قدم کے نیچے تک ہی ہوتا ہے جو تمام انبیاء کے درجات سے کم تر درجہ ہے۔ ساری بحث کا حاصل یہ ہے کہ اس امت کے کامل تا بعد ازیں کو اس مقام میں جو مقام فوق الفوق کے کمالات سے نیچے کا مقام ہے پورا حصہ حاصل ہوتا ہے اور یہ فوق الفوق کا مقام ان کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے۔ خادم جہاں کہیں بھی ہوا اسے اپنے مخدوم کا پس خوردہ پہنچ ہی جاتا ہے۔ دور کا خادم بھی مخدوم کے طفیل سے وہ کچھ حاصل کر لیتا ہے کہ نزدیکی والے لوگوں کو خدمت کی

دولت کے بغیر سیر نہیں آتا۔ ۵

در قافلہ کہ اوست دائم نرسم (ترجمہ) ایں بس کہ رسد ز دور بانگِ جرم  
وہ جس قافلے میں جانتا ہوں میں نہ پہنچوں گا یہی بس کہ آئے دور سے بانگِ جرم ہرم

جاننا چاہئے کہ مریدوں کو بھی بعض اوقات اپنے پیروں کے سلسلے  
میں یہ توہم پیدا ہو جایا کرتا ہے اور انھیں اپنے پیروں کے مقامات کا حصول  
(پیروں کے ساتھ) مساوات کے خیال میں گرفتار کر دیتا ہے۔ حالانکہ  
معاملہ کی حقیقت یہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔ مساوات کا حصول اس وقت  
ہو سکتا ہے جبکہ مرید ان مقامات پر واصل ہو جائے۔ ان مقامات  
کے صرف حصول پر منحصر نہیں، کیونکہ یہ حصول تو خود طفیلی ہے۔ (یعنی  
پیر کے طفیل سے حاصل ہو گیا ہے)۔ اس بات سے کوئی شخص یہ گمان  
بھی نہ کرے کہ مرید اپنے پیر کے برابر ہو ہی نہیں سکتا، ایسا نہیں ہے، بلکہ  
مساوات ممکن و جائز ہے بلکہ واقع بھی ہوتی ہے۔ لیکن کسی مقام کے  
حاصل ہو جانے اور اس مقام پر واصل ہو جانے کے درمیان بہت ہی  
باریک فرق ہے، ہر مرید کو اس دولت کی طرف ہدایت حاصل نہیں ہوتی۔  
اس فرق کو سمجھنے میں کشفِ صحیح اور الہامِ صریح درکار ہے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ  
الْمَلِئِمْ بِالْصَّوَابِ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اَتَّبَعَ الْهُدٰی۔ (اور اللہ سبحانہ  
ہی صحیح بات دل میں ڈالنے والا ہے۔ اور سلامتی ہو ان پر جو ہدایت کی  
پیروی کریں۔)



## ۱۵۔ منہا

احوال پیش آکر غائب ایک فقیر (سالک) نے دریافت کیا کہ اس کی وجہ کیا ہے کہ اس راہ پر چلنے والے کو کیوں ہو جاتے ہیں؟ ایک حالت پیش آتی ہے اور ایک عرصہ

تک وہ برقرار رہتی ہے اور اس کے بعد غائب ہو جاتی ہے اور ایک مدت کے بعد پھر وہی حالت ظاہر ہو جاتی ہے اور کچھ زمانے کے بعد پھر غائب ہو جاتی ہے۔ وَهَكَذَا إِلَى مَا شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى (اور جب تک خدائے تعالیٰ چاہتا ہے یہی صورت رہتی ہے)۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہر آدمی کے سات لطیفے ہوتے ہیں اور ہر لطیفہ کی حکومت اور غلبہ کی مدت جدا گانہ ہوتی ہے۔ پھر اگر وارد ہونے والی حالت ان میں سے لطیف ترین لطیفہ پر وارد ہوتی ہے اور کوئی قوی حالت اس پر فزول کرتی ہے تو سالک کی مجموعی کیفیت (ذکلیت) اسی لطیفہ کے رنگ میں رنگی جاتی ہے۔ اور وہی حالت تمام لطیفوں میں سرایت کر جاتی ہے اور جتنے عرصے تک اس لطیفہ کا غلبہ قائم رہتا ہے یہی حالت باقی رہتی ہے۔ اور جب اس لطیفہ کا غلبہ ختم ہو جاتا ہے تو وہ حالت بھی زائل ہو جاتی ہے۔ اور ایک مدت کے بعد اگر پھر وہی حالت دوبارہ واپس لوٹ آتی ہے تو دو صورتوں سے خالی نہیں ہوتی۔ یا تو یہ حالت اسی پہلے لطیفہ پر لوٹتی ہے، اس وقت ترقی کی راہیں اس سالک پر مسدود ہو جاتی ہیں اور اگر کسی دوسرے لطیفہ پر وارد ہوتی ہے تو

ترقی کا راستہ کھل جاتا ہے۔ اور اس دوسرے لطیفہ میں بھی وہی پہلے  
 لطیفہ والا معاملہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس حالت کے زائل ہو جانے کے بعد  
 اگر وہی حالت دوبارہ واپس آتی ہے تو وہ بھی سابق دو صورتوں سے خالی  
 نہیں ہوتی۔ وَهَكَذَا حَالُ مُجْتَمِعِ اللَّطَائِفِ (یہی صورت تمام لطیفوں کی ہے) ص ۴۳  
 پس اگر وہ وارد ہونے والی کیفیت تمام لطیفوں میں اصالت سرایت کر جائے  
 تو سالک حال سے مقام کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ (یعنی صاحب حال  
 سے صاحب مقام بن جاتا ہے اور زوال سے محفوظ رہتا ہے۔ وَاللّٰهُ  
 سُبْحَانَهُ اَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْحَالِ وَالصَّلٰوةِ وَالسَّلَامِ عَلٰی سَيِّدِ الْبَشَرِ  
 وَالْاٰلِ الْاَظْهَرِ) اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ حقیقت حال کو سب سے زیادہ جانتے ہیں،  
 اور دو دو سلام ہو سر و درو جہاں اور آپ کی آل اطہار پر۔

### ۱۶۔ منها

آیت قرآنی کی لطیف تشریح (عربی عبارت کا ترجمہ ملاحظہ ہو)۔  
 ”حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن  
 طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُونَ  
 (یعنی اے ایمان والو! ان پاکیزہ چیزوں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں  
 بطور بھدق عطا فرمائی ہیں اور اللہ کا شکر ادا کرو۔ اگر تم اسی کی  
 عبادت کرتے ہو) اس آیت میں یہ احتمال ہے کہ یہ شرط (کہ اگر تم  
 اسی کی عبادت کرتے ہو) اس امر کیلئے لگائی گئی ہو جو کھانے کے لئے  
 فرمایا گیا ہے (یعنی پاکیزہ چیزوں سے کھاؤ) یعنی جو کچھ ہم نے



تمہیں رزق دیا ہے اس میں سے لذیذ چیزیں کھاؤ بشرطیکہ تمہاری طرف سے یہ بات صحیح ہو کہ تم اپنی عبادت کے لئے خدا ہی کی ذات کو مخصوص کرتے ہو۔ اور اگر تمہاری جانب سے یہ بات صحیح نہ ہو بلکہ تم اپنے نفس کی اہو و لعب میں ڈالنے والی خواہشات کی بندگی بھی کر رہے ہو تو ان تمام لذیذ چیزوں کو نہ کھاؤ کیونکہ اس صورت میں تم بیمار ہو اور باطنی مرض میں گرفتار ہو اور جو چیزیں بطور رزق کے دی گئیں ہیں ان میں سے لذیذ چیزیں تمہارے لئے زہرِ قاتل ہیں۔ ہاں جب تمہارا باطنی مرض جاتا رہے تو ان لذیذ چیزوں کا کھانا تمہارے لئے درست ہو جائے گا۔ صاحب کشف (علامہ زمرخسریؒ) نے شکر کے مطالبہ کا لحاظ کرتے ہوئے اس جگہ طِبِّیَّاتُ کی تفسیر مُتَلَذَّات (لذیذاور دل پسند چیزوں) سے کی ہے۔

## ۱۷۔ منہا

کیا معرفت کے بعد کوئی لغزش | (عربی عبارت کا ترجمہ ملاحظہ ہو)۔  
نقصان دہ نہیں ہوتی؟ | بعض مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم

۱۔ ابوالقاسم محمود بن عمر جو علامہ زمرخسریؒ یا صاحب کشف کے نام سے مشہور ہیں عربی زبان، ادب اور علوم دین میں بڑا موجد تھے۔ ۲۷ رجب ۷۶۷ھ کو خوارزم میں پیدا ہوئے۔ مکہ مکرمہ میں رہ کر علوم دین حاصل کئے۔ اسی وجہ سے جارا اللہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ اعتزال کی جانب مائل تھے۔ آپ کی زیادہ شہرت کلام مجید کی تفسیر کشف کی وجہ سے ہے۔ وفات عرفہ کے دن ۷۳۵ھ خوارزم میں جرجانہ کے مقام پر ہوئی۔

ارشاد ہے کہ "جس نے خدا کی معرفت حاصل کر لی اسے کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا۔" اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے معرفت حاصل کرنے سے پہلے جن گناہوں کا ارتکاب کر لیا تھا وہ اسے نقصان نہیں دیتے۔ کیونکہ اسلام قبول کرنے سے پہلے جو گناہ ہو چکے ہوں انھیں اسلام بالکل ختم کر دیتا ہے۔ اور صوفیہ کے طریقے پر حقیقی اسلام فنا و ربقا کے بعد، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی معرفت ہی ہے۔ لہذا اس معرفت کا حصول، ان گناہوں کو جو اس سے پہلے سرزد ہو چکے ہوں ختم کر دیتا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ گناہ سے مراد وہی گناہ ہوں جو اس معرفت کے بعد سرزد ہوں تو اس صورت میں گناہ سے مراد، صغیرہ گناہ ہوں گے، کبیرہ نہیں ہوں گے۔ کیونکہ اولیاء اللہ کبیرہ گناہوں سے محفوظ ہوتے ہیں۔ صغیرہ گناہ اس لئے نقصان نہیں دیتے کہ عارف ان پر اصرار نہیں کرتا اور بغیر کسی فصل کے فوراً ہی اس کا تدارک تو یہ اور استغفار سے کر لیتا ہے۔ نیز یہ بھی ممکن ہے کہ اس کا مطلب یہ ہو کہ عارف سے کوئی گناہ صادر ہی نہیں ہوتا کیونکہ گناہوں کا صادر نہ ہونا ان کے نقصان نہ دینے کیلئے ملزوم ہے۔ اور ان کا نقصان نہ دینا اس کے لئے لازم ہے (یعنی جب کوئی شخص گناہ ہی نہیں کرے گا تو لازماً اسے ان کا نقصان بھی نہیں پہنچے گا) لہذا لازم کو ذکر کر کے ملزوم مراد لیا گیا ہے۔ اور جو کچھ ملحوظوں نے اس عبارت سے توہم کیا ہے کہ عارف کے لئے گناہوں کا ارتکاب



کرنے کی گنجائش ہے۔ کیونکہ وہ اسے نقصان نہیں دیتے تو یہ توہم قطعاً باطل ہے اور صریحاً زندہ ہے۔ اُولَئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ اَلَا اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ {ایسے لوگ شیطان کی ٹولی والے ہیں خبردار رہو کہ شیطان کی ٹولی والے ہی خسار میں رہتے ہیں۔ اسے ہمارے پروردگار! تو ہمارے دلوں کو ہدایت عطا فرمانے کے بعد کبھی کی طرف مائل نہ فرما۔ اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما۔ یقیناً تو بہت عطا فرمانے والا ہے} اور حق تعالیٰ اپنی رحمتیں، سلامتیاں اور برکتیں نازل فرمائے ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر۔ میں خداوند کریم (کی ذات) سے جس کی مغفرت بڑی ہی وسیع ہے یہی امید رکھتا ہوں کہ ایسے عارف کو جو اسلام کی حقیقت سے واقعی آشنا ہو چکا ہو معرفت سے قبل ارتکاب کردہ گناہوں سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا اگرچہ یہ گناہ مظالم اور حقوق العباد کی قسم ہی سے کیوں نہ ہوں کیونکہ حق تعالیٰ سبحانہ ہی مالک مطلق ہے۔ اور بندوں کے قلوب اس کی انگلیوں میں سے دوا انگلیوں کے درمیان ہیں۔ وہ انھیں جس طرح چاہتا ہے الٹا پلٹا رہتا ہے اور مطلق اسلام کا قبول کرنا ہی گناہوں کو ختم کر دیتا ہے، سوائے مظالم اور ہندوؤں کے حقوق کے جیسا کہ ظاہر ہے، پس بیشک

حقیقت اور کمال کو ایسی برتری اور فضیلت ہوتی ہے جو اس چیز کو مطلق صورت میں حاصل نہیں ہوتی۔

۱۸۔ منہا

وجود باری تعالیٰ کے سلسلہ میں  
خصوصی معرفت

حق سبحانہ و تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ  
موجود ہے نہ کہ وجود کے ساتھ،  
برخلاف باقی تمام موجودات کے کہ

وہ سب وجود کے ساتھ موجود ہیں۔ اس صورت میں حق تعالیٰ کو موجود ہونے کے لئے وجود کی احتیاج لازم ہی نہیں آتی جو اس سے بچنے کے لئے لوگوں کو یہ کہنا پڑے کہ حق تعالیٰ کا وجود عین ذات ہے، زائد نہیں ہے۔ تاکہ غیر کی احتیاج لازم نہ آئے۔ ذات حق جلّٰوہ سلطانہ کے لئے وجود کے عین ذات ہونے کا اثبات کرنے کے لئے بلند و بالا دلائل کا محتاج ہونا پڑتا ہے اور اس صورت میں ہمیں خصوصیت کے ساتھ جمہور اہل سنت و الجماعت کی مخالفت بھی کرنی پڑتی ہے کیونکہ یہ بزرگ وجود کے عین ذات ہونے کے قائل نہیں ہیں۔ وہ وجود کو زائد سمجھتے ہیں۔ یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ اگر ہم ذات واجب تعالیٰ و تقدس کو ایسے وجود کے ساتھ موجود کہیں جو اس کی ذات پر زائد ہو تو وجود کے زائد ہونے کا یہ حکم اس بات کو مستلزم ہے کہ ذات واجب تعالیٰ و تقدس غیر کی طرف محتاج ہو۔ لیکن اگر ہم یہ کہیں کہ وہ اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے، اور اس وجود کو ہم ایک عرض عام کی حیثیت سے لیں تو جمہور متکلمین اہل حق کی بات بھی درست ہو جاتی ہے اور احتیاج کا اعتراف



بھی جو مخالفین پیش کرتے ہیں پوری طرح دُور ہو جاتا ہے۔ اس بات کے درمیان کہ واجب تعالیٰ کو اپنی ذات کے ساتھ موجود کہیں اور وجود کو اس میں بالکل کوئی دخل نہ دیں اور اس بات کے درمیان کہ اسے وجود کے ساتھ موجود کہیں اور اس وجود کو عین ذات ثابت کریں، (ان دونوں باتوں کے درمیان) واضح فرق ہے۔ یہ معرفت ان خصوصیات میں سے ہے جن کے ساتھ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے مجھے مخصوص فرمایا ہے۔ اس پر اللہ سبحانہ کا حمد و شکر کرتا ہوں اور اس کے رسول پر درود و سلام بھیجتا ہوں۔

۱۹۔ منہا

**مزید وضاحت** | حضرت واجب الوجود تعالیٰ و تقدس کی خصوصیات میں سے یہ بات ہے کہ وہ اپنی ذات کے ساتھ موجود ہو اور اپنے موجود ہونے میں قطعاً وجود کا محتاج نہ ہو۔ خواہ ہم وجود کو عین ذات مانیں یا ذات پر زائد کہیں، ان دونوں صورتوں، یعنی عینیت اور زیادتیت میں وہی بات جس سے بچنے کی کوشش کی گئی تھی لازم آتی ہے (یعنی عینیت ماننے کی صورت میں لمبی چوڑی دلیلوں کی ضرورت پڑتی ہے اور جمہور اہل سنت کی مخالفت بھی لازم آتی ہے اور زیادتیت کی صورت میں ذات حق کیلئے غیر کا محتاج ہونا لازم آتا ہے) چونکہ حضرت حق کی سنت اس انداز پر جاری ہے کہ جو کچھ مرتبہ و حجب میں پایا جاتا ہے اس کا نمونہ امکان کے ہر مرتبہ میں بھی ظاہر فرما دیتا ہے، عَلَمٌ أَحَدٌ أَوْ كَثَرٌ يَعْلَمُهُ (یعنی اے کوئی جانے یا نہ جانے) حق تعالیٰ نے عالم امکان میں اس خصوصیت واجب الوجود کا ایک نمونہ وجود کو بنایا ہے۔

کیونکہ وجود حقیقت میں اگرچہ موجود نہیں ہے اور اس کا شمار معقولات میں  
 ثانیہ میں ہوتا ہے۔ لیکن اگر ہم اس کے وجود کو فرض کریں تو وہ بذاتِ خود ہی  
 موجود ہوگا نہ کہ کسی دوسرے وجود کے ساتھ۔ برخلاف دوسری موجودات  
 کے کہ ان کا موجود ہونا وجود کا محتاج ہے۔ خود ان کی ذاتیں اپنے وجود  
 کے لئے کافی نہیں ہیں۔ پس جبکہ وہ وجود جسے لوگوں نے اشیاء کے موجود  
 ہونے میں دخیل تسلیم کیا ہے، اگر موجود ہوگا تو اپنی ذات ہی کے ساتھ  
 موجود ہوگا۔ اور کسی دوسرے وجود کا محتاج نہیں ہوگا۔ خالقِ موجودات  
 تعالیٰ و تقدس، اگر مستقل طور پر اپنی ذات ہی کے ساتھ موجود ہو اور  
 قطعاً وجود کا محتاج نہ ہو تو اس میں تعجب کی کونسی بات ہے۔ حقیقت  
 سے دور لوگ اگر اسے بعید (ناممکن) سمجھتے ہیں تو یہ بات مبحث سے  
 خارج ہے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمَلِكُ الْمُتَعَالِیُّ (اور اللہ سبحانہ ہی صحیح  
 بات دل میں ڈالنے والا ہے)۔

ایک اعتراض | اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حکماء اور اشعریہ اور بعض خود ساختہ  
 صوفیہ جو ذاتِ حق تعالیٰ و تقدس کے لئے وجود کے عین ہونے کے قائل  
 ہوئے ہیں تو وہ بھی یہی بات کہتے ہیں جو تم نے گذشتہ معرفت میں کہی  
 ہے کہ واجب الوجود (ذاتِ حق) تعالیٰ و تقدس بذاتِ خود موجود ہے  
 نہ کہ وجود کے ساتھ۔ پس اس بات کے معنی کہ (واجب الوجود)  
 ایک ایسے وجود کے ساتھ موجود ہے جو اس کی ذات کا عین ہے، یہی ہیں کہ  
 وہ بذاتِ خود موجود ہے، نہ کہ وجود کے ساتھ۔



**جواب** | تو اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ اس مفروضہ کی بناء پر تو اس مسئلہ میں اہل سنت کا ان حضرات کے ساتھ کوئی اختلاف ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس صورت میں تو اہل حق کو ان کے مقابلے میں یوں کہنا چاہئے تھا کہ حق تعالیٰ وجود کے ساتھ موجود ہے بذات خود موجود نہیں ہے (تاکہ اختلاف کی کوئی شکل تو نکلتی) اس مفروضہ کی بنا پر وجود کی زیادتی کا ثابت کرنا غلط ہے۔ لہذا وجود کے زائد ہونے کا اثبات خود اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ فریقین کا اختلاف خود وجود کے بارے میں نہیں ہے بلکہ اس کے وصف کے بارے میں ہے کہ وہ اس کی ذات کا عین ہے یا ذات پر زائد ہے۔ یعنی دونوں فریق اس بات کے تو قائل ہیں کہ حق تعالیٰ وجود کے ساتھ موجود ہے۔ اور اس بات میں ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اختلاف ہے تو اس میں ہے کہ پھر یہ وجود اس کی ذات کا عین ہے یا اس کی ذات پر زائد ہے۔

۴۷ **دوسرا اعتراض** | اگر وہ لوگ یہ کہیں کہ جب واجب الوجود، تعالیٰ و تقدس، بذات خود موجود ہے تو واجب تعالیٰ کو موجود کہنے کے معنی کیا ہوں گے؟ کیونکہ موجود اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ساتھ وجود قائم ہو اور یہاں (آپ نے یہ فرض کر رکھا ہے کہ) وجود مطلقاً ہے ہی نہیں۔

**جواب** | اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ ہاں، ایسا کوئی وجود جس کے ساتھ ذات واجب تعالیٰ و تقدس موجود ہو، واجب تعالیٰ میں نہیں

پایا جاتا۔ لیکن ایسا وجود جسے عرض عام کے طور پر ذاتِ حق تعالیٰ پر بولا جائے اور وہ بطور اشتقاق کے اس پر محمول ہو تو اگر اس وجود کے قیام کے اعتبار سے واجب تعالیٰ کو موجود کہیں تو اس کی گنجائش نکل سکتی ہے اور اس میں کوئی محذور یعنی جس سے بچنے کی کوشش کی جا رہی ہے) لازم نہیں آتا۔ والسلام۔

## ۲۔ منہا

خدا کی ذات مشاہدہ، رویت، اہم ایسے خدا کی ہرگز پرستش نہیں کرتے جو شہود کے احاطہ میں آسکے، وہم اور خیال میں نہیں آسکتی۔ جو دیکھا جاسکے، جو معلوم ہو سکے، اور جو وہم و خیال میں سما سکے۔ کیونکہ مشہود، مرنی، معلوم، موہوم اور خیال میں آجانے والی چیز، مشاہدہ کرنے والے، دیکھنے والے، جاننے والے، وہم کرنے والے اور خیال کرنے والے کی طرح مخلوق اور پیدا شدہ ہے۔

آں لقمہ کہ درد ہاں نگنجد ظلم

سما سکتا نہیں منہ میں، میں اس لقمہ کا طالب ہوں

(ترجمہ)

سیر و سلوک کا مقصد ہی پردوں کو چاک کرنا ہے، خواہ یہ پردے وجودی ہوں یا امکانی تاکہ بے پردہ وصال میسر آسکے۔ یہ نہیں کہ مطلوب کو اپنی قید میں لائیں اور اپنا شکار بنالیں۔

عنقا شکار کس نہ شود دام باز چیں (ترجمہ) کایجا ہمیشہ باد بدست است دام را اٹھالے جال عنقا کب کسی ہاتھ آتا ہر لگتا ہی یہاں جو جال خالی ہاتھ جاتا ہر



یہ گئی یہ بات کہ آخرت میں رویت کا ہونا برحق ہے تو ہمارا اس پر ایمان ہے۔ لیکن ہم اس بات کے درپے نہیں ہوتے کہ اس کی کیفیت کیا ہوگی۔ کیونکہ عوام کی فہم اس کے ادراک سے قاصر ہے۔ اس وجہ سے نہیں کہ خواص بھی اس کا ادراک نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ان کے لئے تو اس مقام سے اس دنیا میں بھی حصہ ہوتا ہے۔ اگرچہ اس کا نام رویت نہیں رکھا جاتا۔ اور سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔

### ۳۱۔ منہا

**مزید توضیح** جو چیز دید و دانش میں آسکے وہ مقید ہوتی ہے اور اطلاق محض کے درجہ سے فروتر ہے۔ اور مطلوب وہ ہے جو کہ تمام قیود سے مبرا اور منترہ ہو۔ لہذا اس مطلوب یعنی ذات حق کو دید و دانش سے ماوراء میں تلاش کرنا چاہئے۔ یہ معاملہ نظر عقل کے انداز سے پرے (وراء) کی چیز ہے۔ کیونکہ عقل ایسی چیزوں کی تلاش کو ناممکن سمجھتی ہے جو دید و دانش سے ماوراء ہوں۔

رازِ درون پردہ زیندانِ مست پرست (ترجمہ) کیں حال نیست صوتی عالی مقام را  
رازِ درون پردہ تو مستوں سے پوچھئے یہ حال کب ہے صوتی عالی مقام کا

### ۳۲۔ منہا

**اطلاق محض** اذات مطلق اپنے اطلاق محض پر موجود ہے۔ اس کے ساتھ کسی قسم کی قید کو دخل نہیں ہے۔ لیکن چونکہ اس کا ظہور مقید (مخلوق) کے آئینوں میں ہوتا ہے۔ لہذا اس کا عکس اُن آئینوں کے احکام میں رنگ جاتا ہے

(یعنی وہی رنگ اختیار کر لیتا ہے) اور مقید و محدود نظر آنے لگتا ہے۔ اس طرح وہ لامحالہ دید و دانش میں آجاتا ہے۔ لہذا دید و دانش پر اکتفا کر لینا دراصل اس مطلوب کے کسی ایک عکس پر اکتفا کرنا ہوگا۔ لیکن جو لوگ عالی حوصلہ اور بلند ہمت ہوتے ہیں وہ اخروٹ اور منقہ سے سیری حاصل نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ بلند ہمت لوگوں ہی کو درست رکھتا ہے حق تعالیٰ سبحانہ ہمیں سید البشر علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے طفیل بلند ہمت لوگوں میں سے بنائے۔ (آمین)۔

### ۳۳۔ منہا

فرشتوں پر انسان کی فضیلت | ابتدائی حالات میں ایک روز مجھے ایسا نظر آیا کہ میں ایک مکان میں طواف کر رہا ہوں اور ایک دوسری جماعت بھی میرے ساتھ اس طواف میں شریک ہے لیکن اس جماعت کی سست رفتاری اس حد تک پہنچی ہوئی ہے کہ جب تک میں طواف کا ایک پورا دور ختم کر لیتا ہوں اس عرصہ میں وہ جماعت دو تین قدم کی مسافت ہی طے کر پاتی ہے۔ اسی دوران میں مجھے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ مکان عرش سے اوپر ہے اور طواف کرنے والوں کی یہ جماعت ملائکہ کرام کی جماعت ہے۔ ہمارے نبیؐ پر اور ان سب پر خدا کی رحمتیں اور سلامتیاں نازل ہوں۔ اور خدا اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہتا ہے مخصوص ۴۹ فرما لیتا ہے۔ اور اللہ بہت ہی بڑے فضل والا ہے۔



## ۲۴ - منها

اولیاء اللہ مافوق البشر نہیں ہوتے | اولیاء اللہ کے پردے اور حجابات دراصل ان کی صفات بشریت ہی ہیں جن چیزوں کے سب لوگ محتاج ہوتے ہیں، یہ بزرگ بھی ان سب چیزوں کے محتاج ہوتے ہیں۔ ولایت، انھیں اس احتیاج سے بے نیاز نہیں کر دیتی۔ ان کا غصہ بھی باقی تمام لوگوں کے غصہ ہی کی طرح کا ہوتا ہے جبکہ سید الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰات والتسلیمات بھی فرماتے ہیں کہ اَغْضَبُ كَمَا يَغْضَبُ الْبَشَرُ (مجھے بھی اسی طرح غصہ آتا ہے جس طرح ہر انسان کو غصہ آتا ہے) تو اولیاء اللہ اس سے کہاں بچ سکتے ہیں۔ اسی طرح یہ بزرگ بھی کھانے، پینے، اہل و عیال کے ساتھ معاشرت اور موانست کرنے میں دوسرے لوگوں کے ساتھ شریک ہیں۔ مختلف قسم کے تعلقات جو بشر ہونے کے لئے لازمی ہیں خواص اور عوام کسی سے بھی زائل نہیں ہو سکتے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ، انبیاء علیہم الصلوٰات والتسلیمات کی شان میں خود ہی فرماتا ہے وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا آلَیًا کُلُّونَ الطَّعَامَ {ہم نے ان کے ایسے اجسام نہیں بنائے کہ وہ کھانا نہ کھائیں} اور ظاہر میں کفار کہا کرتے تھے کہ مَا لِ هٰذَا الرَّسُولِ یَا کُلُّ الطَّعَامِ وَیَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ {اس رسول کو کیا ہوا کہ کھانا بھی کھاتا ہے اور بازاروں میں بھی چلتا پھرتا ہے} لہذا جس کی نظر اہل اللہ کے ظاہر پر پڑی وہ محروم ہو گیا اور دنیا و آخرت کا خسارہ ہی اسے ہاتھ آیا۔ اسی ظاہر بینی نے ابوہل اور ابوہلب کو اسلام کی دولت سے محروم رکھا اور انھیں ہمیشہ

ہمیشہ کے خسارے میں ڈال دیا۔ سعادت مند وہی ہے جس کی نظر  
اہل اللہ کی ظاہر بینی سے کوتاہ ہو گئی۔ اور اس کی نظر کی تیزی ان  
بزرگوں کی باطنی صفات تک پہنچ گئی اور ان کے باطن پر ہی لگی رہی۔  
فَهُمْ كَنُيْلٍ مُصْتَرِكٍ لِّلْمَحْجُوبِينَ وَمَا لِلْمَحْجُوبِينَ فِيهِ حَضَرَات  
(اہل اللہ) مصر کے دیئے نیل کی طرح ہیں کہ محجوبین (حجابات میں پڑے ہوئے  
لوگوں) کے لئے طوفانِ بلا ہیں اور محجوبین (پسندیدہ لوگوں) کے لئے (حیاتِ بخش)  
پانی کی طرح ہیں}۔ صفاتِ بشریت کا معاملہ بھی بڑا عجیب و غریب ہے  
یہ جس قدر اہل اللہ میں ظاہر ہوتی ہیں دوسرے لوگوں میں ظاہر نہیں ہوتیں۔  
اس کی وجہ یہ ہے کہ ظلمت اور کدورت اگرچہ تھوڑی سی بھی کیوں نہ  
نہ ہو، ہموار اور صاف تھمرے مقام میں زیادہ نمایاں ہو کر نظر آتی ہے۔  
اس کے بالمقابل ناہموار اور غیر مصفی مقام میں کتنی ہی زیادہ  
کیوں نہ ہو، نمایاں نظر نہیں آتی۔ لیکن صفاتِ بشریت کی تاریکی اور  
ظلمت عام لوگوں میں ان کی مجموعی حیثیت (کلیت یعنی تمام لطائف  
ظاہر و باطن) میں سرایت کر جاتی ہے اور جسم، قلب اور روح تک  
میں دوڑ جاتی ہے۔ اور خواص میں یہ ظلمت محض ان کے جسم اور نفس  
تک ہی محدود رہتی ہے اور اخص خواص حضرات (خاص الخاص) کا  
نفس بھی اس ظلمت سے محفوظ رہتا ہے صرف ان کا جسم ہی اس سے  
متاثر ہوتا ہے اور بس۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ یہ ظلمت عام  
لوگوں میں نقصان اور خسارہ کا موجب ہوتی ہے اور خواص میں کمال اور



تروتازگی کا باعث بن جاتی ہے۔ یہ خواص کی ظلمت ہی تو ہوتی ہے جو عوام کی ظلمتوں کو دور کرتی ہے، ان کے قلوب کو تصفیہ بخشتی اور ان کے نفوس کو تزکیہ عطا کرتی ہے۔ اگر یہ ظلمت نہ ہوتی تو خواص کو پھر عوام کے ساتھ کوئی مناسبت ہی نہ ہوتی۔ اور افادہ اور استفادہ کی راہ ہی مسدود ہو جاتی۔ اور یہ ظلمت، خواص میں اس حد تک قائم نہیں رہتی کہ لگدر کر دے بلکہ ندامت اور استغفار جو اس کے بعد ہاتھ آتا ہے وہ اتنی ہی اور ظلمت و کدورت کو بھی دور کر دیتا ہے اور مزید ترقیاں عطا کرتا ہے۔ یہی ظلمت تو ہے جو ملائکہ میں مفقود ہے اور جس کی وجہ سے ان کی ترقی کی راہ مسدود ہو گئی ہے۔ اسے ظلمت کہنا تو مدحِ مما یُشَبَّہُ الذَّمُّ {ایسی تعریف جو مذمت سے مشابہت رکھے} کی قسم سے ہے۔ چوپایوں کی طرح سے بے قبر عوام اہل اللہ کی صفات بشریت کو خود اپنی صفات بشریت کے رنگ میں سمجھ لیتے ہیں اور اس وجہ سے محروم اور ذلیل و خوار رہتے ہیں۔ غائب کو حاضر پر قیاس کر لینا ہمیشہ غلط ہوا کرتا ہے۔ ہر مقام کی الگ الگ خصوصیات ہیں اور ہر جگہ کی جدا جدا ضروریات ہیں۔ اور سلامتی ہو ان پر جو ہدایت کی پیروی کریں اور حضرت محمد مصطفیٰ علیہ و علی آلہ الصلوٰت و التسلیمات کی پیروی کو لازم جانیں۔

۲۵۔ منہا

۵۔ علوم امکانی اور معارفِ وجودی آدمی جب تک اور جتنے عرصہ تک علم و دانش ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے | میں گرفتار اور یا سوا کے نقوش سے

منقش رہتا ہے، ذلیل اور بے اعتبار (ناقابلِ لحاظ) رہتا ہے۔ ماسوا کو بھول جانا اس راہ کی لازمی شرط ہے۔ اور ماسوا کا فنا ہو جانا ہی اگلی منزل کی طرف قدم بڑھانا ہے۔ جب تک باطن کا آئینہ امکان کے رنگ اور میل سے بالکل ہی صاف نہ ہو جائے اس میں حضرت و جوب کا ظہور محال اور ناممکن ہے۔ کیونکہ علوم امکانی کا معارف و جوبی کے ساتھ ایک جگہ جمع ہو جانا ایسا ہی ہے جیسا کہ اصدا کا ایک جگہ پر جمع ہو جانا۔ (اور اجتماع اصدا محال ہے)۔

**سوال :** یہاں ایک قوی سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب کارکنانِ قضا و قدر کسی عارف کو مقام بقا کے ساتھ مشرف فرماتے اور ناقص لوگوں کی تکمیل کے لئے اسے (عالم امکان کی طرف) واپس بھیجتے ہیں تو جو (امکانی) علوم زائل ہو چکے تھے وہ پھر واپس آجاتے ہیں۔ اور اس صورت میں علوم امکانی اور معارف و جوبی ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ تم نے اسے جمع ضدین (دو ضدوں کا اکٹھا ہو جانا) کہا ہے۔

**جواب :** اس کا جواب یہ ہے کہ باقی باشد (خدا کے ساتھ باقی رہنے والا) عارف اس وقت (جبکہ وہ ہدایت و ارشاد کے لئے عالم امکان کی طرف واپس آتا ہے) برزخیت کا حکم حاصل کر چکا ہوتا ہے۔ گویا کہ وہ وجوب اور امکان کے درمیان ایک برزخ کا درجہ رکھتا ہے اور دونوں مقامات کے رنگوں میں رنگا ہوا ہوتا ہے۔ اس صورت میں اگر دونوں مقامات کے علوم و معارف اس میں جمع ہو جائیں تو اس میں کیا اشکال ہے؟



کیونکہ اجتماعِ ضدین کا محل ایک نہیں رہا بلکہ گویا متعدد محل بن گئے ہیں  
لہذا اجتماعِ ضدین نہیں ہوا۔

## ۲۶۔ منہا

علم الاشیاء کی واپسی | چیزوں کا علم جو مرتبہ فنا میں نازل ہو گیا تھا۔  
نقص کا باعث نہیں | مرتبہ بقا میں اگر واپس آجاتا ہے تو اس سے عارف  
کے کمال میں کوئی نقص لازم نہیں آتا۔ بلکہ اس رجوع ہی میں اس کے  
کمال ہے۔ اور بلکہ اس کی تکمیل اسی رجوع کے ساتھ وابستہ ہے، کیونکہ  
عارف، مقامِ بقا میں واصل ہو جانے کے بعد حق تعالیٰ کے اخلاق کے  
ساتھ متخلق یعنی آراستہ و پیراستہ ہو جاتا ہے۔ اور چیزوں کا علم ذات واجبِ تعالیٰ  
میں عین کمال ہے اور اس کا عکس موجب نقصان ہے۔

(عربی عبارت کا ترجمہ ملاحظہ ہو) پس یہی حال اس عارف کا ہے جو  
اخلاقی خداوندی میں رنگا ہوا ہوتا ہے۔ اور اس میں حکمت یہ ہے کہ ممکن  
میں علم حاصل ہونے کی صورت یہ ہوتی ہے کہ عالم کے ذہن میں معلوم  
کی صورت کا حصول ہو جاتا ہے۔ لہذا لازمی طور پر عالم کی ذات اپنے  
اندر معلوم کی صورت کے حصول سے اثر پذیر ہوتی ہے۔ اور حسب قدر  
علم زیادہ ہوتا جاتا ہے، عالم کی اثر پذیری بھی بڑھتی جاتی ہے۔  
جس کے نتیجہ میں اُس عالم کے اندر تغیر اور تلون زیادہ وسیع اور  
زیادہ پھیلا ہوا ہوتا ہے۔ اس لئے وہ نقص بن جاتا ہے۔ لہذا طالب  
کیلئے ضروری ہے کہ ان تمام علوم کی نفی کرے اور سب اشیا کو

بھول جائے۔ لیکن ذات واجب تعالیٰ میں علم کی یہ کیفیت نہیں ہوتی۔  
 کیونکہ ذات حق سبحانہ اس سے منزہ ہے کہ اس میں اشیاء معلومہ  
 کی صورتیں حلول کر سکیں۔ بلکہ حق تعالیٰ کے علم کا تعلق اشیاء کے  
 ساتھ قائم ہوتے ہی اشیاء حق تعالیٰ پر خود بخود منکشف  
 ہو جاتی ہیں۔ پس پاک ہے وہ ذات جو طرح طرح کے احوال پیدا  
 ہونے سے اپنی ذات، صفات اور افعال میں کسی تغیر کو قبول نہیں  
 کرتی۔ اور جو عارف خدائی اخلاق میں رنگ جاتا ہے اس کا علم بھی  
 اسی انداز کا ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس میں بھی معلوم اشیاء کی  
 صورتیں حلول نہیں کرتیں۔ لہذا اس کے حق میں بھی کوئی اثر پذیری  
 نہیں ہوتی۔ اور اس وجہ سے نہ اس میں کوئی تغیر پیدا ہوتا ہے  
 اور نہ کوئی تلون۔ لہذا وہ کوئی نقص نہیں ہوتا بلکہ کمال بنجاما  
 ہے۔ یہ حکمت اور رازِ دقیق اسرارِ الہیہ میں سے ہے۔ حق سبحانہ  
 و تعالیٰ اپنے حبیب علیہ و علی آلہ الصلوٰات و التسلیمات اتہا  
 و اکملہا کی برکت سے اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں اس  
 کے ساتھ مخصوص فرما لیتے ہیں۔

## ۲۷۔ منہا

اطمینانِ نفس کے بعد اس فقیر کو رجوع الی الحق کے ابتدائی زمانے  
 مقامِ رضا کا حصول یعنی سلوک کی راہ میں قدم رکھنے کے وقت  
 سے بارہویں سال میں مقامِ رضا سے مشرف فرمایا گیا۔ اول نفس کو اطمینان



کی دولت بخشی گئی اور اس کے بعد تندرست و صحیح، محض فضل خداوندی سے اس سعادت (مقام رضا) سے بہرہ اندوز فرمایا گیا۔ یہ فقیر اُس وقت تک اس دولت سے مشرف نہیں ہوا جب تک کہ بارگاہ ایزدی جل سلطانہ کی رضا کا ایک پرتو (عکس) روشن ہو کر سامنے نہیں آیا۔ اس کے بعد نفس مطمئنہ اپنے مولیٰ سے راضی ہو گیا۔ اور اس کا مولیٰ نفس مطمئنہ سے راضی ہو گیا۔ اس نعمت پر اللہ سبحانہ کی حمد و ثنا کرتا ہوں۔ ایسی حمد و ثنا جو بے پایاں اور پاکیزہ ہو اور اس کے اندر اور اس کے اوپر برکت ہی برکت ہو، ایسی حمد و ثنا کہ جس کو ہمارا پروردگار پسند فرمائے اور راضی ہو، اور درود و سلام ہو اُس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر جیسا بھی ان کی ذات کے لائق ہو۔

۵۳ سوال : اگر لوگ سوال کریں کہ جب نفس (مطمئنہ) اپنے مولیٰ اور آقا سے راضی ہو گیا تو اس کے بعد دعا، اور مصیبت و بلا کو دفع کرنے کی خواہش و طلب کے کیا معنی ہوں گے؟

جواب : اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ مولیٰ (یعنی حق) تعالیٰ کے فعل سے راضی ہونے سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ اس کی حقوق سے بھی راضی ہو جائے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مخلوق سے راضی ہونا جو کفر اور معاصی کے رنگ میں ہو محبوب اور قبیح ہوتا ہے۔ لہذا قبیح کی پیدائش تو رضا ضروری ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی خود اس قبیح مخلوق سے ناپسندیدگی اور کراہت ضروری ہے۔ جبکہ خود اللہ تعالیٰ بھی قبیح سے راضی نہیں ہوتا

توبہ نہ اس سے کس طرح راضی ہو سکتا ہے۔ بلکہ بندہ تو اس صورت میں شدت اور سختی برتنے پر آموس ہے۔ لہذا مخلوق سے کراہت اور ناپسندیدگی اُس کے فعل پیدائش سے رضا اور پسندیدگی کے منافی نہیں ہے۔ اس توجیہ کے بعد مصیبت و بلا کے دفعیہ کی طلب کے مستحسن معنی پیدا ہو جاتے ہیں، اور جن لوگوں نے فعل (خلق) سے رضا اور مفعول (مخلوق) سے کراہت میں فرق نہیں کیا، وہ حصولِ رضا کے بعد کراہت کے موجود ہونے میں اشکالات میں پڑ گئے ہیں، اور ان کو رفع کرنے کے لئے انھوں نے طرح طرح کے تکلفات کئے ہیں۔ چنانچہ وہ یہ کہنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ کراہت کا پایا جانا، رضا کے حال کے منافی ہے۔ رضا کے مقام کے منافی نہیں ہے۔ لیکن صحیح بات وہی ہے جو میں نے اللہ سبحانہ کے الہام سے تحقیق کے ساتھ بیان کر دی ہے۔ اور سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔

### ۳۸۔ منہا

قرارت خلف الامام | مجھے مدتوں اس کی آرزو رہی کہ مذہبِ حنفی میں کوئی معقول وجہ ایسی نکل آئے کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کی قرأت کی جائے جبکہ نماز میں قرأت کرنا فرض ہے تو قرارتِ حقیقی کو چھوڑ کر قرارتِ حکمی کو اس کی جگہ دیدینا معقول معلوم نہیں ہوتا تھا۔ اور ساتھ ہی حدیثِ نبوی میں بھی یہ بات آپ کی ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ لَا صَلَوةَ إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ (فاتحہ الكتاب) اور فاتحہ کے بغیر کوئی نماز، نماز ہی نہیں) لیکن بیاس مذہبِ (حنفی) مجبوراً



تربہ قرار کرتا تھا۔ اور اس ترک کو ریاضت اور مجاہدہ کی قسم سے شمار کرتا تھا، کیونکہ ایک مذہب کو چھوڑ کر دوسرے مذہب میں جانا بھی (ایک گونہ) الحاد ہی ہے۔ آخر کار حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے مذہبِ (حنفی) کی اس رعایت کی برکت سے مقتدی کے قرابت کو چھوڑ دینے کے بارے میں مذہبِ حنفی کی حقیقت کو واضح فرمادیا۔ اور پھر بصیرت کی نگاہ میں قرابتِ حکمی ہی قرابتِ حقیقی کے بجائے زیبا تر نظر آئی۔ کیونکہ امام اور مقتدی سب کے سب متفقہ طور پر مقامِ مناجات میں کھڑے ہوتے ہیں **يَا كَلَّ الْمُتَّصِلِينَ بِنِجَاحِ رَبِّهِ** (کیونکہ نماز پڑھنے والا اپنے پروردگار سے مناجات ہی تو کرتا ہے) اور انھوں نے امام کو اس سلسلہ میں اپنا پیشوا (اور ترجمان یا نمائندہ) بنایا ہے۔ لہذا امام جو کچھ پڑھتا ہے گویا پوری قوم کی زبان سے پڑھتا ہے۔ بالکل اسی انداز سے جیسا کہ لوگوں کی کوئی جماعت (وفد) کسی ضرورت کے سلسلہ میں کسی عظیم الشان بادشاہ کے سامنے پیش ہوتی ہے اور ایک آدمی کو اپنا پیشوا (نمائندہ) بنالیتی ہے تاکہ وہ ان تمام لوگوں کی زبان سے (بادشاہ کے سامنے) عرضِ حاجت کرے۔ اس صورت میں اگر دوسرے لوگ اپنے پیشوا کے بولنے کے باوجود خود بھی بولنا شروع کر دیں تو یہ بے ادبی اور گستاخی میں داخل ہوگا اور بادشاہ کی ناراضگی کا باعث بن جائیگا۔ لہذا اس جماعت کا تکلم حکمی جو ان کے پیشوا (نمائندہ) کی زبان سے ادا ہو رہا ہے، ان سب کے تکلمِ حقیقی سے بہتر ہے۔ بالکل یہی حال امام کی قرابت کے باوجود قوم کے قرابت کرنے کا ہے کہ یہ شور و شغب میں داخل

اور ادب سے دُور اور ترتر ہونے کا باعث ہے جو اجتماع کے منافی ہے۔  
حنفی اور شافعی فقہ کے اکثر اختلافی مسائل اسی قسم کے ہیں کہ ان کا ظاہر اور  
ان کی صورت امام شافعیؒ کی جانب کو ترجیح دینے والی معلوم ہوتی ہے  
لیکن ان کا باطن اور ان کی حقیقت مذہبِ حنفی ہی کی مؤید ہے۔

کارکنانِ قضا و قدر نے اس فقیر پر یہ بھی ظاہر فرمایا ہے کہ علمِ کلام کے  
اختلافات میں بھی حق، حنفی ہی کی جانب ہے۔ مثلاً حنفی، تکوین کو صفات  
حقیقیہ میں سے شمار کرتے ہیں۔ حالانکہ بظاہر ایسا نظر آتا ہے کہ (یہ کوئی  
حقیقی صفت نہیں ہے بلکہ) اس کا انجام قدرت اور ارادہ ہی کی صفات  
ہیں۔ لیکن باریک بینی اور نورِ فراست سے معلوم ہو جاتا ہے کہ تکوین  
(واقعی) ایک علیحدہ (اور مستقل) صفت ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔ اور  
فقہی اختلافات میں اکثر مسائل کے اندر حق فقہِ حنفی کی طرف ہی متیقن  
ہے۔ بہت کم مسائل ہیں جن میں کوئی تردد کر سکتا ہے۔

ماتریدیہ کی تائید | احوالِ سلوک کے درمیانی حالات میں ایک مرتبہ  
حضرت پیغمبر علیہ وعلی آلہ الصلوٰت والتسلیمات نے واقعہ میں اس  
فقیر سے فرمایا تھا کہ ”تو علمِ کلام کے مجتہدین میں سے ہے“ اسی وقت کہ  
مسائلِ کلامیہ کے ہر مسئلہ میں اس فقیر کی خاص رائے اور مخصوص علم  
ہوتا ہے۔ اکثر اختلافی مسائل میں جن میں ماتریدیہ اور اشاعرہ کے درمیان  
جھگڑا ہے، جب وہ مسئلہ ابتدائی طور پر سامنے آتا ہے تو حقیقت اشاعرہ  
کی طرف سمجھ میں آتی ہے لیکن جب نورِ فراست سے باریک بینی کے ساتھ



غور کیا جاتا ہے تو واضح ہو جاتا ہے کہ حق ماتریدیہ ہی کی طرف ہے۔ علم کلام کے تمام اختلافی مسائل میں اس فقیر کی رائے علمائے ماتریدیہ کی رائے کے موافق ہے اور سچی بات یہ ہے کہ سنتِ سنۃ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کی پیروی کی وجہ سے ان بزرگوں کی بڑی ہی شانِ عظیم ہے جو ان کے مخالفین کو میسر نہیں ہے کیونکہ انھوں نے فلسفیانہ نکتہ آفرینیوں کی بڑی آمیزش کر ڈالی ہے۔ اگرچہ دونوں فریق اہل حق میں سے ہیں۔

**امام اعظمؒ کی عظمت** | ان بزرگوں کے بزرگ ترین امام، امام اجل، پیشوا اکمل ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بلندی شان کے متعلق میں کیا لکھوں کہ وہ تو تمام مجتہدین میں خواہ امام شافعی ہوں یا امام مالکؒ اور یا امام احمد ابن حنبلؒ ہوں سب سے زیادہ عالم اور تقویٰ اور ورع میں سب سے بڑھے ہوئے تھے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **الْفُقَهَاءُ كُلُّهُمْ عِبَادُ آتَى حَنِيفَةً** (سارے فقہاء ابو حنیفہؒ کے پروردہ ہیں) منقول ہے کہ جب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام اعظمؒ کی قبر کی زیارت کے لئے جاتے تھے تو اپنے اجتہاد کو چھوڑ دیتے تھے اور اپنی رائے پر عمل نہیں کرتے تھے

لہٰذا آپ کا اصل نام نعمان بن ثابتؒ ہے اور کنیت ابو حنیفہؒ ہے امام اعظمؒ اور امام حنبلؒ نے آپ کے کوفہ میں ولادت ہوئی۔ اور شامیہ بعد منصور عباسی بغداد میں انتقال فرمایا۔ آپ کے اصل استاد حادؒ تھے۔ اُن کے علاوہ اور کئی ائمہ اور تابعین سے آپ نے فیض حاصل کیا آپ کے شاگردوں میں امام ابو یوسفؒ، امام محمد شیبانیؒ اور امام زفرؒ سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ فقہ کے چار اماموں میں آپ پہلے امام ہیں، تمام دنیائے اسلام کے اہلسنت و جماعت کا سوا د اعظمؒ آپ ہی کے مرتبہ کے ہونے مسائل فقہیہ پر کاربند ہے۔

اور فرمایا کرتے تھے کہ مجھے شرم آتی ہے کہ ان کے سامنے میں اپنی اُس رائے پر عمل کروں جو ان کی رائے کے خلاف ہو۔ وہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا چھوڑ دیتے تھے اور فجر کی نماز میں قنوت بھی نہیں پڑھتے تھے۔ یقیناً امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عظمتِ شان کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہی سمجھ سکتے ہیں۔ کل کو (آئندہ زمانے میں) جب حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلاۃ والسلام نزول فرمائیں گے تو وہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر ہی عمل فرمائیں گے۔ جیسا کہ خواجہ محمد پارسیا قدس سرہ (اپنی کتاب) "فصول ستہ" میں فرماتے ہیں۔ ان (امام ابو حنیفہ) کے لئے یہی بزرگی بہت کافی ہے کہ ایک اولوالعزم پیغمبر ان کے مذہب پر عمل کریگا۔ دوسری سینکڑوں بزرگیاں اس ایک بزرگی کے برابر نہیں ہو سکتیں۔ ہمارے حضرت خواجہ (خواجہ باقی باللہ) قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ تھوڑے عرصہ تک میں بھی امام کے پیچھے (نمازیں) سورۃ فاتحہ پڑھتا رہا ہوں۔ آخر کار میں نے ایک رات امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا کہ وہ ایک روشن اور شاندار قصیدہ خود اپنی مدح میں پڑھ رہے تھے۔ اور اس قصیدہ سے یہ مضمون مستفاد ہوتا تھا کہ بے شمار اولیاء اللہ میرے مذہب میں ہو چکے ہیں۔ اسی وقت سے میں نے امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا چھوڑ دیا۔

حضرت خواجہ محمد پارسیا رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی محمد بن محمد بن محمود الحنفی اور لقب پارسیا تھا حضرت خواجہ نقشبندؒ کے خلیفہ تھے۔ ولادت ۸۸۵ھ میں ہوئی۔ ۹۷۵ھ فارغ ہو کر درمیانہ منور میں ۹۷۵ھ تک کچھ عرصہ تک وصال ہوا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے قریب جنت البقیع میں آپ کا مزار مبارک ہے۔



## ۲۹۔ منها

حصول اجازت کمال پر | کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ کوئی کامل بزرگ  
موقوف نہیں | کسی ناقص مرید کو طریقت کی تعلیم کی اجازت

دیدیتا ہے اور اس ناقص شخص کے مریدین کے اجتماع کے ضمن میں  
اُس ناقص کا کام بھی تکمیل کو پہنچ جاتا ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند (قدس سرہ)  
نے مولانا یعقوب چرخ علیہ الرحمۃ کو درجہ کمال تک پہنچنے سے پیشتر ہی  
طریقت کی تعلیم کی اجازت مرحمت فرمادی تھی اور فرمایا تھا کہ ”اے  
یعقوب! جو کچھ تجھے مجھ سے پہنچا ہے اُسے لوگوں تک پہنچا۔“  
حالانکہ مولانا موصوف کا کام اس کے بعد خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہ  
کی خدمت میں سرانجام تک پہنچا۔ اسی لئے حضرت مولانا عبدالرحمن جامیؒ  
نفحات الانس میں مولانا کو اول خواجہ علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ  
کے مریدوں میں شمار کرتے ہیں پھر خواجہ نقشبند قدس سرہ کی طرف اُن کی  
نسبت فرماتے ہیں اور جب کوئی کامل بزرگ اپنے کسی مرید کو جو درجاتِ ولایت  
میں سے ایک درجہ کی استعداد رکھتا ہے، اس درجہ کے حاصل ہو جانے  
کے بعد طریقت کی تعلیم دینے کی اجازت دیدیتا ہے تو یہ اجازت بھی  
اسی قسم کی ہے۔ اور وہ مرید ایک طرح سے کامل ہے اور ایک طرح  
سے ناقص ہے۔ اور اس مرید کا حال بھی اسی طرح پر ہے جو درجاتِ  
ولایت میں سے دو درجوں یا تین درجوں کی استعداد رکھتا ہے، وہ بھی  
ایک لحاظ سے کامل ہے اور ایک لحاظ سے ناقص ہے۔ کیونکہ

نہایت النہایت (یعنی آخری نقطہ کمال) تک پہنچنے سے پہلے تمام درجے ایک جہت سے کمال کہے جا سکتے ہیں اور دوسری جہت سے نقص بھی کہلا سکتے ہیں۔ اس کے باوجود شیخ کامل اپنے اس مرید کو اس کی استعداد کے مرتبہ کے حصول کے بعد طریقت کی تعلیم کی اجازت دیدیتا ہے۔ لہذا اجازت کمال مطلق (انتہائی کمال) پر موقوف نہ ہوتی۔

۵۷

شہسہ کا ازالہ | جاننا چاہئے کہ نقص اگرچہ اجازت کے منافی ہے لیکن جب کوئی خود کامل اور دوسروں کو کامل کرنے والی شخصیت کسی ناقص کو اپنا نائب بنادیتی ہے اور اس کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ جان لیتی ہے تو اس نقص کا ضرر متعدی نہیں ہوا کرتا۔ اور تمام امور کی حقیقتوں کو اللہ سبحانہ ہی سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔

### ۳۔ منها

یادداشت کے تین مدارج | یادداشت سے مراد، حضرت ذات حق تعالیٰ و تقدس کا دوام حضور ہے۔ اور یہ بات کبھی کبھی ان لوگوں کو بھی جو مقام قلب پر فائز ہوتے ہیں جمعیت قلب کی وجہ سے خیال میں آجاتی ہے کیونکہ جو کچھ انسان کی مجموعی حیثیت میں پایا جاتا ہے وہ سب کچھ تنہا قلب میں بھی پایا جاتا ہے۔ اگرچہ دونوں کے درمیان اجمال اور تفصیل کا فرق ہوتا ہے۔ لہذا مرتبہ قلب میں بھی ذات حق تعالیٰ و تقدس کا حضور بطور دوام ہی کے میسر ہوتا ہے۔ لیکن یہ بات محض یادداشت کی صورت ہے، یادداشت کی حقیقت نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ



متلخ نے جو اندراج النہایت فی البدایت (آغاز میں انجام کی جلوہ فرمائی) فرمایا ہے اس میں یادداشت کی اسی صورت کی طرف اشارہ فرمایا ہو۔ یادداشت کی حقیقت تو تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کے بعد ہی حاصل ہوتی ہے۔ لیکن اگر حضرت ذات حق سے مراد، مرتبہ و جوب لیا جائے جس میں کہ ذات، تمام صفات و جوبیہ کی جامع ہوتی ہے تو تمام امکانی مراتب کو طے کر لینے کے بعد محض اس مرتبہ کے شہود تک رسائی حاصل کر لینے کے ساتھ ہی یادداشت کا حصول ہو جائے گا اور تجلیات صفاتی میں بھی یہ معنی متحقق ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ اس صورت میں صفات کا پیش نظر نہا ذات حق تعالیٰ کے حضور کے منافی نہیں ہے۔ اور اگر حضرت ذات حق تعالیٰ سے مراد، مجرد احدیت کا مرتبہ لیا جائے جو تمام اسماء، صفات، نسبتوں اور تمام اعتبارات سے خالی ہے تو پھر یادداشت کا حصول، تمام مراتب اسمائی، صفاتی، نسبتی اور اعتباری کو طے کر لینے کے بعد ہی تصور ہوتا ہے۔ اور اس فقیر نے جہاں کہیں بھی بیان کیا ہے ”یادداشت“ کے لفظ کو آخری معنوں ہی میں استعمال کیا ہے۔ اگرچہ اس مرتبہ پر ”حضور“ (کے لفظ) کا اطلاق بھی مناسب نہیں ہے جیسا کہ ارباب یادداشت پر مخفی نہیں ہے۔ کیونکہ وہ مقام، حضور اور غیبت دونوں سے بلند ہے۔ ”حضور“ کا لفظ بولنے کے لئے صفات میں سے کسی ایک صفت کا پیش نظر نہا ضروری ہے۔ جو کچھ لفظ حضور کے مناسب ہے وہ یادداشت کی وہی تفسیر ہے جو معنی دوم میں کی گئی ہے (یعنی

ذات حق سے مراد مرتبہ وجوب لینا اور اس مفروضہ کی بنا پر یادداشت کو انتہا کہنا شہود و حضوری کے اعتبار سے ہے۔ کیونکہ اس مرتبہ سے اوپر تو شہود و حضوری کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔ اس کے بعد یا حیرت ہے یا جہل ہے یا معرفت ہے۔ (لیکن) وہ معرفت نہیں جسے تم معرفت سمجھ رہے ہو۔ کیونکہ تمہاری وہ معرفت تو افعالی اور صفاتی معرفت ہے اور یہ مقام اسماء و صفات کی معرفت سے کتنی ہی منزلیں اوپر ہے۔ اور درود و سلام ہو یہ بالبشر صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل اطہر پر۔

### ۳۱۔ منہا

دس مقامات کو طے کئے بغیر اس راہ کی تکمیل اور نہایت نہایت (معرفت نہایت نہایت تک سائی ممکن نہیں) کے آخری نقطہ تک وصول و مشہور مقامات کو طے کر لینے پر منحصر ہے۔ ان میں سے پہلا مقام ”توبہ“ ہے اور آخری مقام ”رضا“ ہے۔ مراتب کمال میں کوئی مقام بھی مقام رضا سے بڑھ کر نہیں ہے حتیٰ کہ رویتِ اخروی بھی (اس سے بڑھ کر نہیں ہے)۔ مقام رضا کی حقیقت جیسا کہ چاہئے آخرت ہی میں ظہور پذیر ہوگی۔ دوسرے مقامات کا حصول آخرت میں نہیں ہوگا۔ وہاں ”توبہ“ کوئی معنی نہیں رکھتی ”زہر“ کی وہاں گنجائش نہیں۔ ”توکل“ کی وہاں کوئی صورت نہیں بنتی۔ ”صبر“ کا وہاں کوئی احتمال نہیں۔ ہاں ”شکر“ اگرچہ وہاں پایا جاتا ہے لیکن وہ شکر بھی رضا ہی کی ایک شاخ ہے، رضا سے الگ کوئی چیز نہیں ہے۔



سوال: اگر لوگ دریافت کریں کہ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک خود کامل اور دوسروں کو کامل بنانے والی ہستی میں دنیا کی طرف رغبت پائی جاتی ہے۔ اور ان کی بہت سی ایسی باتیں مشاہدہ میں آتی ہیں جو توکل کے منافی ہیں۔ بے صبری بھی جو صبر کے منافی ہے ان میں نظر آتی ہے۔ اور ناپسندیدگی بھی جو رضا کی ضد ہے ان میں پائی جاتی ہے۔ تو اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟

۵۹ جواب: اس کے جواب میں میں کہتا ہوں کہ ان تمام مقامات کا حصول قلب اور روح کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور خاص ان خاص لوگوں کے متعلق ان مقامات کا حصول نفس مطمئنہ میں بھی پایا جاتا ہے، لیکن جہاں تک قالب اور جسم کا تعلق ہے وہ اس حقیقت سے خالی اور محروم ہی رہتا ہے۔ صرف اتنا ہوتا ہے کہ تیزی اور شدت ٹوٹ جاتی ہے۔

کسی شخص نے شبلیؒ سے دریافت کیا کہ آپ محبت کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن آپ کی یہ فزہی تو محبت کے منافی ہے۔ شبلیؒ نے اس کے جواب میں پھر چڑھا

أَحَبُّ قَلْبِي وَمَعَادِي بَدَنِي  
وَلَوْ دَرَى مَا أَقَامَ فِي السَّمَنِ

اے آپ کی کینت ابوبکرؓ ہے۔ حضرت جنید بغدادیؒ کے خلیفہ تھے۔ آپ پراکٹر سکر کا غلبہ رہتا تھا آخر عمر میں اس خیال سے کہ معلوم کہ موت آجائے لا الہ الا اللہ کی جگہ صرف اللہ کہنے لگے تھے۔ آپ کی شان اتنی بلند تھی کہ خود آپ کے شیخ حضرت جنیدؒ آپ کو قوم کا ناسخ کہتے تھے۔ ۷۲۵ھ انجی ۱۳۲۵ء کو ۸۸ سال کی عمر میں بغداد میں انتقال فرمایا۔

۷۳ ترجمہ: میرے قلب نے محبت کی لیکن میرے جسم کو اس کی خبر تک نہ ہوئی۔ اگر بدن کو معلوم ہو جاتا تو وہ اس موٹاپے میں نہ رہتا۔

ترجمہ

دل اسیر عشق تھا لیکن بدن تھا بے خبر درہ خود اپنے موٹاپے سے ہوتا حذر  
 لہذا اگر کسی کامل کے قالب (یعنی جسم) میں ان مقامات کے منافی  
 چیزیں ظہور کریں تو اس بزرگ کے باطن کی طرف نسبت کرتے ہوئے  
 ان مقامات کے حصول میں یہ چیزیں کوئی نقصان نہیں پہنچاتیں۔ اور  
 غیر کامل (ناقص) آدمی میں ان مقامات کے نقائص اس کی کلیت  
 (مجموعی حیثیت) میں، یعنی باطن اور ظاہر دونوں میں ظہور کرتے ہیں اور  
 ایسا آدمی ظاہر و باطن میں دنیا کا راغب بن جاتا ہے۔ اور توکل کھلاف  
 چیزیں اس کی صورت اور حقیقت دونوں میں پائی جاتی ہیں اور اس کے  
 قلب اور قالب (جسم) دونوں میں بے صبری اور اضطراب ظاہر ہونے  
 لگتا ہے۔ اور اس کے روح اور بدن دونوں میں کراہت (نا پسندیدگی)  
 ظاہر ہونے لگتی ہے۔ یہی چیزیں ہیں جنہیں حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے  
 اپنے اولیاء کے لئے حجابات بنا دیے ہیں اور اکثر لوگوں کو ان بزرگوں کے  
 کمالات سے محروم رکھا ہے۔ اور ان چیزوں کو اولیاء کے اندر باقی رکھنے  
 میں ایک دقیق حکمت ہے۔ اور وہ حکمت حق کا باطل سے متوازن ہونا ہے  
 جو کہ اس دنیا کے لئے جوابتلاہ اور آرزو بخش کا مقام ہے لازمی ہے۔ اور  
 اولیاء کے اندر ان چیزوں کو باقی رکھنے میں دوسری حکمت ان کی ترقی ہے  
 اگرچہ یہ چیزیں ان میں محض صورت کی حیثیت سے پائی جاتی ہیں۔ اگر یہ  
 چیزیں اولیاء سے بالکل ہی مرفوع ہو جائیں (یعنی ان میں نہ پائی جائیں)  
 تو ان کی ترقی کا راستہ بند ہو جائے۔ اور وہ بھی ملائکہ کی طرح ایک ہی



مقام میں قید ہو کر رہ جائیں۔ سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے اور  
 حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو لازم جانے اور آپ کی  
 آل پر کامل ترین اور مکمل ترین درودیں اور سلام ہوں۔

### ۳۲۔ منہا

اولیاء اللہ کے ظاہر باطن کا فرق! بار اہل! یہ کیا چیز ہے جو تو نے اپنے اولیاء  
 کے سلسلہ میں کر دی ہے کہ ان کا باطن تو خضر کا آبِ زلال و مقطر اور  
 صاف پانی ہے کہ جس نے اس سے ایک قطرہ بھی چکھ لیا اُس نے  
 حیاتِ ابدی (دائمِ زندگی) پائی۔ اور ان کا ظاہر زہرِ قاتل ہے جس نے  
 ان کے ظاہر کی طرف دیکھا وہ ابدی موت میں گرفتار ہو گیا۔ یہ وہ برگ ہیں  
 کہ اُن کا باطن رحمت ہے اور ان کا ظاہر زحمت ہے۔ ان کے باطن کو دیکھنے  
 والے کا اپنی میں شمار ہوتا ہے اور ان کے ظاہر کو دیکھنے والا بد مذہب ہوتا ہے۔  
 بظاہر خود کھانے والے ہیں لیکن حقیقت میں گیہوں بخشنے والے ہیں۔ بظاہر  
 تو عام انسانوں میں سے ہیں لیکن باطن میں خاص فرشتوں میں سے ہیں۔  
 ظاہری طور پر تو زمین پر ہیں لیکن حقیقت میں آسمانوں پر بسیر کرنے  
 والے ہیں۔ ان کے پاس بیٹھنے والے بد بختی سے نجات پالیتے ہیں اور  
 ان سے محبت رکھنے والے سعادت سے ہمکنار ہیں۔ اُولَئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ  
 اَلاَ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (یہ اللہ کی جماعت کے لوگ ہیں۔ یاد رکھو،  
 اللہ کی جماعت کے لوگ ہی فلاح پانے والے ہیں) اور اللہ کی رحمتیں اور سلامتیاں  
 نازل ہوں ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر۔

## ۳۳ - منها

اولیاء اللہ کی پوشیدگی کا سبب

حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے اولیاء اللہ کو کچھ اس انداز سے پردے میں چھپایا ہوا ہے کہ ان کے ظاہر کو بھی ان کے باطن کے کمالات کی خبر نہیں ہوتی۔ ان کے سوا دوسرے لوگوں کو تو کیسے خبر ہو سکتی ہے۔ ان کے باطن کو جو نسبت کہ مرتبہ بے چونی (بے علتی) اور مرتبہ بے چگونگی (بے کیفی) سے حاصل ہو گئی ہے وہ بھی بے چون ہے۔ اور ان کا باطن چونکہ عالم امر سے ہے اس لئے اسے بھی اس بیچونی سے حصہ ملا ہے۔ اور ظاہر جو کہ سراسر چون ہے (یعنی گرفتار اسبابِ علیٰ ہے) وہ اس کی حقیقت کو کیا جان سکتا ہے بلکہ کچھ بعید نہیں کہ وہ انتہائی جہانت اور عدم مناسبت کی وجہ سے اس نسبت کے حاصل ہونے سے انکار کر دے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ نسبت کے حاصل ہونے کا اعتراف کر لے لیکن یہ نہ سمجھ سکے کہ اس نسبت کا تعلق کس کی ذات سے ہے۔ بلکہ اکثر ایسا بھی ہو گا کہ وہ متعلق حقیقی (جس کے ساتھ حقیقت میں تعلق ہے) کی نفی ہی کر دیگا۔ یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ یہ نسبت بہت بلند ہے اور (اس کے مقابلے میں) ظاہر نہایت ہی پست چیز ہے۔ اور باطن خود بھی اس نسبت سے مغلوب ہے، اور وہ دید و دانش (دیکھنے) اور سمجھنے ہی سے چھٹکارا پا چکا ہے۔ وہ کیا جانے کہ وہ کیا رکھتا ہے اور کس کے ساتھ رکھتا ہے۔ لہذا ناچار سوائے اس کے کہ معرفت سے عجز کا اعتراف کیا جائے معرفت کی طرف راہ ہی نہیں ملتی۔ اسی وجہ سے



حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے "العجز عن دراک  
الادراک ادراک" (یعنی ادراک کو حاصل کرنے سے عاجزی ہی ادراک ہے)  
یہاں خود ادراک سے مراد وہ خصوصی نسبت ہے جس کے ادراک سے  
عجز ضروری ہے۔ کیونکہ صاحب ادراک مغلوب ہوتا ہے وہ اپنے  
ادراک کو نہیں جان سکتا۔ اور دوسرے لوگ بھی اس کے حال کو نہیں  
جانتے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

۳۴ - منها

بدعت اعتقادی کا نقصان | ایک شخص صوفیوں کے لباس میں ہوتے ہوئے  
جو بدعت اعتقادی رکھنے میں مبتلا تھا، یہ فقیر اس کے بارے میں متردد تھا  
اتفاقاً (ایک روز) دیکھتا ہوں کہ انبیاء «صلوات اللہ تعالیٰ و تسلیماتہ  
علیہم باجمہم» جمع ہیں اور سب اس شخص کے حق میں متفق ہو کر فرار ہے ہیں  
کہ لیس و مثلاً (یعنی وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے)۔ اسی اثنا میں دل میں  
خیال آیا کہ ایک دوسرے شخص کے متعلق بھی جس کے حق میں یہ فقیر متردد  
تھا دریافت کر لوں۔ اس شخص کے بارے میں حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ  
والسلام نے فرمایا کہ کَانَ مِثْلًا (وہ شخص ہم میں سے تھا) ہم بدعت اعتقادی  
سے اللہ سجاد کی پناہ مانگتے ہیں اور اس کے بزرگ انبیاء کے طعن سے  
بھی پناہ مانگتے ہیں۔

۳۵ - منها

متشابہات کی تاویل | اس فقیر پر (کارکنانِ قضا و قدر نے) ظاہر فرمایا کہ

الفاظ "قرب" اور "معیت" اور احاطہ حق سبحانہ و تعالیٰ جو قرآن مجید میں واقع ہوئے ہیں منجملہ تشابہات قرآنی کے ہیں جیسا کہ لفظ "یَد" اور "وَجْہ" وغیرہ اور یہی حال لفظ "اول" و "آخر" و "ظاہر" و "باطن" اور ان جیسے دوسرے الفاظ کا ہے۔ لہذا ہم حق سبحانہ و تعالیٰ کو قریب کہتے ہیں، لیکن ہم نہیں جانتے کہ قرب کیا چیز ہے۔ اسی طرح ہم اُسے "اول" کہتے ہیں، لیکن ہم نہیں جانتے کہ اول سے کیا مراد ہے۔ اور قرب، اور اولیت کے جو معنی ہمارے علم و فہم کے احاطہ میں آتے ہیں حق سبحانہ و تعالیٰ اس سے منزہ (پاک) اور برتر ہے اور جو کچھ ہمارے کشف اور مشاہدہ میں سما سکتا ہے حق تعالیٰ اس سے بہت بلند و بالا اور پاک ہے، اور حق تعالیٰ کے قرب اور معیت کی جس کیفیت کو بعض خود ساختہ صوفیوں نے کشف کے طور پر دریافت کیا ہے اور وہ اسی کشفی معنی کے لحاظ سے حق سبحانہ کو قریب اور ساتھ (مع) سمجھتے ہیں وہ مستحسن نہیں ہے۔ انھوں نے فرقہ مجسمہ (وہ فرقہ جو خدا کے لئے جسم ثابت کرتا ہے) کے مذہب میں قدم رکھ دیا ہے۔ اور جو کچھ بعض علمائے اس کی تاویل میں فرمایا ہے اور قرب سے مراد علی قرب لے لیا ہے تو وہ اسی طرح پر ہے جیسا کہ انھوں نے یکد کی تاویل قدرت سے کی ہے اور وجہ کی تاویل ذات سے کی ہے، بیان لوگوں کے نزدیک جائز ہے جو تاویل کرنے کو جائز سمجھتے ہیں۔ اور ہم تو تاویل کرنے کو جائز قرار نہیں دیتے اور اس کی تاویل کو حق سبحانہ و تعالیٰ کے علم کے حوالہ کر دیتے ہیں۔ بس اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ اور سلامتی ہو اُس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔



## ۳۶۔ منها۔

اتباع رسولؐ | یہ فقیر کبھی تو نماز وتر شروع رات میں ادا کر لیتا تھا اور کبھی آخری رات میں ادا کرتا تھا۔ (کارکنانِ قضا و قدر) نے ایک رات مجھے دکھایا کہ نماز وتر کو دیر سے ادا کرنے کی صورت میں، جب نماز سو جاتا ہو اور اس کی نیت یہ ہوتی ہے کہ آخری رات میں وتر کی نماز ادا کرے گا تو اس کے نیک اعمال کو لکھنے والے فرشتے وتر کی نماز ادا کرنے کے وقت تک تمام رات نیکیاں اس کے نام پر لکھتے رہتے ہیں۔ پس جس قدر بھی وتر کی نماز کو تاخیر سے ادا کرے گا بہتر ہوگا۔ لیکن اس کے باوجود اس فقیر کو تو وتر کی تعجل اور تاخیر میں بجز سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات کی پیروی کے اور کوئی چیز منظور نہیں ہے۔ اور یہ فقیر کسی فضیلت کو بھی پیروی کے برابر نہیں سمجھتا۔ حضرت رسالت پناہ (صلی اللہ علیہ وسلم) وتر کی نماز کبھی اول شب میں ادا فرمایا کرتے تھے اور کبھی آخر شب میں۔ یہ فقیر اپنی سعادت اسی میں سمجھتا ہے کہ کسی بات میں آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کا تشبہ حاصل ہو جائے۔ اگرچہ یہ تشبہ صرف صورت کے طور پر ہی ہو۔ لوگ بعض سنتوں کے سلسلہ میں شب بیداری کی نیت اور اس جیسی باتوں کو دخل دیتے ہیں۔ ان لوگوں کی کوتاہ اندیشی سے تعجب ہوتا ہے۔ ہم تو ہزار شب بیداریوں کو بھی پیروی رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نصف دانہ جو کے عوض نہ خریدیں۔ ہم ماہ رمضان کے عشرہ اخیرہ کے اعتکاف کے لئے بیٹھے۔ دوستوں کو

جمع کر کے ہم نے کہا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے سوا کوئی دوسری نیت نہ کریں۔ کیونکہ ہمارا بتل اور انقطاع (دنیا سے الگ تھلگ ہونا) کیا ہو سکتا ہے۔ ہمیں (حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی) ایک پیروی حاصل ہو جائے تو ہم سو گرفتاریاں قبول کرنے کو تیار ہیں۔ لیکن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے وسیلے کے بغیر ہمیں ہزار بتل اور انقطاع قبول نہیں۔

آنرا کہ در سرائے نگار است فارغ است از باغ و بوستان و تماشائے لاله زار  
موجود جس کے گھر میں ہو محبوب گلزار ترجمہ حاجت نہیں ہے کچھ اُسے باغ و بہار کی  
اللہ سبحانہ ہمیں آپ کی کمال متابعت عطا فرمائے۔ آپ پر اور آپ کی آل پر مکمل ترین اور کامل ترین درودیں اور سلام ہوں۔

### ۳۔ منہا

محبتِ اُتی و محبتِ صفاتی کا فرق ایک مرتبہ کی بات ہے کہ میں درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اس فقیر نے اپنی اس محبت کے متعلق جو آں سرور علیہ و علی آلہ الصلوٰات و التسلیمات کے غلاموں کے ساتھ نسبت رکھتا ہے کچھ اس طرح کہہ دیا کہ اُس سرور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اس درجہ غالب ہو گئی ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کو بھی میں اس واسطے دوست رکھتا ہوں کہ وہ رَبِّ مُحَمَّد (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پروردگار) ہے۔ حاضرین میری اس بات سے حیرت میں رہ گئے۔ لیکن انہیں مخالفت کی مجال نہیں تھی۔ میری یہ بات حضرت رابعہ رحمہ کی بات کے بالکل برعکس ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ میں نے آں سرور



صلی اللہ علیہ وسلم سے خواب میں کہا تھا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی محبت نے اس طرح غلبہ پالیا ہے کہ آپ کی محبت کے لئے جگہ ہی نہیں رہی۔ یہ دونوں باتیں اگرچہ شکر کی خبر دیتی ہیں۔ لیکن میری بات اصلیت رکھتی ہے۔ انھوں نے وہ بات عین شکر میں کہی تھی اور میں نے (شکر سے نکلنے کے بعد) ابتلائے محمود (ہوش آنے کے شروع) میں کہی ہے۔ ان کی بات مرتبہ صفا میں ہے اور میری بات مرتبہ ذات سے لوٹ آنے کے بعد ہے۔ کیونکہ مرتبہ ذات تعالیٰ میں اس قسم کی محبت کی گنجائش نہیں ہے۔ تمام نسبتیں اس مرتبہ سے نیچے ہی رہ جاتی ہیں۔ وہاں تو سراسر حیرت ہے یا جہالت ہے بلکہ اس مرتبہ میں آدمی ذوق کے ساتھ محبت کی لٹی کرتا ہے۔ کسی طرح بھی اپنے کو خدا کی محبت کے لائق نہیں سمجھتا۔ محبت اور معرفت صرف ۶۴ مرتبہ صفات میں ہوتی ہے (مرتبہ ذات میں نہیں ہوتی) پس جسے لوگوں نے محبت ذاتی کہا ہے اس سے مراد صرف ذات احدیت نہیں ہے بلکہ اس سے مراد وہ ذات ہے جس کے ساتھ ذات کے کچھ اعتبارات بھی شامل ہوں۔ لہذا حضرت رابعہؒ کی وہ محبت مرتبہ صفات میں ہے۔ اور اللہ سبحانہ ہی صحیح بات دل میں ڈالنے والے ہیں اور درود و سلام ہو یہاں بشر صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل اطہر پر۔

۳۸۔ صنفها

علم ظاہر و علم باطن کی برتری | علمی فضیلت، معلوم کے شرف اور رتبہ اور ادب پیر و استاد۔ | کے اندازہ کے مطابق ہوتی ہے۔ معلوم

جس قدر اشرف ہوگا اس کا علم بھی اسی قدر بلند تر ہوگا۔ لہذا علم باطن جس کے ساتھ حضراتِ صوفیہ امتیاز رکھتے ہیں، علم ظاہر سے افضل ہوگا، جو علمائے ظواہر کا حصہ ہے۔ بالکل اسی طرح جیسا کہ علم ظاہر کو علمِ حجامت یا حیات (بال بنانے اور کپڑا بننے کے علم) پر فضیلت ہوتی ہے۔ لہذا پیر کے آداب کی رعایت کہ جس سے علم باطن کو حاصل کرتے ہیں، اس استاد کے آداب کی رعایت سے کئی گنا زیادہ ہوگی جس سے کہ علم ظاہر کا استفادہ کرتے ہیں۔ اور اسی طرح علم ظاہر کے استاد کے آداب کی رعایت، اس استاد کے آداب کی رعایت سے کئی گنا زیادہ ہے جس سے بال بنانا اور کپڑا بنانا سیکھتے ہیں۔ اور یہی تفاوتِ علم ظاہری کی تمام اصناف میں جاری ہے چنانچہ علمِ کلام اور فقہ کا استاد علمِ نحو و صرف کے استاد سے زیادہ اولیٰ اور زیادہ مقدم ہے۔ اور نحو و صرف کا استاد، علومِ فلسفہ کے استاد سے زیادہ اولیٰ ہے۔ اس لئے کہ علومِ فلسفہ، علومِ معتبرہ میں داخل نہیں ہیں۔ اس کے اکثر مسائل بے سود اور لا حاصل ہیں اور بہت کم مسائل میں جنہیں انھوں نے کتبِ اسلامیہ سے اخذ کیا ہے اور ان میں تصرفات کر ڈالے ہیں، وہ بھی جہلِ مرکب سے خالی نہیں ہیں۔ کیونکہ اس مقام میں عقل کے لئے کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔ نبوت کا انداز عقلِ نظری کے انداز سے بالکل الگ چیز ہے۔

جاننا چاہئے کہ پیر کے حقوق تمام حقوق والوں کے حقوق سے اوپر ہوتے ہیں بلکہ پیر کے حقوق کو دوسروں کے حقوق سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔



۶۵ حضرت حق سبحانہ کے انعامات اور اس کے رسول علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کے تسلیمات کے احسانات کے بعد پیر کے حقوق کا درجہ ہے۔ بلکہ سب کے پیر حقیقی تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں۔ اگرچہ ظاہری پیدائش والدین سے ہوتی ہے، مگر معنوی پیدائش پیر ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ ولادت صوری کی حیات تو چند روزہ ہے مگر ولادت معنوی کے لئے حیات ابدی ہے۔ پیر ہی تو ہے جو اپنے قلب و روح سے معنوی گندگیوں کی صفائی کرتا ہے اور اس کے اندرونی حصوں کو پاک و صاف کرتا ہے اُن توجہات میں جو کہ بعض مریدوں کی نسبت واقع ہوتی ہیں محسوس ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی باطنی آلائشوں کی تطہیر (پاک کرنے) میں ایک گونہ تلوث (آلودگی) خود صاحب توجہ تک سرایت کر جاتا ہے اور اُسے ایک عرصے تک مکرر (گدلا) رکھتا ہے۔ پیر ہی ہے جس کے وسیلے سے لوگ خدا سے غرضل تک پہنچتے ہیں جو تمام دنیوی اور اخروی سعادتوں سے بلند تر چیز ہے۔ پیر ہی ہے جس کے وسیلے سے نفس امارہ جو اپنی ذات کے اعتبار سے خبیث واقع ہوا ہے، تزکیہ حال کر لیتا اور پاک و صاف ہو جاتا ہے۔ اور انارگی سے اطمینان کے مقام تک پہنچتا ہے۔ اور جہلی (طبعی) کفر سے اسلام حقیقی تک رسائی پاتا ہے

گر بگویم شرح میں بچہ شود

(ترجمہ) جو اس کی شرح کوں بے حساب ہو جائے

لہذا اگر پیر کسی مرید کو قبول کر لے تو اُسے یہ اپنی سعادت سمجھنی چاہئے

اور اگر وہ کسی مرید کو رد کر دے تو اسے اپنی بد بختی شمار کرنی چاہئے۔ ” ہم اس چیز سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔ “ حق سبحانہ کی رضا کو پیر کی رضا کے پس پردہ رکھا گیا ہے۔ جب تک مرید اپنے آپ کو پیر کی رضا مندیوں میں گم نہ کرے حق سبحانہ کی رضا مندیوں تک نہیں پہنچ سکتا۔ مرید کی سب سے بڑی آفت پیر کو آزار دینے میں ہے۔ ہر لغزش جو اس کے بعد ہو اس کا تدارک کر لینا ممکن ہے، لیکن آزار پیر کا تدارک کسی چیز سے بھی نہیں ہو سکتا۔ آزار پیر مرید کے لئے شقاوت اور بد بختی کی بنیاد ہے۔ ” اس سے حق سبحانہ و تعالیٰ کی پناہ۔ “ اعتقادات اسنامیہ میں بڑا خلل اور احکام شرعیہ کی بجا آوری میں بڑا فتور اسی کا نتیجہ اور ثمرہ ہوتا ہے۔ احوال اور وجدانیات، جن کا تعلق <sup>۱۶</sup> باطن سے ہوتا ہے، ان کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔ اگر باوجود پیر کی آزار رسانی کے احوال کا کوئی اثر باقی رہ جائے تو اسے استدراج (اور مہلت) میں سے شمار کرنا چاہئے۔ کہ آخر میں وہ لامحالہ خرابی ہی لائے گا اور سوائے نقصان کے اور کوئی نتیجہ نہیں دیکھا۔ اور سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔

### ۳۹۔ منہا

لطائفِ شہ کے مراتب | قلب کا تعلق عالمِ امر سے ہے، اسے عالمِ خلق و وابستگی اور حقیقی عطا کر کے عالمِ خلق کی طرف نیچے اتارا گیا۔ اور اس مضبوط گوشت کے ساتھ جو یائیں پہلو میں ہوتا ہے خصوصی تعلق عطا کر دیا گیا ہے یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی بادشاہ کو ایک بھنگن کے ساتھ عشق پیدا ہو جائے اور اس عشق کی وجہ سے بھنگن کے گھر میں نزول فرمائے۔ اور روح جو



قلب سے لطیف تر ہے اصحابِ یمن (دائیں جانب والوں) میں سے ہے۔ اور  
 تین لطیفے جو لطیفہ روح سے اوپر ہیں وہ خیر الامور اور سطہا (معاملات  
 میں بہترین، درمیانی معاملہ ہوتا ہے) کے شرف سے بہرہ اندوز ہیں۔ لطیفہ  
 جس قدر لطیف تر ہوتا ہے وہ وسط کے زیادہ مناسب ہے۔ لیکن اتنا ہے کہ  
 لطیفہ ستر اور لطیفہ خفی، دونوں لطیفہ اخفی کی ہر دو جانب واقع ہیں۔ ان  
 میں سے ایک دائیں طرف واقع ہے اور دوسرا بائیں طرف۔ اور لطیفہ نفس،  
 جو اس کے قریب واقع ہے اور دماغ سے تعلق رکھتا ہے اور لطیفہ قلب کی  
 ترقی اس پر منحصر ہے کہ وہ روح کے مقام میں اور روح سے اوپر کے مقام میں  
 رسائی حاصل کرے۔ اسی طرح روح اور اس سے اوپر والے لطیفوں کی  
 ترقی بھی اس پر منحصر ہے کہ وہ اوپر کے مقامات میں رسائی حاصل کر لیں لیکن  
 یہ رسائی شروع میں احوال کے طریقہ پر حاصل ہوتی ہے اور آخر میں مقام  
 کے طور پر۔ اور نفس کی ترقی اس وقت ہوتی ہے جب وہ شروع میں بطور  
 احوال اور آخر میں بطور مقام کے قلب کے مقام میں پہنچ جائے۔ اور آخر کار  
 یہ چھ کے چھ لطیفے مقام اخفی میں پہنچ جاتے ہیں اور سب کے سب ایک  
 ساتھ مل کر عالم قدس کی طرف پرواز کرنے کا ارادہ کرتے ہیں اور لطیفہ قالب  
 کو خالی چھوڑ دیتے ہیں۔ لیکن یہ پرواز بھی ابتداء میں بطور احوال کے ہوتی ہے  
 اور آخر میں بطور مقام کے۔ اور اس وقت مقام فنا حاصل ہو جاتا ہے۔

۶۵ موت پہلے موت کا مطلب | اور جسے صوفیہ نے موت پیش از موت  
 (مرنے سے پہلے ہی مرجانا) کہا ہے اس سے مراد لطیفہ قالب کا انہی چھ لطیفوں

کی جدائی ہے۔ اور ان لطائف کی جدائی کے بعد بھی قالب میں حس و حرکت کے باقی رہنے کا راز دوسرے مقامات پر بیان کر دیا گیا ہے۔ اسے وہیں ان مقامات میں تلاش کرنا چاہئے۔ یہ ورق تفصیل کی گنجائش نہیں رکھتا یہاں تو اشاروں کنایوں ہی میں باتیں ہو سکتی ہیں۔ اور یہ ضروری نہیں ہے کہ تمام لطیفے ایک مقام میں جمع ہو جائیں اور وہاں سے پرواز کریں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ قلب اور روح دونوں مل کر یہ کام کرتے ہیں اور کبھی تینوں لطیفے اور کبھی چاروں لطیفے۔ لیکن جو کچھ پہلے مذکور ہوا ہے (یعنی ان چھ لطیفوں کا مل کر پرواز کرنا) وہ زیادہ مکمل اور اتم صورت ہے۔ اور یہ ولایت محمدی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰات والتسلیمات کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور اس کے علاوہ جو صورت ہے وہ بھی ولایت کی اقسام میں سے ایک قسم ہے۔ اور یہ چھ کے چھ لطیفے جسم (قالب) سے جدائی اختیار کر لیتے، اور مقام قدس تک رسائی حاصل کر لیتے اور اس کے رنگ میں رنگے جانے کے بعد، اگر پھر قالب کی طرف لوٹ آئیں اور وہ سب سوائے محبت کے تعلق کے اور تعلق پیدا کر لیں تو وہ قالب کا حکم اختیار کر لیتے ہیں۔ اور اس اختلاط کے بعد ایک قسم کی فنا پیدا کرتے ہیں۔ اور مرہ کا حکم اختیار کر لیتے ہیں۔ اس وقت وہ ایک خاص تجلی سے منور ہو جاتے ہیں۔ اور از سر نو حیات کو پیدا کرتے، اور بقا باشر کے مقام میں راسخ القدم ہو جاتے اور خدائی اخلاق کے ساتھ آراستہ و پیراستہ ہو جاتے ہیں۔ اس وقت اگر انھیں وہ خلعت بخش کر دنیا کی طرف واپس کر دیں تو معاملہ دُنُو (قربت) سے تَدَدَلٰی



(نیچے اور دور ہوجانے) کے ساتھ انجام پائے گا (یعنی نزدیکی سے دوری میں جا پڑیں گے) اور تکمیل کا مقدمہ پیدا ہو جائے گا۔ اور اگر دنیا کی طرف واپس نہ کریں اور رُتو (قربت) کے بعد تَدَلّی (پست و دور ہونا) حاصل نہ ہو سکے تو وہ اولیائے عزالت ہو جائے گا اور طالبین کی تربیت اور ناقص لوگوں کی تکمیل اُس کے ہاتھ سے نہیں ہو سکے گی۔ یہ ہے گفتگو اشارہ اور کنایہ کے انداز میں ہدایت (آغاز) اور نہایت (انجام) کی۔ لیکن ان منزلوں کو قطع کئے بغیر اس کو سمجھ لینا ناممکن ہے۔ اور سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے اور حضرت محمد مصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کو لازم جانے۔

## ۴۰۔ منہا

۶۵

کلام الہی حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ ازل سے ابذ تک ایک ہی کلام کے ساتھ مکمل ہے۔ یہ کلام ایسا ہے کہ اس کے ٹکڑے اور اجزاء نہیں کئے جاسکتے کیونکہ خاموشی اور گونگانا اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہے۔ کیا عجب ہے کہ ازل سے ابذ تک وہاں ایک ہی آن (ساعت) رہتی ہو۔ کیونکہ اللہ سبحانہ کی ذات پر زمانہ جاری نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے کہ ایک آن واحد میں ایک بسیط (غیر مرکب) کلام کے سوا اور کیا واقع ہو سکتا ہے اور اُس کلام واحد سے تعلقات کچھ متعدد ہونے کے اعتبار سے، کلام کی اس قدر قسمیں پیدا ہو گئی ہیں۔ مثلاً اگر اس کا تعلق مامور (جسے حکم دیا جائے) کے ساتھ قائم ہو تو اس سے ”اَمْر“ (حکم) پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اگر مہِیْئ (جس سے ممانعت

فرمانی جائے) کے ساتھ ہو تو اس کا نام "ہی" (مانعت) ہو جاتا ہے۔ اگر خبر دینے سے تعلق ہو تو خبر "پیدا ہو جاتی ہے۔ اس ضمن میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ گزشتہ اور آئندہ زمانے کے متعلق خبر دینا بہت سے لوگوں کو اشکال میں ڈال دیتا ہے اور انھیں دلالت کرنے والی چیز کا تقدم و تاخر مدلول (جس چیز پر دلالت کی جائے یعنی مراد) کے تقدم و تاخر کی طرف لیجاتا ہے۔ لیکن یہ کوئی اشکال نہیں ہے۔ کیونکہ زمانہ گزشتہ (ماضی) اور زمانہ آئندہ (مستقبل) دلالت کرنے والی چیزوں کی مخصوص صفات ہیں جو اُس آن (گھڑی) کے انبساط (بسیط ہونے) کے لحاظ سے پیدا ہو گئی ہیں لیکن مدلول (جس چیز پر دلالت کی جائے یعنی مراد) کے مرتبہ میں چونکہ وہ آن (گھڑی) خود اپنی حالت پر ہے اور کسی قسم کا انبساط اس میں پیدا نہیں ہوا ہے لہذا اس مرتبہ میں گزشتہ اور آئندہ زمانوں کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ علمائے معقول (منطق و فلسفہ) نے کہا ہے کہ ایک ہی حقیقت (ماہیت) کے لئے وجود خارجی کے اعتبار سے لوازمات علیحدہ ہوتے ہیں اور وجود ذہنی کے اعتبار سے صفات جدا ہوتی ہیں۔ جبکہ ایک ہی چیز میں وجود اور ہئوتیت (مرتبہ و قدر) کے مختلف ہونے کے اعتبار سے صفات اور لوازم کا متبائن اور متغائر ہونا (جدا جدا اور مختلف ہونا) جائز ہو سکتا ہے تو دال (دلالت کرنے والی چیز) اور مدلول (جس پر دلالت کی جائے) میں جو در حقیقت ایک دوسرے سے الگ الگ ہیں (یہ متبائن و تغائر) بطریق ادنیٰ جائز ہونا چاہئے۔ اور یہ جو کہا گیا ہے کہ ازل سے ابتدا تک ایک ہی آن (گھڑی) ہے



تو یہ تعبیر کی تنگد مانی کی وجہ سے ہے۔ ورنہ وہاں تو درحقیقت اس کی بھی گنجائش نہیں ہے۔ یہاں تو زمانہ کی طرح وہ (یعنی آن و اہد کہنا) بھی گراں ہے۔  
 دائرۃ امکان سے باہر | جانا چاہئے کہ ممکن جب قرب الہی جل سلاط  
 ازل اور ابد متحد ہیں۔ | کے مقامات میں دائرۃ امکان سے باہر قدم  
 ۶ رکھتا ہے تو وہ ازل اور ابد کو متحد پاتا ہے۔ حضرت رسالت خاتمیت علیہ  
 دعلیٰ آلا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ نے شب معراج میں، مقامات عروج کے  
 اندر حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے شکم میں پایا تھا اور طوفانِ نوح  
 بھی موجود تھا۔ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ اور اہل بہشت کو بہشت میں دیکھا  
 تھا۔ اور روز خیوں کو دوزخ میں۔ اور بہشت میں داخل ہونے کے وقت سے  
 پانچ سو سال کے بعد، جو (خدا کے ہاں کے حساب سے) آدھا دن ہوتا ہے،  
 حضرت عبدالرحمن ابن عوفؓ جو دولت مند صحابہ میں سے تھے علیہم الرضوان  
 بہشت میں آئے تھے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے دیر میں آنے  
 کی وجہ دریافت فرمائی تھی اور انھوں نے اپنا دشوار گزار راستوں اور  
 آزمائشوں کا حال سنایا تھا۔ یہ سب کچھ ایک آن (گھڑی) ہی کے انداز میں  
 مشہود ہوا تھا۔ اس میں گزشتہ اور آئندہ زمانے کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ اس  
 فقیر کو بھی اللہ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے سے بعض اوقات  
 یہ حالت پیش آئی ہے۔ اور میں نے ملائکہ کو عین سجود کی حالت میں  
 پایا ہے جو وہ حضرت آدم علیہ السلام کو کر رہے تھے، کہ اب تک انھوں نے  
 سجدہ سے سر بھی نہیں اٹھایا تھا۔ اور ملائکہ علیہم السلام کو جن میں سجدہ کا حکم

نہیں دیا گیا تھا ان سجدہ کرنے والے فرشتوں سے الگ دیکھا کہ وہ اپنے مشہود جس کا وہ مشاہدہ کر رہے تھے میں فنا اور غرق ہیں۔ اور وہ تمام حالات جن کا آخرت میں وعدہ فرمایا گیا ہے، وہ سب اسی آن (گھڑی) میں دکھائی دیئے۔ چونکہ اس واقعہ پر ایک مدت گزر گئی ہے۔ اس لئے میں نے احوال آخرت کی تفصیل بیان نہیں کی۔ کیونکہ مجھے اپنے حافظہ پر اعتماد نہیں رہا ہے۔

معراج نبوی اور روح اولیاء | لیکن اتنی بات سمجھ لینی چاہئے کہ یہ حالات میں فرق ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اور روح دونوں کو پیش آئے تھے اور جو مشاہدات ہوئے تھے وہ بصارت اور بصیرت دونوں سے ہوئے تھے۔ لیکن دوسرے لوگوں کو جو (بہر حال) طفیلی ہیں، اگر یہ حالت بطور تبعیت کے پیش آتی ہے تو وہ صرف روح تک ہی محدود رہتی ہے اور بصیرت کے ساتھ مخصوص ہوا کرتی ہے۔ (جسم اور ظاہری آنکھوں کے ساتھ نہیں)۔

در قافلہ کہ دست و انم نرم (ترجمہ) | اس بسکہ رسد ز دور بانگ جرم وہ ہے جن قافلے میں جانتا ہوں میں پہنچوں یہی کافی ہے آواز جس تو مجھ تک آتی ہے علیہ و علی الصلوٰۃ والسلام اتھا و اکملہا۔

۴۱۔ منها

تکوین حقیقی صفات میں ہے | تکوین واجب الوجود تعالیٰ و تقدس کی حقیقی صفات میں سے ایک مستقل صفت ہے۔ اشاعرہ (امام ابو الحسن شہرستانی) نے



تکوین کی صفاتِ اضافیہ میں سے شمار کرتے ہیں اور وہ قدرت اور ارادہ ہی کو ایجادِ عالم (دنیا کو وجود بخشنے) میں کافی سمجھتے ہیں۔ لیکن صحیح یہی ہے کہ قدرت اور ارادہ کے علاوہ تکوین ایک علیحدہ حقیقی صفت ہے۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ "قدرت" کے معنی یہ ہیں کہ اس میں فعل و ترک یعنی کسی کام کا کرنا اور اسے چھوڑ دینا، دونوں باتیں صحیح ہوں۔ اور "ارادہ" کے معنی یہ ہیں کہ قدرت کی ان دونوں جہتوں، یعنی فعل اور ترک میں سے کسی ایک جہت کو مخصوص اور متعین کر لیا جائے۔ لہذا اس طرح قدرت کا درجہ، ارادہ کے درجہ پر مقدم ہوتا ہے۔ اور "تکوین" جسے ہم صفاتِ حقیقیہ میں سے سمجھتے ہیں، اس کا درجہ قدرت اور ارادہ کے درجوں کے بعد آتا ہے۔ اس صفت کا کام، اس خاص کردہ جہت کو وجود میں لے آنا ہے۔ پس قدرت تو فعل (کرنے) کی جہت کو درست قرار دینے والی صفت (یعنی مخصص فعل) ہے اور ارادہ، فعل (کرنے) کی جہت کو خاص کرنے والی صفت (مخصص فعل) ہے۔ اور "تکوین"، اُسے وجود میں لانے والی ہے۔ لہذا تکوین کی صفت کو ماننے بغیر چارہ نہیں ہے۔ اس کی وہی صورت ہے جو استطاعت مع الفعل کی ہوتی ہے جسے علماء اہل سنت نے بندوں میں ثابت کیا ہے۔ اور کوئی شک نہیں کہ یہ استطاعت ثبوتِ قدرت کے بعد ہی ہو سکتی ہے۔ بلکہ ارادہ کے تعلق کے بھی بعد ہوتی ہے۔ اور وجود بخشی کا تحقق (ثبوت) اسی استطاعت کے ساتھ وابستہ ہے بلکہ وہ استطاعت ہی فعل کی جہت کو ضروری قرار دیتی ہے اور اس کے بالمقابل ترک

کی جہت وہاں مفقود ہے۔ تکوین کی صفت کا حال بھی کچھ ایسا ہی ہے کہ وجود بخشی اس کے ساتھ بطور ایجاب یعنی واجب اور ضروری قرار دینے کے ہوتی ہے۔ لیکن یہ ایجاب (ضروری قرار دینا) واجب تعالیٰ کی ذات میں کوئی ضرر نہیں دیتا کیونکہ اس کا ثبوت صفت قدرت اور صفت ارادہ کے متحقق ہو جانے کے بعد ہوتا ہے جبکہ قدرت کے معنی فعل (کرنے) اور ترک (چھوڑ دینے) کو صحت اور درستگی بخشنے کے ہیں۔ اور ارادہ کے معنی، قدرت کی کسی ایک جہت یعنی فعل یا ترک کی جہت کو خاص کر لینے کے ہیں۔ برخلاف اس کے جو حکمائے فلسفہ نے کہا ہے۔ اور انھوں نے شرطیہ اولیٰ (صحت فعل یعنی اگر چاہے تو پیدا کر سکتا ہے) کو واجب الصدق خیال کر لیا ہے اور شرطیہ ثانیہ (صحت ترک یعنی اگر نہ چاہے تو نہیں پیدا کر سکتا) کو مستنع الصدق قرار دے لیا ہے اور صفت ارادہ کی نفی کر دی ہے۔ اس قول کے مطابق ایجاب صریح لازم آتا ہے

تَعَالَى اللَّهُ شَيْخَانَهُ عَنْ ذَٰلِكَ عَلُوًّا كَبِيرًا (اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات اس سے کہیں بلند تر ہے)۔

وہ ایجاب جو ارادہ کے تعلق اور دوزیر قدرت جہتوں میں سے ایک جہت کی تخصیص کے بعد پیدا ہوتا ہے وہ اختیار کو مستلزم (لازم کرنے والا) ہے بلکہ اختیار کی تاکید کرنے والا ہے۔ اس کی نفی کرنے والا نہیں ہے۔ اور صاحب فتوحات کا کشف بھی حکماء کی رائے کے موافق ہی واقع ہوا ہے۔ وہ قدرت کے سلسلہ میں شرطیہ اولیٰ کو واجب الصدق سمجھتے



میں اور ثانی کو ممتنع الصدق۔ یہ تو ایجاب (لازم قرار دینے) کو تسلیم کر لیا ہوا۔ اس کے نتیجہ میں امداد بالکل ہی بیکار ہو جاتا ہے۔ کیونکہ دو برابر کی جہتوں میں سے ایک جہت کو خاص کر لینا یہاں پایا ہی نہیں جاتا۔ اور اگر صفت تکوین میں اس مضمون (یعنی ایجاب) کا اثبات کریں تو اس کی گنجائش نکل سکتی ہے کیونکہ وہ اس ایجاب کے ثابث سے مبرا اور پاک ہے۔ یہ بہت ہی باریک بینی کا فرق ہے جس کو مجھ سے پہلے کسی نے بیان کرنے کی کم ہی سبقت کی ہے۔ علمائے ماتریدیہ نے بھی اگرچہ اس صفت (یعنی تکوین) کا اثبات فرمایا ہے لیکن وہ بھی اس باریکی نظر کی طرف نہیں گئے ہیں۔ انہیں (ماتریدیہ کو) بلند درجہ سنتِ مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کی پیروی نے ہی..... تمام تکلیف میں اس معرفت کے ساتھ ممتاز بنا دیا ہے۔ اور یہ حقیر بھی انہی اکابر کے خوشہ چینوں میں سے ہے۔ اللہ سبحانہ ہمیں ان کے درست اور حق عقائد پر سید المرسلین علیہم علی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات اتہا واکملہا کے طفیل میں ثابت قدم رکھے۔

## ۴۲۔ منہا

رویت باری تعالیٰ آخرت میں مومنوں کے لئے خدائے عز و جل کا دیدار ہونا، حق ہے۔ یہ وہ مسئلہ ہے کہ سوائے اہل سنت والجماعت کے اسلامی فرقوں اور حکمائے فلاسفہ میں سے کوئی شخص بھی اس کے جواز کا قائل نہیں ہے ان کے انکار کی وجہ، غائب کو حاضر پر قیاس کر لینا ہے، جو بہر حال فاسد و

غلط ہے۔ نظر آنے والی ہستی جبکہ بے چون اور بے چگون ہوگی جو رؤیت (دیدار) اس سے متعلق ہوگی وہ بھی بے چون ہی ہوگی۔ اس پر ایمان لانا چاہئے مگر اس کی کیفیت میں مشغول نہیں ہونا چاہئے (کہ وہ کس طرح اور کیونکر ہوگی)۔ قدرت نے اس راز کو آج بھی خواص اولیا پر ظاہر فرمادیا مکہ ہے۔ (جو کچھ انھیں مشاہدہ ہوتا ہے، وہ) اگرچہ رؤیت (دیدار حق) نہیں ہے۔ لیکن وہ بے رؤیت بھی نہیں ہے۔ (یہ کیفیت ہوتی ہے کہ) گویا کہ تم ذات حق تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو۔ کل (قیامت کے دن) تمام مومن حق سبحانہ و تعالیٰ کو اپنے سر کی آنکھوں سے ہی دیکھیں گے۔ لیکن ادراک نہیں کر سکیں گے۔ لکن اَلْبَصَارُ (نگاہیں) اس کا ادراک نہیں کر سکیں گی) وہ صرف دو چیزیں معلوم کر سکیں گے۔ ایک تو اس بات کا یقینی علم کہ وہ دیکھ رہے ہیں اور دوسرے وہ لذت جو رؤیت پر مرتب ہوتی ہے۔ ان دو چیزوں کے علاوہ باقی جس قدر رؤیت کے لوازم ہیں، وہ سب کے سب مفقود ہوں گے۔ یہ مسئلہ، مسائل کلام میں سب سے باریک تر اور مشکل تر ہے۔ عقل کا انداز اسے ثابت کرنے اور اس کی صورت کشی کرنے میں عاجز ہو جو علماء اور صوفیہ، انبیاء کی پیروی کرنے والے ہیں انھوں نے اپنے نویر فراست سے جو انوارِ نبوت ہی سے مقبس (حاصل کردہ) ہے، اسے دریافت کیا ہے۔ ایسے ہی علم کلام کے اور بھی دوسرے بہت سے مسائل ہیں جن کو ثابت کرنے سے عقل عاجز اور حیران رہ جاتی ہے۔ علمائے اہلسنت کو تو صرف نورِ فراست ہی حاصل ہے لیکن صوفیہ کو نورِ فراست تو حاصل



ہے ہی مگر اس کے ساتھ ہی ان کو کشف اور شہود بھی حاصل ہے۔

کشف اور فراست میں فرق [کشف اور فراست کے درمیان ایسا

ہی فرق ہے جیسا کہ حدیثیات (اندازہ اور تخمینہ سے متعلق چیزوں) اور

حیات میں ہے۔ فراست، نظریات (دلیل سے تعلق رکھنے والی چیزوں)

کو حدیثیات بنادیتی ہے اور کشف انھیں حیات بنادیتا ہے۔ وہ

تمام مسائل جن کے اہل سنت قائل ہیں اور ان کے مخالفین جنہوں

نے اپنے اوپر عقلی طریقہ کو لازم کر رکھا ہے، ان مسائل کے منکر ہیں،

وہ سب اسی قسم کے ہیں کہ وہ سب نور فراست سے معلوم ہوئے ہیں

اور کشف صحیح سے مشاہدہ میں آگئے ہیں۔ اگر ان مسائل کو بیان کرنے میں

کہیں کوئی وضاحت کی جائے تو اس سے مقصود محض اس کی صورت کشی اور

تنبیہ ہوتی ہے۔ نظر (فکر) اور دلیل کے ساتھ ان کو ثابت کرنا نہیں ہوتا،

کیونکہ عقل کی فکر و نظر ان کے اثبات اور صورت کشی میں محض نابینا ہے۔

ان علماء پر بڑا ہی تعجب ہوتا ہے جو ان مسائل کے سلسلہ میں خود کو

مقام استدلال میں لاکھڑا کرتے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ دلائل سے ان کا

اثبات کر دیں اور مخالفین پر حجت تمام کر دیں۔ مگر یہ بات میسر نہیں آتی اور

تکمیل کو بھی نہیں پہنچتی۔ مخالفین یہ سمجھ لیتے ہیں کہ جس طرح ان کے

استدلالات کھوٹے، کمزور اور ناقص ہیں اسی طرح ان کے مسائل بھی

غلط، کمزور اور ناقص ہوں گے۔ مثلاً علمائے اہل سنت نے استطاعت

مع الفعل (فعل کے ساتھ طاقت بھی رکھنا) کا اثبات کیا ہے۔ یہ مسئلہ

اُن حق اور صحیح مسائل میں سے ہے جو نو فراسٹ اور کشفِ صحیح سے معلوم ہوئے ہیں۔ لیکن جو دلائل وہ اس کو ثابت کرنے کے لئے پیش کرتے ہیں وہ بالکل ہی ناکارہ اور ناقص ہیں۔ اس مسئلہ کو ثابت کرنے کے لئے جو دلائل وہ پیش کرتے ہیں، ان میں سب سے قوی دلیل دو زبانوں میں اعراض کا باقی نہ رہنا ہے۔ کیونکہ اگر عرض باقی رہ جاتا ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ عرض خود عرض ہی کے ساتھ قیام پذیر ہو۔ حالانکہ ایسا ہونا ممکن نہیں ہے۔ اور چونکہ مخالفین نے اس دلیل کو ناقص اور ناکارہ سمجھا ہے۔ لہذا انھوں نے یقین کر لیا کہ خود وہ مسئلہ بھی ایسا ہی ناقص ہے۔ انھوں نے یہ بات نہیں سمجھی کہ اس مسئلہ میں اور اس جیسے دوسرے مسائل میں ان کا رہنما و فراسٹ ہے جو انوارِ نبوت سے مقتبس (لیا گیا) ہے۔ لیکن یہ خود ہماری کوتاہی ہے کہ ہم حدی (انداز و تخمینہ سے متعلق چیزوں) اور بدیہی باتوں کو مخالفین کی نگاہ میں نظری بنا کر پیش کرتے ہیں اور تکلفات کے ساتھ ان کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ ہماری حدی اور بدیہی چیزیں مخالفین پر حجت نہیں ہوں گی، تو نہ ہوا کریں۔ ہم پر سوائے (واضح طور پر بتا دینے اور تبلیغ کر دینے کے اور کوئی چیز فرض و لازم نہیں کی گئی۔ جو آدمی مسلمانوں جیسا حسنِ عقیدت رکھتا ہے وہ بے اختیار اسے قبول کر لے گا اور جو شخص بے نصیب واقع ہوا ہے سوائے انکار کے اس میں اور کسی بات کا اضافہ نہیں ہو سکے گا۔



ماتریدیہ کی فضیلت | علمائے اہل سنت میں شیخ الاسلام شیخ ابو منصور<sup>رحمۃ اللہ علیہ</sup> ماتریدی (رحمۃ اللہ علیہ) کا طریقہ کس قدر موزوں اور مناسب ہے کہ انھوں نے صرف مقاصد کو بیان کرنے پر اکتفا فرمایا ہے۔ فلسفیانہ باریک بینیوں کے انھوں نے یکسوئی ہی اختیار فرمائی ہے۔ فلسفیانہ انداز پر نظر استدلال کا طریقہ، علمائے اہل سنت میں شیخ ابوالحسن اشعری (رحمۃ اللہ علیہ) سے شروع ہوا ہے۔ ان کی یہ خواہش رہی ہے کہ اہل سنت کے اعتقادات کو فلسفیانہ استدلال سے تکمیل تک پہنچا دیں۔ اور یہ بات بڑی دشوار ہے اور خصوصیت کے ساتھ مخالفین کو دلیر بنانا ہے کہ وہ اکابر دین پر زبان طعن دراز کریں۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ سلف کے طریقہ کو بھی چھوڑ دینا ہے کہ اللہ سبحانہ ہمیں اہل حق کے معتقدات پر جو انوار نبوت سے مستفاد ہیں، ثابت قدم رکھے علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اتہا واکملہا۔

رحمۃ اللہ علیہ شیخ ابو منصور محمد بن محمد بن محمود الحنفی المتکلم الماتریدی السمرقندی فرقہ ماتریدیہ کے سربراہ تھے۔ ماتریدی فرقہ سنی راخ الفقیرہ مسلمانوں کا ایک گروہ تھا جو معتزلہ اور دیگر آزاد خیال فرقوں کے مقابلے میں وجود میں آیا تھا۔ شیخ ابو منصور، الاشعری کے ہم عصر تھے ۳۳۰ھ میں سمرقند میں وفات پائی۔ آپ سے فقہ حنفی کے لوگ زیادہ متاثر ہوئے۔

رحمۃ اللہ علیہ امام ابوالحسن علی اشعری فرقہ اشاعرہ کے بانی اور علم کلام کے موجد تھے۔ ۳۶۰ھ بصرہ میں پیدا ہوئے۔ ۴۰ سال کی عمر تک آپ فرقہ معتزلہ کے سرگرم رکن رہے۔ بعد میں شافعی فقہ کی حدود میں رہ کر اپنے دینی مسائل کو فلسفیانہ استدلال کے ساتھ مستحکم کیا۔ تقریباً تین سو کتابیں لکھیں۔ آپ کے ماننے والوں میں بڑے بڑے امام پیدا ہوئے۔ مثلاً باقلانی، ابن فورق، اسفرائینی، القشیری، جوینی، امام غزالی ہیں۔ ۴۳۵ھ بغداد میں آپ کا وصال ہوا۔

## ۴۳۔ منہا

یقین کے درجہ کا حصول | بمصدق آیہ کریمہ **وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ**  
**فَحَدِّثْ** (اور بہر حال اپنے پروردگار کی نعمت کو بیان کر دیا کرو)۔ اس  
 نعمتِ عظمیٰ کا اظہار کرتا ہوں کہ اس فقیر کو علمِ کلام سے تعلق رکھنے والے  
 اعتقادات کی نسبت جو اہل حق یعنی اہل سنت و الجماعت کی رایوں کے  
 موافق واقع ہوئے ہیں ایسا یقین حاصل ہو چکا ہے کہ اس کے مقابلہ میں  
 وہ یقین بھی جو مجھے ..... واضح ترین بدیہیات کی نسبت حاصل  
 ہے، ظنیات بلکہ وہمیات کا حکم رکھتا ہے۔ مثلاً جب میں اس یقین کا  
 جو مجھے علمِ کلام کے ہر ایک مسئلہ کی نسبت حاصل ہے اس یقین کے ساتھ  
 موازنہ کرتا ہوں جو مجھے وجودِ آفتاب کی نسبت حاصل ہے تو پہلے یقین کی  
 نسبت اس دوسرے یقین کے لئے، یقین کا لفظ بولتے ہوئے بھی مجھے افسوس  
 ہوتا ہے۔ اربابِ عقول اس بات کو قبول کریں یا نہ کریں، بلکہ یقین ہے کہ  
 وہ ہرگز قبول نہیں کریں گے۔ کیونکہ یہ بحث عقل کے اندازِ نظر سے بالکل  
 الگ ہے۔ عقل ظاہر میں کے لئے اس مقام سے سوائے انکار کرنے کے  
 اور کوئی چارہ ہی نہیں ہے۔ اس معاملہ کی حقیقت یہ ہے کہ یقین کرنا قلب  
 کا کام ہے۔ اور وہ یقین جو قلب کو مثلاً آفتاب کے وجود کے متعلق حاصل  
 ہوتا ہے وہ حواس کے واسطہ سے حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ حواس جاسوسوں  
 کا حکم رکھتے ہیں (جو ادھر ادھر سے معلومات حاصل کر کے قلب تک  
 پہنچاتے ہیں) اور وہ یقین جو علمِ کلام کے کسی ایک مسئلہ کے متعلق قلب کو



حاصل ہوتا ہے وہ قطعاً راہِ راست اور بغیر کسی حواس کے توسط کے ہے جسے اس نے بطور الہام کے بارگاہِ وہاب جلّ و علا سے بغیر کسی واسطہ کے خود حاصل اور اخذ کیا ہے۔ لہذا یقیناً اول کا مرتبہ علم الیقین کا ہوتا ہے اور علم ثانی کا مرتبہ عین الیقین کا ہوتا ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان میں کتنا بڑا فرق ہے۔ ع

شنیدہ کے بودمانند دیدہ

دیکھے ہوئے کے مثل ہو کیے نہا ہوا

ترجمہ :-

۴۴۔ منہا

۵۵

فنا بر ارادہ [جب طالبِ حقیقت] کے سینہ کا میدان، محض فضلِ خداوندی جلّ سلطانہ سے تمام مرادوں اور آرزوؤں سے خالی ہو جاتا ہے اور اُسے حق سبحانہ کے سوا کسی دوسری چیز کی طلب نہیں رہتی، تو اُس وقت اُسے وہ کچھ میسر آ جاتا ہے جو اس کی پیدائش سے مقصود تھا اور وہ بندگی کی حقیقت کو بجا لاتا ہے۔ اس کے بعد اگر قدرت کا نشا ہوتا ہے تو اسے ناقص لوگوں کی تربیت کے لئے (اس عالم کی طرف) واپس کر دیتے ہیں اور (حق تعالیٰ) اپنے پاس سے اُسے ایک ارادہ عنایت کرتے اور ایک اختیار عطا فرماتے ہیں کہ وہ قوی اور فعلی تصرفات میں مختار اور مجاز (اجازت یافتہ) ہو جاتا ہے جیسا کہ ایک اذن یافتہ غلام (جسے اس کے آقا نے تصرفات کرنے کا حق عطا فرما دیا ہو) مختار اور اجازت یافتہ ہوتا ہے۔ اس مقام میں جو کہ خدائی اخلاق کے ساتھ آراستہ و پیراستہ

ہو جانے کا مقام ہے، صاحبِ ارادہ جو کچھ چاہتا ہے دوسروں کے لئے چاہتا ہے اور دوسروں کی مصلحتیں ہی اس کے پیشِ نظر رہتی ہیں، نہ کہ اپنے نفس کی مصلحتیں۔ (بعینہ اسی طرح) جیسا کہ واجبِ تعالیٰ کے ارادہ کی حالت ہوتی ہے۔ بلکہ بلند ترین مثال ہونا تو اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ثابت ہے۔ اور قطعاً ضروری نہیں، بلکہ جائز بھی نہیں کہ یہ صاحبِ ارادہ جو کچھ چاہے وہ وقوع میں بھی آجائے۔ کیونکہ ایسا سمجھنا شرک ہے اور بندگی اس کو برداشت نہیں کر سکتی۔ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں بھی فرما دیا ہے کہ اِنَّكَ لَا تَقْدِرُ مَنْ اَجَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ (یعنی آپ ان لوگوں کو ہدایت نہیں دیکتے تا جب سید البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارادہ توقف میں پڑ سکتا ہے تو دوسروں کی دہاں کیا مجال ہے۔ اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ اس صاحبِ ارادہ کی تمام مرادیں (جن کا وہ ارادہ کرے) حق تعالیٰ و تقدس کی مرضی کے مطابق ہوں۔ ورنہ آنحضرت علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض اقوال و افعال پر حق سبحانہ کی طرف سے اعتراض نازل نہ ہوتا۔ جیسا کہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے، مَا كَانَ لِنَبِيِّ (الایہ) نبی کے لئے یہ مناسب نہیں تھا) اور اس سے معافی عطا فرمانے کی بھی کوئی گنجائش نہ ہوتی جب کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے، عَفَا اللَّهُ عَنْكَ (خدا نے آپ کو معاف فرمادیا) کیونکہ معافی کا تصور تو تفصیلات اور کوتاہیوں ہی میں ہو سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہے کہ حق جل و علا کی تمام مرادات بھی یعنی جن کا وہ



ارادہ فرماتے حق سبحانہ کی مرضیات نہیں ہوا کرتیں مثلاً کفر اور معاصی۔ کہ ان کا ارادہ تو حق تعالیٰ فرماتے ہیں، ورنہ نہ تو ان کا وجود ہو سکتا اور نہ ہی بندوں سے ان کا صدور ہو سکتا، لیکن یہ چیزیں خود حق تعالیٰ کی مرضیات میں سے نہیں ہوتیں و کَلَّا یَرْضٰی لِعِبَادِہِ الْکُفْرُ۔ (یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے کفر و انکار کو پسند نہیں فرماتا) لہذا جبکہ خود اللہ تعالیٰ کا ارادہ اس کی مرضیات کے خلاف ہو سکتا ہے تو صاحب ارادہ بندہ کا ارادہ بھی مرضی حق سبحانہ کے خلاف ہو سکتا ہے۔ مترجم۔

### ۴۵۔ منہا

کلام اللہ کی رہنمائی | اس کام (کارِ سلوک) میں میرا رہنما کلام اللہ ہے اور میرا پیر (شیخ) اس معاملہ میں قرآن مجید ہے۔ اگر قرآن کریم کی رہنمائی نہ ہوتی تو معبودِ برحق کی عبادت کی جانب کوئی راہ بھی نہ کھل سکتی۔ اس راہ میں ہر لطیف اور لطیف تر چیز ”اَنَا اللّٰهُ“ (میں ہی خدا ہوں) کی صدا میں لگاتی ہے اور راستے پر چلنے والے کو اپنی پرستش میں گرفتار کر لیتی ہے۔ اگر وہ چیز ”چوں“ ہے تو اپنے آپ کو بے چوں ہونے کی صورت میں ظاہر کرتی ہے۔ اور اگر ”تشبیہ“ ہے تو اپنے آپ کو ”تمثیل“ کی ہیئت میں جلوہ گر بناتی ہے۔ یہاں امکان، وجوب کے ساتھ ملا ہوا ہے اور حدوث (حادث ہونا) قدیم (قدیم ہونے) کے ساتھ خلط ملط ہے۔ اگر باطل ہے تو وہ حق کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور اگر گمراہی ہے تو وہ ہدایت کی شکل میں نمایاں ہے۔ بیچارہ سالک ایک اندھے مسافر کا نمونہ بن جاتا ہے

کہ ہر ایک کی طرف ہذا اَرَبِّی (یہی میرا رب ہے) کہتا ہوا متوجہ ہو جاتا ہو۔  
 حق سبحانہ و تعالیٰ خود اپنی تعریف خَالِقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ  
 (آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا) کے الفاظ سے فرماتا ہے اور اپنی شان میں  
 رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ (مشرق اور مغرب کا پروردگار) فرماتا ہے۔  
 عروج کے وقت جب ان صفات کو ان خیالی معبودوں پر پیش کیا گیا  
 تو بے اختیار ان سب نے (ان اوصاف پر منطبق ہونے سے) انکار کر دیا  
 اور وہ ختم ہوتے چلے گئے۔ لامحالہ اس فقیر نے لَا أُحِبُّ إِلَّا فِیلِینَ  
 (میں غروب ہو جانے اور غائب ہو جانے والوں کو پسند نہیں کرتا) کہتے ہوئے  
 ان سب (خیالی معبودوں) سے منہ موڑا۔ اور ذات واجب الوجود کے سوا  
 کسی کو بھی اپنا قبلہ توجہ نہیں بنایا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا  
 وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیْ لَوْلَا اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَلَّتْ رُسُلُ رَبِّنَا  
 بِالْحَقِّ۔ (اسی اللہ کے لئے تمام تعریفیں ہیں جس نے ہمیں اس کی ہدایت فرمائی  
 اور اگر خدا ہمیں ہدایت نہ فرماتا تو ہم ہدایت نہیں پاسکتے تھے بیشک ہمارے  
 پروردگار کے تمام رسول حق بات لیکر آچکے ہیں۔)

۴۶۔ منہا

حضرت خواجہ باقی باللہؒ ہم چار آدمی اپنے خواجہ (حضرت خواجہ باقی باللہ  
 سے عقیدت

لوگوں کی نگاہوں میں باقی تمام دوستوں میں ہمیں خاص امتیاز حاصل  
 تھا۔ حضرت خواجہ (شیخ اور پیر صاحب) کی نسبت ہم میں سے ہر ایک کا



اعتقاد علیحدہ تھا اور معاملہ بھی جدا تھا۔ یہ فقیر تو یقین کے ساتھ یہ سمجھتا تھا کہ اس قسم کی صحبت اور یکجائی اور اس طرح کی تربیت مکہ اور ہدایت آل سرور علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے زمانہ کے بعد سے، کبھی بھی کسی کو حاصل نہیں ہوئی۔ اور حق تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر ادا کرتا تھا کہ اگرچہ خیر البشر علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کے شرفِ صحبت سے مشرف نہیں ہو سکا، تاہم اس صحبت کی سعادت سے محروم نہیں رہا۔ اور ہمارے حضرت خواجہ ان دوسرے تین دوستوں کے متعلق یوں فرمایا کرتے تھے کہ ”فلاں آدمی تو مجھے صاحبِ تکمیل سمجھتا ہے لیکن صاحبِ ارشاد نہیں سمجھتا۔ اور اس کے نزدیک ارشاد کا مرتبہ تکمیل سے زیادہ ہوتا ہے۔“ اور فلاں آدمی ہم سے کوئی سروکار نہیں رکھتا۔ اور اس تیسرے کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ ”وہ ہماری نسبت انکار رکھتا ہے۔“ چنانچہ ہم میں سے ہر ایک کو اس کے اعتقاد کے اندازہ کے مطابق ہی حصہ ملا۔

شیخ کی محبت میں غلو | جانتا چاہئے کہ مرید کا اپنے پیر کے افضل اور نہیں کرنا چاہئے۔ | اکمل ہونے کے متعلق اعتقاد، محبت کے ثمرات اور اس مناسبت کے نتائج میں سے ہوتا ہے جو افادہ (فائدہ پہنچا) اور استفادہ (فائدہ حاصل کرنے) کا سبب بنتی ہے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ آدمی اپنے پیر کو ان حضرات پر فضیلت دے جن کی بزرگی اور عظمت شریعت میں مقرر ہو چکی ہے۔ کیونکہ یہ چیز محبت میں افراط کا باعث

ہو جاتی ہے۔ اور یہ بات مذموم ہے۔ فرقہ شیعہ کی خرابی اہل بیت کے ساتھ اسی افراطِ محبت کی وجہ سے ہے، اور نصاریٰ نے بھی اسی افراطِ محبت کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا کا بیٹا بنا دیا ہے اور اس کی وجہ سے ابدی خسارہ میں پڑ گئے ہیں۔ لیکن اگر ان حضرات کے علاوہ (جن کی فضیلت شریعت سے ثابت ہے) دوسرے لوگوں پر (اپنے شیخ کو) فضیلت دے تو یہ جائز ہے بلکہ طریقت میں واجب ہے۔ اور یہ فضیلت دینا کچھ مرید کے اپنے اختیار سے نہیں ہوتا۔ بلکہ اگر مرید صاحبِ استعداد ہے تو بے اختیار اس میں یہ اعتقاد پیدا ہو جاتا ہے، اور وہ اس کے وسیلے سے پیر کے کمالات کا اکتساب کرتا ہے۔ اگر یہ فضیلت دینا خود مرید کے اپنے اختیار سے ہو اور وہ تکلف کے ساتھ اس اعتقاد کو پیدا کرے تو یہ جائز نہیں ہے اور نہ کوئی نتیجہ پیدا کر سکتا ہے۔

۵۵

## ۲۷۔ منها

**ذکر نفی و اثبات** | کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے ساتھ نفی و اثبات میں سب سے بلند ترین درجہ یہ ہے کہ جو کچھ نظر و عقل اور کشف و مشاہدہ میں آئے اگرچہ وہ تنزیہیہ محض اور بے کیف محض ہی ہو، ان سب کو ”لا“ (یعنی نفی) کے تحت میں داخل کیا جائے اور اثبات کی جانب میں کلمہ مستثنیٰ (اللہ) کو قلب کی موافقت کے ساتھ زبان سے بولنے کے سوا اور کسی چیز کا اس میں حصہ نہ ہو۔

عقائد شکار کس نہ شود دام باز چیں  
کایجا ہمیشہ باد بدست دست دام را

ترجمہ



اٹھالے جال عنقا کب کسی ہاتھ آتا ہے لگتا ہے یہاں جو جال خالی ہاتھ جاتا ہے  
وَالسَّلَامُ عَلَىٰ مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَىٰ وَالْتَزَمَ مُتَابِعَةَ الْمُصْطَفَىٰ  
عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالسَّلَامَاتُ (اور سلامتی ہو اُس پر جو ہدایت  
کی پیروی کرے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو لازمی جانے۔

آپ پر ادراپ کی آل پر درود و سلام نازل ہوں۔)  
۲۸۔ منها

حقیقت قرآنی، حقیقت کعبہ | حقیقت قرآنی اور حقیقت کعبہ ربّانی کا درجہ  
اور حقیقت محمدی | حقیقت محمدی علیٰ مظہر الصلوٰۃ والسلام

والتحجۃ سے اوپر ہے۔ لہذا حقیقت قرآنی، حقیقت محمدی کی امام اور  
پیشوا ہوئی۔ اور حقیقت کعبہ ربّانی، حقیقت محمدی کی مسجود ہوئی۔  
اسی کے ساتھ یہ بھی ہے کہ حقیقت کعبہ ربّانی کا درجہ، حقیقت قرآنی  
سے اوپر ہے۔ وہاں بالکل ہی بے صفی اور بے رنگی کی کیفیت ہے۔  
اور اس مقام میں شیونات اور اعتبارات کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔  
بلکہ اس بارگاہ میں تو تنزیہ اور تقدیس کی بھی کوئی مجال نہیں ہے۔

ع آج ہمارے آئینہ کہ برتر زیان مست

ترجمہ وہاں ہر چیز ایسی ہے کہ بالاتر بیاں کہے

یہ ایسی معرفت ہے کہ اہل اللہ میں سے کسی نے بھی اس کے متعلق  
لب کشائی نہیں فرمائی۔ اور اشارہ و کنایہ میں بھی اس کے متعلق کسی نے  
کوئی بات نہیں کہی۔ اس فقیر کو اس معرفت عظمیٰ کے ساتھ مشرف

فرمایا گیا اور بنائے جنس کے درمیان ممتاز فرمایا گیا۔ یہ سب کچھ اللہ کے حبیب کے صدقے اور اللہ کے رسول کی برکت سے ہوا۔ آپ پر ۷۹  
اور آپ کی آل پر فاضل تر رحمتیں اور کامل تر سلامتیاں نازل ہوں۔  
حقیقت کعبہ کے مقام میں | جانا چاہئے کہ جس طرح کعبہ کی صورت  
حقیقت محمدی کا عروج | چیزوں کی صورتوں کی مسجود ہے۔  
اسی طرح حقیقت کعبہ ان چیزوں کی حقیقتوں کی مسجود ہے۔ اور  
میں ایک عجیب بات کہتا ہوں، جو اس سے پہلے نہ کسی نے سنی  
اور نہ کسی بنانے والے نے بتائی، جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے  
فضل و کرم سے صرف مجھے بتائی اور صرف مجھ پر الہام فرمائی ہے  
اور وہ بات یہ ہے کہ آں سرور کائنات علیہ و علی آلہ الصلوٰات و  
التسلیمات کے زمانہ رحلت سے ایک ہزار اور چند سال بعد ایک  
زمانہ ایسا بھی آنے والا ہے کہ حقیقت محمدی اپنے مقام سے عروج  
فرمائے گی اور حقیقت کعبہ کے مقام میں (رسانی پاکر اس کے ساتھ)  
متحد ہو جائے گی۔ اس وقت حقیقت محمدی کا نام حقیقت احمدی  
ہو جائے گا۔ اور وہ ذات "احد" جل سلطانہ کا مظہر بن جائے گی۔  
اور دونوں مبارک نام (محمد و احمد) اس سنی (مجموعہ  
حقیقت محمدی و حقیقت کعبہ) میں متحقق ہو جائیں گے۔ اور حقیقت  
محمدی کا پہلا مقام (جہاں وہ اس سے پہلے تھی) خالی رہ جائے گا اور  
وہ اس وقت تک خالی ہی رہے گا یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا



وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نزول فرمائیں۔ ۱۔ و نزول فرمانے کے بعد شریعت محمدی علیہا الصلوٰۃ والتسلیمات کے مطابق عمل فرمائیں۔ اس وقت حقیقت عیسوی اپنے مقام سے عروج کر کے حقیقت محمدی کے اس مقام میں جو خالی چلا آ رہا تھا استقرار پائے گی۔ (یعنی قیام پذیر ہو جائے گی)۔

### ۲۹۔ منہا

کلمہ طیبہ کی فضیلت | اگر کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ نہ ہوتا تو بارگاہِ قدس خداوندی جل سلطانہ کی طرف راہ کون دکھاتا؟ اور توحید کے چہرے سے نقاب کون اٹھاتا؟ اور جنتوں کے دروازے کون کھولتا؟ صفات بشریہ کے پہاڑ کے پہاڑ اس "لا" کے تیشہ کو کام میں لا کر ہی کھودے جاتے ہیں۔ اور تعلقات کی بے شمار دنیا میں اسی نفی کے تکرار کی برکت سے منتفی ہوتی ہیں۔ اور اسی کلمہ طیبہ کا جزو نفی یعنی لا، باطل معبودوں کو ختم کرتا ہے اور اس کا جزو اثبات معبودِ برحق جل شانہ کو ثابت کرتا ہے۔ اور سالک اسی کلمہ کی مدد سے امکانی درجات کو قطع کرتا ہے اور عارف اسی کلمہ کی برکت سے وجوبی معراجوں کی طرف ترقی کرتا ہے۔ یہی کلمہ تو ہے جو تجلیاتِ افعال سے (آدمی کو) تجلیاتِ صفات تک لیجانا اور تجلیاتِ صفات سے تجلیاتِ ذات تک پہنچاتا ہے۔

تاجاروب "لا" نزوبی راہ (ترجمہ) نرسی در سرائے "إِلَّا اللَّهُ"

لا کی جھاڑو نہ ہو راہ کی صفائی جہتک کس طرح پہنچے گا تو خانہ "إِلَّا اللَّهُ" تک

وَالسَّلَامُ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى وَالْتَزَمَ مُتَابِعَةَ الْمُصْطَفَى  
 عَلَيْهِ وَعَلَى إِلَيْهِ الصَّلَوَاتُ وَالسَّلَامَاتُ آمَنَّا بِهَا وَكَمَلْنَا  
 (اور سلامتی ہو اُس پر جو ہدایت کی پیروی کرے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی پیروی کو لازم جانے آپ پر اور آپ کی آل پر مکمل ترین اور کامل ترین درود دیں  
 اور سلام ہوں۔)

### ۵۔ - منها

معوذتین سے متعلق کشف | حضرت مخدوم شیخ شرف الدین یحییٰ  
 منیریؒ نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ معوذتین (قل اعوذ برب الفلق۔  
 اور قل اعوذ برب الناس) کو فرض نماز میں نہیں پڑھنا چاہئے۔ کیونکہ حضرت  
 ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دونوں سورتوں کے قرآن ہونے  
 میں جہور کے مخالف ہیں۔ لہذا نماز میں جتنی قرأت فرض ہے، اُس  
 میں ان دونوں سورتوں کی قرأت کو محسوب نہیں کرنا چاہئے۔ یہ فقیر  
 بھی ان دونوں سورتوں کو نہیں پڑھا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک دن،  
 کارکنانِ قضا و قدر نے اس فقیر پر ظاہر کیا کہ گویا معوذتین حاضر ہیں،  
 اور حضرت مخدوم سے فرض قرأت میں ان کی قرأت سے منع کر دینے  
 کے بارے میں شکایت کر رہی ہیں، کہ ہمیں قرآن سے کیوں نکال دیا ہے۔  
 اسی وقت سے میں اس ممانعت سے باز آ گیا اور فرض قرأت میں میں نے  
 ان کی قرأت شروع کر دی۔ ہر مرتبہ جب میں ان دونوں سورۃ کریمہ کو  
 فرض قرأت میں پڑھتا ہوں تو عجیب احوال کا مشاہدہ کرتا ہوں۔



اور حق یہی ہے کہ جب علم شریعت کی طرف رجوع کیا جاتا ہے تو ان دونوں  
 سورتوں کو فرض قرأت میں پڑھنے سے روکنے کی کوئی وجہ ظاہر نہیں  
 ہوتی۔ بلکہ یہ تو اس اجماعی حکم کی قطعیت میں کہ ”جو کچھ دفتین کے  
 درمیان موجود ہے وہ سب قرآن ہے“ ایک طرح سے شبہ ڈالنا ہے۔  
 اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی ہے کہ (سورۃ فاتحہ کے بعد نماز میں) کسی  
 سورت کو ملانا (فرض نہیں ہے۔ بلکہ) واجبات میں سے ہے، جو بہر حال  
 ظنی ہے۔ پھر ان دو سورتوں کی قرأت سے منع کرنا اگرچہ ان کا قرآن  
 ہونا ظنی بھی کیوں نہ ہو، یعنی بفرض محال (کیونکہ حقیقت تو یہی ہے  
 کہ یہ دونوں سورتیں ظنی نہیں ہیں) پھر بھی اس کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔  
 ۱۵ کیونکہ ان کی قرأت تو اسی طرح کی جاتی ہے کہ سورۃ فاتحہ کے ساتھ  
 ان کو ملاتے ہیں (اور قرأت کا فریضہ تو سورۃ فاتحہ سے ادا ہو چکا ہے  
 پس سورۃ کا ملانا بھی ظنی ہی ہوا)۔ فَالْعَجَبُ مِنَ الشَّيْخِ الْمَقْتَدِی  
 مِثْلُ هَذَا الْكَلَامِ كُلِّ الْعَجَبِ۔ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِ  
 الْبَشَرِ وَالْاِیْہِ الْاَظْہَرُ۔ (لہذا بہت ہی تعجب ہے کہ ایک شیخ مقتدا سے  
 اس جیسی بات کیونکر ادا ہوئی۔ اور درود و سلام ہو حضرت سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم  
 پر اور آپ کی آل اطہر پر)۔

۱۶ حضرت شیخ شرف الدین بخاری منیری رحمۃ اللہ علیہ ۷۲۵ھ میں حضرت شیخ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ  
 سے بیعت کی غرض سے دہلی تشریف لائے لیکن اس وقت حضرت نظام الدین اولیا کا وصال  
 ہو چکا تھا اسلئے شیخ نجیب الدین فردوسی کے مرید ہو گئے پھر سارے تشریف لے آئے عرصہ دراز تک  
 ریاضت و عبادت میں مشغول رہ کر ۸۲۵ھ میں وصال فرمایا۔ آپ کے ملفوظات و کتب و بات گنجینہ معارف و حقائق ہیں۔

## ۵۱۔ منها

تقلیدِ اتباع کی فضیلت | صوفیہ کے طریق سے بلکہ ملتِ اسلام سے بڑا حصہ اسی شخص کیلئے ہے جس میں تقلید کی فطرت اور پیروی کی عادت سب سے زیادہ ہے۔ یہاں تو کام کا دار و مدار صرف تقلید پر اور اس مقام میں معاملے کا انحصار محض پیروی پر ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی تقلید بلند ترین درجوں تک پہنچا دیتی ہے۔ اور اصفیا کی پیروی بڑی بڑی معراجوں تک لیجاتی ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں چونکہ یہ فطرت سب سے زیادہ پائی جاتی تھی تو بے توقف تصدیقِ نبوت کی سعادت میں انھوں نے سبقت فرمائی اور صدیقوں کے رئیس بنے۔ اور ابو جہل لعین چونکہ تقلید اور پیروی کی استعداد سب سے کمتر رکھتا تھا، لہذا اس سعادت سے بہرہ اندوز نہ ہو سکا اور ملعونوں کا پیشوا بنا۔

مرید جس کمال کو بھی حاصل کرتا ہے وہ اپنے پیر کی تقلید ہی سے حاصل کرتا ہے۔ پیر کی غلطی بھی مرید کے صواب (درست) سے بہتر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سہو و نیان کی آرزو کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یَلِیْتُ نَبِیَّ کُنْتُ سَمُوْهُ وَحَمْدُہُ (یعنی اے کاش میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سہو بن جاتا اور حضرت پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ یٰلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ شَیْئُہُ (بلال) کا سین خدائے تعالیٰ



کے نزدیک شین ہے) چونکہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ عجمی (حبشی) تھے، اس لئے وہ اذان میں سین ہملہ کے ساتھ اَشْهَدُ کہا کرتے تھے اور خدائے عز و جل و علا کے نزدیک اُن کا اَشْهَدُ کہنا اَشْهَدُ ہی تھا لہذا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی یہ غلطی دوسروں کے صواب سے بہتر ہوگی۔ ع

بر اَشْهَدِ تو خندہ زند اَشْهَدِ بلالؓ

ترجمہ: اَشْهَدِ یہ تیرے ہنستا ہے اَشْهَدِ بلالؓ کا

میں نے ایک عزیز سے سنا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ بعض دعائیں ملا جو مشائخ سے منقول ہیں اور اتفاقاً ان مشائخ نے ان میں سے بعض دعاؤں میں کوئی غلطی کر دی ہے اور اسے مُحَرَّف کر کے (بگاڑ کر) پڑھ دیا ہے تو اگر اُن کے پیروکار ان دعاؤں کو اسی تحریف کے ساتھ پڑھتے ہیں جس کے ساتھ اُن کے مشائخ نے پڑھ دیا تھا، تو وہ دعائیں تاثیر بخشی ہیں اور اگر انھیں درست کر کے پڑھتے ہیں تو وہ تاثیر سے خالی رہ جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے انبیاء کی تقلید اور اپنے اولیاء کی پیروی پر اپنے حبیب علیہ و علیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین و علیٰ متابعیہم الصلوٰت والتسلیمات کی عظمت و حرمت کے طفیل ثابت قدم رکھے۔

۵۲۔ منہا

تجلی ذات کے اعتبار سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انبیاء کے درجات کا تفاوت تمام رسولوں کے سرور (سید المرسلین) ہیں علیہم الصلوٰت والتسلیمات۔ باقی تمام انسانوں کا کیا سوال ہے۔

اور حضرت عیسیٰ و موسیٰ علیہما الصلوٰۃ والتسلیمات والتحیات کو، اگرچہ  
تجلی ذات کے مقام سے، بقدرِ مرتبہ و استعداد، حصہ حاصل ہے چنانچہ  
حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے:  
وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي (اور میں نے تمہیں اپنے نفس کے لئے منتخب فرمایا ہے)  
یعنی اپنی ذات کے لئے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو روح اللہ اور  
”اس کا کلمہ“ ہیں اور ان کو آلِ سرورِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ  
بہت زیادہ مناسبت ہے۔ لیکن حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام  
باوجودیکہ وہ تجلی صفات کے مقام میں ہیں، لیکن بڑے تیز نظر ہیں، وہی  
خاص شان جو ہمارے پیغمبر کو تجلی ذات کے مقام میں میسر ہوئی ہے،  
حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تجلی صفات کے مقام میں حاصل ہوئی ہے۔  
باوجود اس کے کہ دونوں میں استعداد کا تفاوت ہے۔ لہذا اس اعتبار سے  
وہ حضرت عیسیٰ اور موسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام سے افضل ہو جاتے ہیں۔  
اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) حضرت موسیٰ (علیہ السلام) سے افضل ہیں اور  
ان کا رتبہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) سے اوپر ہے۔ وہ تیز بصر اور ناقد نظر  
ہیں۔ ان کے بعد حضرت نوح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اور ۳۱  
حضرت نوح (علیہ السلام) کا مقام اگرچہ صفات کے مقام میں حضرت ابراہیم  
(علیہ السلام) سے بہت اونچا ہے۔ لیکن حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو اُس  
مقام میں ایک خاص شان اور تیزی نظر حاصل ہے جو کسی دوسرے کو نصیب  
نہیں ہے۔ لیکن ان کی اولاد کرام کو بھی اس مقام میں بوجہ پیروی کرنے اور



اولاد ہونے کے حصہ ملا ہے۔ اور حضرت آدم (علیہ السلام) کا درجہ حضرت  
نوح (علیہ السلام) کے بعد ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء  
(علیہم السلام) پر درودیں اور سلام ہوں۔ یہ ان معلومات میں سے ہے جو  
مجھے میرے رب نے سکھائی ہیں اور جن کا اس نے مجھ پر اپنے فضل و کرم سے  
الہام فرمایا ہے۔ اور پورا علم تو اللہ سبحانہ کے پاس ہی ہے۔

### ۵۳۔ منہا

سیر اجمالی کا درجہ سیر تفصیلی | جس لک کی سیر، اسماء و صفات کی تفصیل میں  
سے بلند ہے | واقع ہو گئی، اس کے لئے بارگاہ ذات جل سلطانہ

تک رسائی کی راہ بند ہو گئی۔ کیونکہ اسماء و صفات کی تو کوئی انتہا ہی نہیں  
کہ ان کو قطع کرنے کے بعد سالک منتہائے مقصود تک پہنچ سکے مشائخ نے  
اسی مقام کے متعلق بتایا ہے کہ مراتب وصول کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ کیونکہ  
محبوب کے کمالات لا انتہا ہی ہیں۔ اور اس جگہ وصول سے مراد، وصل  
اسمائی و صفاتی ہی ہے۔ سعادت مند وہی سالک ہے جس کی سیر، اسماء  
و صفات میں اجمالی طریقہ پر واقع ہو۔ اور وہ تیزی کے ساتھ بارگاہ ذات  
تعالیٰ و تقدس میں داخل ہو جائے۔

وصول نہایت کے بعد جمع لازم ہے | واصلان ذات کو آخری نقطۂ وصول  
(یعنی نہایت النہایت) تک پہنچنے کے بعد دعوت و ارشاد کے ساتھ واپس  
آنا لازمی ہے۔ اس مقام سے نہ لوٹنے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ یہ ان  
متوسط حضرات کے برخلاف ہے جنہیں اپنی استعداد کی انتہا تک

پہنچ جانے کے بعد واپس آنا لازمی نہیں ہوتا یہ ہو سکتا ہے کہ وہ واپس آجائیں اور (یہ بھی) ہو سکتا ہے کہ وہ وہیں قیام کرنا قبول کر لیں۔ لہذا انتہی حضرات کے وصول کے مراتب کے لئے تو تکمیل و اتمام کا تصور کیا جاسکتا ہے بلکہ لازم ہے لیکن متوسط حضرات کے لئے جو اسمائی اور صفاتی تفصیل میں چلے گئے ہیں (وصول کے مراتب کی) کوئی انتہا نہیں ہے (کہ وہاں پہنچ کر وہ تکمیل حاصل کر سکیں)۔ یہ علم ان مخصوص علوم میں سے ہے جو خاص اس فقیرؒ کو عطا ہوئے ہیں۔ اور صحیح علم تو اللہ سبحانہ کے پاس ہی ہے۔

۵۴ - منہا

مقام رضا کی برتری | مقام رضا، تمام مقامات ولایت سے اوپر ہے اور اس بلند مقام کا حصول، سلوک اور جذبہ کی تکمیل کے بعد ہوتا ہے۔

سوال :- اگر لوگ دریافت کریں کہ ذات حق سبحانہ اور صفات

حق تعالیٰ اور افعال حق سبحانہ سے رضا تو واجب ہے اور خود ایمان ہی میں ملحوظ ہے۔ لہذا عام مسلمانوں کو بھی اس سے چارہ نہیں ہے۔ تو سلوک و جذبہ کی تکمیل کے بعد اس کا حاصل ہونا کیا معنی رکھتا ہے؟

جواب :- اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ رضا کی ایک صورت

ہوتی ہے اور ایک حقیقت ہوتی ہے۔ اسی طرح جیسا کہ باقی ارکان ایمان کی صورت اور حقیقت ہوا کرتی ہے۔ ابتدائی حالات میں صورت کا تحقق ہوتا ہے۔ اور انتہا میں حقیقت کا تحقق ہوتا ہے۔ جب آدمی سے کوئی بات رضا کے خلاف ظاہر نہ ہو تو ظاہر شریعت فیصلہ کر دیتی ہے کہ اس شخص کو



رضا حاصل ہے، تصدیقِ قلبی کی طرح کہ جب تصدیق کے منافی کوئی بات نہ پائی جائے تو حصولِ تصدیق کا فیصلہ کر دیتے ہیں لیکن ہم (سائلین و عارفین) جس چیز کے درپے ہیں وہ حقیقتِ رضا کا حصول ہے۔ محض صورت کا نہیں۔ اور اللہ سبحانہ سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

### ۵۵۔ منہا

ترغیبِ اتباعِ سنت | کوشش کرنی چاہئے کہ سنت پر عمل کرنا اور  
احترازِ از بدعت | بدعت سے بچنا میسر ہو خصوصاً ایسی بدعت  
سے جو سنت کو ختم کر دینے والی ہو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد  
مَنْ أَحْدَثَ فِي دِينِنَا هَذَا فَهُوَ رَدٌّ (یعنی جو شخص ہمارے اس دین میں  
کوئی نئی بات داخل کرے تو وہ قابلِ رد ہے) ایسی جماعت کے حال پر تعجب  
ہوتا ہے جو کہ دین میں نئی نئی چیزیں داخل کرتے ہیں باوجودیکہ دین ہر  
طرح مکمل ہو چکا اور وہ پایہ تکمیل کو پہنچ چکا ہے اور ان نئی داخل کی  
ہوئی چیزوں (محدثات) کے ذریعہ سے تکمیلِ دین کی تلاش کرتے  
ہیں۔ انھیں یہ اندیشہ نہیں ہوتا کہ خدا نخواستہ اس نوا ایجاد (مخترع) بات  
کی وجہ سے کہیں سنت کی نفی (ختم) نہ ہو جائے۔ مثلاً عمامہ کا شملہ دونوں  
بازوؤں کے درمیان چھوڑنا سنت ہے۔ لیکن بہت سے لوگوں نے شملہ کو  
بائیں طرف چھوڑنا اختیار کر لیا ہے اور اپنے اس عمل سے انھیں مردوں  
کے ساتھ تشبہ (مشابہت) اختیار کرنا منظور ہوتا ہے۔ اور بے شمار لوگ  
اس فعل میں ان کی پیروی کر رہے ہیں۔ وہ اتنا نہیں سمجھتے کہ اُن کا یہ عمل

سنت کی نفی کر رہا ہے، اور سنت سے ہٹا کر انھیں بدعت میں مبتلا کر رہا ہے اور بالآخر حرمت تک پہنچا دیتا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تشبہ (مشابہت) اختیار کرنا بہتر ہے یا مردوں کے ساتھ؟ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی تو ہیں جو ایسی موت سے مشرف ہو چکے ہیں جو موت سے بھی پہلے آتی ہے۔ اگر وہ لوگ مردہ کے ساتھ ہی تشبہ کے متلاشی ہیں تب بھی ان کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تشبہ ہی سزاوار ہو سکتا ہے۔ عجیب معاملہ ہے کہ میت کے کفن میں خود عمامہ پہنانا بھی بدعت ہے چہ جائیکہ اس کا شملہ چھوڑا جائے اور بعض علمائے متاخرین جو میت کے کفن میں عمامہ دینے کو، جبکہ میت علمائے دین میں سے ہو، مستحسن قرار دیا ہے فقیر کے نزدیک تو کفن کی مسنون مقدار میں زیادتی کرنا نسخ یعنی سنت کو بدلنا ہے اور اہل سنت کو بدلنے کا مطلب سنت کو چھوڑ دینا ہے۔ اللہ سبحانہ ہمیں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند سنت کی پیروی پر ثبات قدم رکھے۔ علی مصدر ہا الصلوٰۃ والسلام۔ اور خدائے تعالیٰ اس بندہ پر اپنا رحم فرمائے جو میری اس دعا پر آمین کہے۔

### ۵۶۔ منہا

جنّات کے حالات | ایک دن جنّات کے حالات کو اس فقیر پر منکشف فرمایا گیا۔ اس فقیر نے دیکھا کہ جنّات گلی کوچوں میں انسانوں ہی کی طرح گھوم پھر رہے ہیں۔ اور ہر جن کے سر پر ایک فرشتہ مقرر ہے۔ اور وہ جن اس مقررہ فرشتہ کے ڈبے اپنا سر بھی نہیں اٹھا سکتا۔ اور اپنے دائیں بائیں



دیکھ بھی نہیں سکتا۔ وہ مقید اور محبوس (قیدیوں) کی طرح پر گھوم رہے تھے اور قطعاً کسی مخالفت کی مجال نہیں رکھتے تھے۔ بجز اس کے کہ میرا پروردگار ہی کسی چیز کو چاہے۔ اور اس وقت کچھ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مؤکل (مقررہ فرشتہ) کے ہاتھ میں لوہے کا ایک گرز ہے کہ اگر وہ اُس جن سے ذرا سی مخالفت کا بھی احساس کرے تو ایک ہی ضرب سے اس کا کام تمام کر دے۔

خدائے کہ بالا و پست آفرید زبردست ہر زیر دست آفرید  
خدائے بنایا ہے بالا و پست زبردست بالائے ہر زیر دست (ترجمہ)

۵۷۔ منہا

ولی کو نبی پر جزئی فضیلت والی جو کمال بھی حاصل کرتا ہے اور جس درجہ تک بھی پہنچتا ہے وہ اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کے طفیل میں پہنچتا ہے۔ اگر نبی کی متابعت اور پیروی نہ ہوتی تو خود ایمان بھی حاصل نہ ہوتا۔ بلند ترین درجات تک راہ تو کہاں کھل سکتی تھی۔ لہذا اگر ولی کو جزئی فضیلتوں میں سے کوئی ایسی فضیلت حاصل ہو جائے، جو نبی کو حاصل نہیں تھی، اور اسے بلند درجات میں سے کوئی خاص درجہ میسر ہو جائے جو نبی کو میسر نہیں تھا، تو یقیناً نبی کو بھی اس جزئی فضیلت اور اس خاص درجہ سے پورا پورا حصہ حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ ولی میں اس کمال کا حصول اس نبی کی پیروی ہی کے واسطے سے ہے اور یہ سب کچھ اس نبی کی اتباع سنت کے نتائج ہی کا ایک نتیجہ ہے۔ پس لامحالہ نبی کو اس کمال سے مکمل حصہ حاصل ہوگا۔ جیسا کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے

”مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا“ جس  
 کسی نے کسی اچھے طریقے کی بنیاد رکھی تو اسے خود اس کا ثواب بھی ملے گا اور  
 ان لوگوں کے برابر بھی ثواب ملے گا جو اس طریقے پر عمل کریں گے۔ البتہ ولی اس کمال  
 کے حصول میں پیشرو ہوگا اور اس درجے تک پہنچنے میں مقدم ہوگا۔ اور ولی کی  
 نبی پر اس قسم کی فضیلت حاصل ہونے کو علمائے جائر قرار دیا ہے کیونکہ  
 یہ جزئی فضیلت ہے، جسے کلی فضیلت کا مقابلہ کرنے کی مجال نہیں ہے  
 اور وہ جو صاحبِ فصوص الحکم نے فرمایا ہے کہ خاتم الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم)  
 علوم و معارف کو خاتم الولايت سے حاصل فرماتے ہیں، تو وہ بھی اسی معرفت  
 کی طرف راجع ہے۔ کیونکہ اس فقیر کو اس معرفت کے ساتھ ممتاز فرمایا گیا ہے  
 اور یہ سراسر شریعت کے موافق ہے۔ اور فصوص کے شارحوں نے جو اس بات کو  
 صریح قرار دینے کے لئے تکلف اختیار کیا ہے اور کہا ہے کہ خاتم الولايت دراصل  
 خاتم النبوت کا خزانہ دار اور خزانچی ہوتا ہے۔ اگر بادشاہ خود اپنے خزانہ سے  
 کوئی چیز لیتا ہے تو (ظاہر ہے کہ خزانچی ہی سے لے گا) اس سے بادشاہ  
 کے مرتبہ میں کوئی نقص لازم نہیں آتا (اس تکلف کی ضرورت نہیں ہے)  
 ۱۔ حضرت شیخ محی الدین محمد بن علی ابن عربی قدس سرہ ۷۰۰ھ رمضان ۵۹۰ھ اندلس کے مشہور شہر  
 مرسیہ میں پیدا ہوئے اور ۲۴ ربیع الآخر ۷۲۳ھ دمشق میں وفات پائی۔ علوم ظاہری و باطنی میں  
 کمال حاصل تھا اور فلسفہ اشراقیت کے ماہر تھے۔ آپ نے توحید و جود کی نظریہ کو پیش کیا جس  
 کی کنہ و حقیقت کو پوری طرح سمجھ سکنے کی وجہ سے کافی ابھینیں پیدا ہوئیں جن کو حضرت مجدد  
 الف ثانی قدس سرہ نے توحید شہودی کا نظریہ پیش کر کے صاف اور واضح کیا۔ حضرت شیخ کی  
 تصانیف بہت ہیں ان میں فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ مشہور و اہم ہیں۔



حقیقت واقعہ وہی ہے جو میں نے تحقیق کر کے بیان کر دی ہے۔ اور اس تکلف کا منشا محض یہ کہ وہ لوگ معاملہ کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکے۔ اور اللہ سبحانہ تمام حقائق امور کو سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ اور درود و سلام ہو سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل اطہر پر۔

### ۵۸ - منها

ولی کی ولایت نبی کی ولایت | ولی کی ولایت اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ و ہی کا حصہ ہوتی ہے | السلام کے اجزائے ولایت کا ایک حصہ ہے۔ ولی کو کتنے ہی بلند ترین درجات نصیب ہو جائیں وہ سب درجات، اس نبی کے اجزائے درجات میں سے ایک جزو ہی ہوں گے۔ جزو کتنی ہی عظمت پیدا کر لے کل سے کمتر ہی ہوگا۔ کیونکہ اَلْکُلُّ اَعْظَمُ مِنْ اَلْجُزْءِ (یعنی کل جز سے بڑا ہوتا ہے) قضیہ بدیہیہ ہے۔ کوئی احمق ہی ہوگا جو کسی جزو کی بڑائی کا خیال کر کے اسے کل سے زیادہ جانے۔ کیونکہ کل کے معنی ہی یہ ہیں کہ دوسرے اجزاء کے علاوہ اس میں یہ جزو بھی موجود ہے۔

### ۵۹ - منها

صفات باری تعالیٰ کی تین قسمیں | صفات واجبی، تعالیٰ و تقدس | تین قسم کی ہیں۔ قسم اول، صفات اصنافیہ ہیں جیسے خالق ہونا، رازق ہونا۔ اور قسم دوم صفات حقیقیہ ہیں، لیکن وہ اپنے اندر اصناف کا ایک رنگ رکھتی ہیں جیسے علم، قدرت، ارادہ، سمع، بصر اور کلام۔ اور قسم سوم، حقیقت محض ہے۔ جیسے حیات۔ پس اس میں اصناف کا کوئی امتزاج

نہیں ہے۔ اور اضافت سے ہماری مراد عالم یعنی دنیا کے ساتھ تعلق ہونا ہے۔ اور تیسری قسم تینوں قسموں میں سب سے اعلیٰ اور تمام اقسام کی جامع ترین ہے اور اہمات صفات میں سے ہے۔ صفت علم اپنی جامعیت کے باوجود صفت حیات کی تابع ہے اور صفات اور شیدائیات کا یہ دائرہ صفت حیات پر ختم ہو جاتا ہے اور مطلوب تک رسائی حاصل کرنے کا دروازہ بھی یہی صفت ہے۔ اور چونکہ صفت حیات کا درجہ صفت علم سے اوپر ہے۔ اس لئے لامحالہ اس مقام تک رسائی بھی علم کے مراتب کو طے کر لینے کے بعد ہی ہوگی۔ خواہ وہ علم ظاہر ہو یا علم باطن، خواہ علم شریعت ہو یا علم طریقت۔ اور وہ لوگ جو اس دروازہ میں داخل ہوتے ہیں وہ بہت ہی کم (کم سے بھی کم) ہیں۔ گلیوں اور کوچوں کے پیچھے سے لوگ اپنی نگاہیں اندر ڈال لیتے ہیں (خود اندر نہیں پہنچ سکتے) اور ایسے لوگ بھی بہت ہی کم ہیں۔ اگر میں اس مقام کے اسرار میں سے کوئی راز بھی بیان کروں تو گردن اڑا دی جائے۔

وَمِنْ بَعْدِ هَذَا مَا يَدْرِي صِفَاتُهُ  
وَمَا كَثْرَتُهُ أَحْظَىٰ لَدَيْهِ وَاجْتَمَلُ

(ترجمہ) بیان کرنا ہی ان اسرار کا مشکل مگر اب ہے

چھپانا ان رموز خاص کا اہل ہے انب ہے

اور سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو لازم جانے علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام۔



## ۶۔ منها

خدا کا مثل نہیں ہو سکتا، حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ "مثال" سے منزہ ہے۔  
مثال ہو سکتی ہے۔ کیسے کی مثال شئی (اس کے مثل کوئی)۔

چیز بھی نہیں ہے۔ لیکن علمائے "مثال" اور "مثال" کو جائز رکھا ہے۔  
 وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْأَعْلٰی (اور اللہ کے لئے تو بلند ترین مثال ہے، یا اللہ کی تو  
 بلند ترین شان ہے)۔ ارباب سلوک اور اصحاب کشف کو مثال ہی سے  
 تسلی دیتے ہیں اور خیال سے آرام بخشتے ہیں بے چون کو، چون کی مثال  
 سے ظاہر کرتے ہیں۔ وجوب (ذات واجب) کو امکان کی صورت میں  
 جلوہ گر کرتے ہیں۔ بیچارہ سالک، مثال کو صاحب مثال کا عین سمجھ  
 لیتا ہے اور صورت کو صاحب صورت کا عین خیال کر لیتا ہے۔ یہی وجہ ہے  
 کہ وہ حق سبحانہ و تعالیٰ کے احاطہ کی صورت کو تمام چیزوں میں دیکھتا ہے  
 اور اسی احاطہ کی مثال کا تمام دنیا میں مشاہدہ کرتا ہے۔ اور وہ خیال  
 کر لیتا ہے کہ جو چیز نظر آرہی ہے وہ احاطہ حق سبحانہ کی حقیقت ہے  
 حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ حق تعالیٰ کا احاطہ تو بے چون اور بیچگون ہے  
 اور اس سے منزہ و پاک ہے کہ وہ شہود (مشاہدہ) میں آسکے اور کسی پر  
 ظاہر ہو جائے۔ اور ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ حق سبحانہ ہر چیز کو محیط ہے  
 لیکن ہم اُس کے اس احاطہ کو نہیں جانتے کہ وہ کیا ہے؟ اور جو کچھ ہم  
 جانتے ہیں وہ اس احاطہ کی شبیہ اور مثال ہے۔ اور حق تعالیٰ کے قرب  
 اور اس کی معیت کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیے، کہ جو کچھ مشاہدہ اور

کشف میں آتا ہے وہ ان کی شبیہ اور مثال ہے اُس کی حقیقت نہیں ہے۔ بلکہ ان تمام باتوں کی حقیقت کی کیفیت نامعلوم ہے۔ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں کہ حق تعالیٰ قریب ہے اور ہمارے ساتھ ہے لیکن ہم یہ نہیں جانتے کہ حق تعالیٰ کے اس قرب اور مِیَّت کی حقیقت کیا ہے؟ اور بہت ممکن ہے کہ جو کچھ حدیث نبوی علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات میں آیا ہے کہ **يَتَجَلَّى رَبُّنَا صَاحِبًا** (یعنی ہمارا پروردگار ہنستے ہوئے تجلی فرمایگا) ۵۹ وہ صورت مثالی کے اعتبار سے ہو۔ کیونکہ کمالِ رضا و خوشنودی کا حاصل ہونا مثال میں ہنسنے کی صورت میں ہی دکھایا جاتا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ ہاتھ، چہرہ، قدم اور انگلی کا اطلاق بھی مثالی صورت کے اعتبار سے ہی ہو۔ میرے پروردگار نے مجھے ایسی ہی تعلیم دی ہے۔ اور خدا اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہتا ہے مخصوص فرما لیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ اور اللہ کی رحمتیں نازل ہوں ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور آپ کی آل پر اور سلامتیاں اور برکتیں بھی نازل ہوں۔

### ۶۱۔ منہا

تنبیہ احوال، وجدانات اور علوم و معارف کو بیان کرنے کے سلسلہ میں اگر اس راقم کی عبارت میں کوئی تناقض یا اختلاف معلوم ہو تو اسے اوقات کے مختلف ہونے اور حالات و کیفیات کے جداگانہ ہونے پر محمول کرنا چاہئے۔ کیونکہ ہر وقت کے احوال اور وجدانات مختلف ہوتے ہیں۔ اور ہر حالت و کیفیت کے علوم و معارف جداگانہ ہوتے ہیں۔ لہذا



درحقیقت یہ کوئی تعارض یا اختلاف نہیں ہوتا۔ اس کی مثال احکام شرعیہ کی مثال کی طرح ہے کہ وہ منسوخ اور تبدیل ہونے کے بعد متضاد احکام نظر آتے ہیں۔ لیکن جب اوقات اور حالات کے اختلاف کو نظر میں رکھا جاتا ہے تو وہ تناقض اور اختلاف رفع ہو جاتا ہے۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ سبحانہ کی بڑی حکمتیں اور مصلحتیں ہیں۔ لہذا تم شک کرنے والوں میں سے نہ بنو۔ اور اللہ تعالیٰ رحمتیں نازل فرمائے ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر اور سلامتیاں اور برکتیں بھی نازل فرمائے۔

ان عجیب و غریب اور بلند نکات کا جامع، بندہ ضعیف محمد صدیق بخشی الکشمی الملقب بالہدایۃ کہتا ہے کہ ان معارف غالیہ شریفہ کی تسوید سے جس کا نام "المبدأ والمعاد" ہے، اور خرماء رمضان المبارک میں اعتکاف کے وقت سنہ ایکہزار انیس (۱۹۱۹ء) میں فراغت حاصل ہوئی۔

## رَبَّاعِی

۵۔ اس نسخہ کے مبدأ و معاد است بنام زانفاس نفیس حضرت فخر کرام  
چوں کردہایت اقتباس از سر صدق در سال ہزار و نودہ گشت تمام  
(یعنی یہ نسخہ کہ جس کا نام مبدأ و معاد ہے حضرت فخر کرام (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کے فرمودات سے ہے جب ہدایت (لقب جامع) نے اسے صدق و صفا کی راہ سے اقتباس کیا تو وہ سنہ ایک ہزار اور انیس میں مکمل ہو گیا۔)

لہذا حضرت زکریا علیہ السلام نے فرمایا: "چوں کہ ہدایت اقتباس از سر صدق" ۱۹۱۹ء

صدیق ہدایت کدش چرخ بکام      مانا کہ ز صدق شد ہدایت فرجام  
زین خود چہ عجب یک تحقیق اینست      کہ جوش شراب احمدی یافتہ جام

(یعنی: صدیق ہدایت کہ تقدیر بھی جس کی ہمنوا تھی، بالضرور وہ سچائی کی وجہ سے  
ہدایت فرجام ہو گیا۔ اور یہ خود کتنا عجیب ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ شراب احمدی  
کے جوش سے جام حاصل ہوا ہے۔)

## اشاریہ

حضرت محمد رسول اللہ صلی علیہ وسلم ۱۶-۱۰-۹      امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ۱۶۷-۱۶۶-۵۵

۱۸-۱۷-۱۶-۱۵-۱۴-۱۳-۱۲-۱۱-۱۰-۹-۸-۷-۶-۵-۴-۳-۲-۱-۰      شیخ ابو منصور یار تبری ۱۹۶-۷۳

۱۳-۱۲-۱۱-۱۰-۹-۸-۷-۶-۵-۴-۳-۲-۱-۰      ابلیس لعین ۱۲۶-۳۱

۱۶۲-۱۵۸-۱۵۴-۱۵۰-۱۴۶-۱۴۲-۱۳۸-۱۳۴-۱۳۰-۱۲۶-۱۲۲-۱۱۸-۱۱۴-۱۱۰-۱۰۶-۱۰۲-۹۸-۹۴-۹۰-۸۶-۸۲-۷۸-۷۴-۷۰-۶۶-۶۲-۵۸-۵۴-۵۰-۴۶-۴۲-۳۸-۳۴-۳۰-۲۶-۲۲-۱۸-۱۴-۱۰-۶-۲-۰      امام احمد حنبل رحمہ اللہ ۱۶۶-۵۵

۲۰۹-۲۰۷-۲۰۵-۲۰۳-۱۹۹-۱۹۷-۱۹۵-۱۹۳-۱۹۱-۱۸۹-۱۸۷-۱۸۵-۱۸۳-۱۸۱-۱۷۹-۱۷۷-۱۷۵-۱۷۳-۱۷۱-۱۶۹-۱۶۷-۱۶۵-۱۶۳-۱۶۱-۱۵۹-۱۵۷-۱۵۵-۱۵۳-۱۵۱-۱۴۹-۱۴۷-۱۴۵-۱۴۳-۱۴۱-۱۳۹-۱۳۷-۱۳۵-۱۳۳-۱۳۱-۱۲۹-۱۲۷-۱۲۵-۱۲۳-۱۲۱-۱۱۹-۱۱۷-۱۱۵-۱۱۳-۱۱۱-۱۰۹-۱۰۷-۱۰۵-۱۰۳-۱۰۱-۹۹-۹۷-۹۵-۹۳-۹۱-۸۹-۸۷-۸۵-۸۳-۸۱-۷۹-۷۷-۷۵-۷۳-۷۱-۶۹-۶۷-۶۵-۶۳-۶۱-۵۹-۵۷-۵۵-۵۳-۵۱-۴۹-۴۷-۴۵-۴۳-۴۱-۳۹-۳۷-۳۵-۳۳-۳۱-۲۹-۲۷-۲۵-۲۳-۲۱-۱۹-۱۷-۱۵-۱۳-۱۱-۹-۷-۵-۳-۱-۰      امام ربانی شیخ احمد فاروقی مجدد الف ثانی ۹۳-۹

۲۲۲-۲۲۱-۲۱۹-۲۱۵-۲۱۱-۲۰۷-۲۰۳-۲۰۱-۱۹۷-۱۹۳-۱۸۹-۱۸۵-۱۸۱-۱۷۷-۱۷۳-۱۶۹-۱۶۵-۱۶۱-۱۵۷-۱۵۳-۱۴۹-۱۴۵-۱۴۱-۱۳۷-۱۳۳-۱۲۹-۱۲۵-۱۲۱-۱۱۷-۱۱۳-۱۰۹-۱۰۵-۱۰۱-۹۷-۹۳-۸۹-۸۵-۸۱-۷۷-۷۳-۶۹-۶۵-۶۱-۵۷-۵۳-۴۹-۴۵-۴۱-۳۷-۳۳-۲۹-۲۵-۲۱-۱۷-۱۳-۹-۵-۱-۰      حضرت اسد اللہ الغائب علی رضی اللہ عنہ ۹۳-۱۰

۱۸۸-۱۸۷-۱۸۶-۱۸۵-۱۸۴-۱۸۳-۱۸۲-۱۸۱-۱۸۰-۱۷۹-۱۷۸-۱۷۷-۱۷۶-۱۷۵-۱۷۴-۱۷۳-۱۷۲-۱۷۱-۱۷۰-۱۶۹-۱۶۸-۱۶۷-۱۶۶-۱۶۵-۱۶۴-۱۶۳-۱۶۲-۱۶۱-۱۶۰-۱۵۹-۱۵۸-۱۵۷-۱۵۶-۱۵۵-۱۵۴-۱۵۳-۱۵۲-۱۵۱-۱۵۰-۱۴۹-۱۴۸-۱۴۷-۱۴۶-۱۴۵-۱۴۴-۱۴۳-۱۴۲-۱۴۱-۱۴۰-۱۳۹-۱۳۸-۱۳۷-۱۳۶-۱۳۵-۱۳۴-۱۳۳-۱۳۲-۱۳۱-۱۳۰-۱۲۹-۱۲۸-۱۲۷-۱۲۶-۱۲۵-۱۲۴-۱۲۳-۱۲۲-۱۲۱-۱۲۰-۱۱۹-۱۱۸-۱۱۷-۱۱۶-۱۱۵-۱۱۴-۱۱۳-۱۱۲-۱۱۱-۱۱۰-۱۰۹-۱۰۸-۱۰۷-۱۰۶-۱۰۵-۱۰۴-۱۰۳-۱۰۲-۱۰۱-۱۰۰-۹۹-۹۸-۹۷-۹۶-۹۵-۹۴-۹۳-۹۲-۹۱-۹۰-۸۹-۸۸-۸۷-۸۶-۸۵-۸۴-۸۳-۸۲-۸۱-۸۰-۷۹-۷۸-۷۷-۷۶-۷۵-۷۴-۷۳-۷۲-۷۱-۷۰-۶۹-۶۸-۶۷-۶۶-۶۵-۶۴-۶۳-۶۲-۶۱-۶۰-۵۹-۵۸-۵۷-۵۶-۵۵-۵۴-۵۳-۵۲-۵۱-۵۰-۴۹-۴۸-۴۷-۴۶-۴۵-۴۴-۴۳-۴۲-۴۱-۴۰-۳۹-۳۸-۳۷-۳۶-۳۵-۳۴-۳۳-۳۲-۳۱-۳۰-۲۹-۲۸-۲۷-۲۶-۲۵-۲۴-۲۳-۲۲-۲۱-۲۰-۱۹-۱۸-۱۷-۱۶-۱۵-۱۴-۱۳-۱۲-۱۱-۱۰-۹-۸-۷-۶-۵-۴-۳-۲-۱-۰      (ب) حضرت بلال رضی اللہ عنہ ۲۱-۲۰-۱۹

۲۱۶-۲۱۵-۲۱۴-۲۱۳-۲۱۲-۲۱۱-۲۱۰-۲۰۹-۲۰۸-۲۰۷-۲۰۶-۲۰۵-۲۰۴-۲۰۳-۲۰۲-۲۰۱-۲۰۰-۱۹۹-۱۹۸-۱۹۷-۱۹۶-۱۹۵-۱۹۴-۱۹۳-۱۹۲-۱۹۱-۱۹۰-۱۸۹-۱۸۸-۱۸۷-۱۸۶-۱۸۵-۱۸۴-۱۸۳-۱۸۲-۱۸۱-۱۸۰-۱۷۹-۱۷۸-۱۷۷-۱۷۶-۱۷۵-۱۷۴-۱۷۳-۱۷۲-۱۷۱-۱۷۰-۱۶۹-۱۶۸-۱۶۷-۱۶۶-۱۶۵-۱۶۴-۱۶۳-۱۶۲-۱۶۱-۱۶۰-۱۵۹-۱۵۸-۱۵۷-۱۵۶-۱۵۵-۱۵۴-۱۵۳-۱۵۲-۱۵۱-۱۵۰-۱۴۹-۱۴۸-۱۴۷-۱۴۶-۱۴۵-۱۴۴-۱۴۳-۱۴۲-۱۴۱-۱۴۰-۱۳۹-۱۳۸-۱۳۷-۱۳۶-۱۳۵-۱۳۴-۱۳۳-۱۳۲-۱۳۱-۱۳۰-۱۲۹-۱۲۸-۱۲۷-۱۲۶-۱۲۵-۱۲۴-۱۲۳-۱۲۲-۱۲۱-۱۲۰-۱۱۹-۱۱۸-۱۱۷-۱۱۶-۱۱۵-۱۱۴-۱۱۳-۱۱۲-۱۱۱-۱۱۰-۱۰۹-۱۰۸-۱۰۷-۱۰۶-۱۰۵-۱۰۴-۱۰۳-۱۰۲-۱۰۱-۱۰۰-۹۹-۹۸-۹۷-۹۶-۹۵-۹۴-۹۳-۹۲-۹۱-۹۰-۸۹-۸۸-۸۷-۸۶-۸۵-۸۴-۸۳-۸۲-۸۱-۸۰-۷۹-۷۸-۷۷-۷۶-۷۵-۷۴-۷۳-۷۲-۷۱-۷۰-۶۹-۶۸-۶۷-۶۶-۶۵-۶۴-۶۳-۶۲-۶۱-۶۰-۵۹-۵۸-۵۷-۵۶-۵۵-۵۴-۵۳-۵۲-۵۱-۵۰-۴۹-۴۸-۴۷-۴۶-۴۵-۴۴-۴۳-۴۲-۴۱-۴۰-۳۹-۳۸-۳۷-۳۶-۳۵-۳۴-۳۳-۳۲-۳۱-۳۰-۲۹-۲۸-۲۷-۲۶-۲۵-۲۴-۲۳-۲۲-۲۱-۲۰-۱۹-۱۸-۱۷-۱۶-۱۵-۱۴-۱۳-۱۲-۱۱-۱۰-۹-۸-۷-۶-۵-۴-۳-۲-۱-۰      (ج) جن ۲۱۶-۲۱۵

۲۰۷-۲۰۶-۲۰۵-۲۰۴-۲۰۳-۲۰۲-۲۰۱-۲۰۰-۱۹۹-۱۹۸-۱۹۷-۱۹۶-۱۹۵-۱۹۴-۱۹۳-۱۹۲-۱۹۱-۱۹۰-۱۸۹-۱۸۸-۱۸۷-۱۸۶-۱۸۵-۱۸۴-۱۸۳-۱۸۲-۱۸۱-۱۸۰-۱۷۹-۱۷۸-۱۷۷-۱۷۶-۱۷۵-۱۷۴-۱۷۳-۱۷۲-۱۷۱-۱۷۰-۱۶۹-۱۶۸-۱۶۷-۱۶۶-۱۶۵-۱۶۴-۱۶۳-۱۶۲-۱۶۱-۱۶۰-۱۵۹-۱۵۸-۱۵۷-۱۵۶-۱۵۵-۱۵۴-۱۵۳-۱۵۲-۱۵۱-۱۵۰-۱۴۹-۱۴۸-۱۴۷-۱۴۶-۱۴۵-۱۴۴-۱۴۳-۱۴۲-۱۴۱-۱۴۰-۱۳۹-۱۳۸-۱۳۷-۱۳۶-۱۳۵-۱۳۴-۱۳۳-۱۳۲-۱۳۱-۱۳۰-۱۲۹-۱۲۸-۱۲۷-۱۲۶-۱۲۵-۱۲۴-۱۲۳-۱۲۲-۱۲۱-۱۲۰-۱۱۹-۱۱۸-۱۱۷-۱۱۶-۱۱۵-۱۱۴-۱۱۳-۱۱۲-۱۱۱-۱۱۰-۱۰۹-۱۰۸-۱۰۷-۱۰۶-۱۰۵-۱۰۴-۱۰۳-۱۰۲-۱۰۱-۱۰۰-۹۹-۹۸-۹۷-۹۶-۹۵-۹۴-۹۳-۹۲-۹۱-۹۰-۸۹-۸۸-۸۷-۸۶-۸۵-۸۴-۸۳-۸۲-۸۱-۸۰-۷۹-۷۸-۷۷-۷۶-۷۵-۷۴-۷۳-۷۲-۷۱-۷۰-۶۹-۶۸-۶۷-۶۶-۶۵-۶۴-۶۳-۶۲-۶۱-۶۰-۵۹-۵۸-۵۷-۵۶-۵۵-۵۴-۵۳-۵۲-۵۱-۵۰-۴۹-۴۸-۴۷-۴۶-۴۵-۴۴-۴۳-۴۲-۴۱-۴۰-۳۹-۳۸-۳۷-۳۶-۳۵-۳۴-۳۳-۳۲-۳۱-۳۰-۲۹-۲۸-۲۷-۲۶-۲۵-۲۴-۲۳-۲۲-۲۱-۲۰-۱۹-۱۸-۱۷-۱۶-۱۵-۱۴-۱۳-۱۲-۱۱-۱۰-۹-۸-۷-۶-۵-۴-۳-۲-۱-۰      (خ) حضرت خضر علیہ السلام ۹۷-۱۲

۱۹۶-۱۹۵-۱۹۴-۱۹۳-۱۹۲-۱۹۱-۱۹۰-۱۸۹-۱۸۸-۱۸۷-۱۸۶-۱۸۵-۱۸۴-۱۸۳-۱۸۲-۱۸۱-۱۸۰-۱۷۹-۱۷۸-۱۷۷-۱۷۶-۱۷۵-۱۷۴-۱۷۳-۱۷۲-۱۷۱-۱۷۰-۱۶۹-۱۶۸-۱۶۷-۱۶۶-۱۶۵-۱۶۴-۱۶۳-۱۶۲-۱۶۱-۱۶۰-۱۵۹-۱۵۸-۱۵۷-۱۵۶-۱۵۵-۱۵۴-۱۵۳-۱۵۲-۱۵۱-۱۵۰-۱۴۹-۱۴۸-۱۴۷-۱۴۶-۱۴۵-۱۴۴-۱۴۳-۱۴۲-۱۴۱-۱۴۰-۱۳۹-۱۳۸-۱۳۷-۱۳۶-۱۳۵-۱۳۴-۱۳۳-۱۳۲-۱۳۱-۱۳۰-۱۲۹-۱۲۸-۱۲۷-۱۲۶-۱۲۵-۱۲۴-۱۲۳-۱۲۲-۱۲۱-۱۲۰-۱۱۹-۱۱۸-۱۱۷-۱۱۶-۱۱۵-۱۱۴-۱۱۳-۱۱۲-۱۱۱-۱۱۰-۱۰۹-۱۰۸-۱۰۷-۱۰۶-۱۰۵-۱۰۴-۱۰۳-۱۰۲-۱۰۱-۱۰۰-۹۹-۹۸-۹۷-۹۶-۹۵-۹۴-۹۳-۹۲-۹۱-۹۰-۸۹-۸۸-۸۷-۸۶-۸۵-۸۴-۸۳-۸۲-۸۱-۸۰-۷۹-۷۸-۷۷-۷۶-۷۵-۷۴-۷۳-۷۲-۷۱-۷۰-۶۹-۶۸-۶۷-۶۶-۶۵-۶۴-۶۳-۶۲-۶۱-۶۰-۵۹-۵۸-۵۷-۵۶-۵۵-۵۴-۵۳-۵۲-۵۱-۵۰-۴۹-۴۸-۴۷-۴۶-۴۵-۴۴-۴۳-۴۲-۴۱-۴۰-۳۹-۳۸-۳۷-۳۶-۳۵-۳۴-۳۳-۳۲-۳۱-۳۰-۲۹-۲۸-۲۷-۲۶-۲۵-۲۴-۲۳-۲۲-۲۱-۲۰-۱۹-۱۸-۱۷-۱۶-۱۵-۱۴-۱۳-۱۲-۱۱-۱۰-۹-۸-۷-۶-۵-۴-۳-۲-۱-۰      (باقی باللہ رحمہ اللہ) ۱۰۲-۹۳-۷۷-۷۶-۷۵-۷۴-۷۳-۷۲-۷۱-۷۰-۶۹-۶۸-۶۷-۶۶-۶۵-۶۴-۶۳-۶۲-۶۱-۶۰-۵۹-۵۸-۵۷-۵۶-۵۵-۵۴-۵۳-۵۲-۵۱-۵۰-۴۹-۴۸-۴۷-۴۶-۴۵-۴۴-۴۳-۴۲-۴۱-۴۰-۳۹-۳۸-۳۷-۳۶-۳۵-۳۴-۳۳-۳۲-۳۱-۳۰-۲۹-۲۸-۲۷-۲۶-۲۵-۲۴-۲۳-۲۲-۲۱-۲۰-۱۹-۱۸-۱۷-۱۶-۱۵-۱۴-۱۳-۱۲-۱۱-۱۰-۹-۸-۷-۶-۵-۴-۳-۲-۱-۰

۲۰۲-۲۰۱-۱۹۷-۱۹۶-۱۹۵-۱۹۴-۱۹۳-۱۹۲-۱۹۱-۱۹۰-۱۸۹-۱۸۸-۱۸۷-۱۸۶-۱۸۵-۱۸۴-۱۸۳-۱۸۲-۱۸۱-۱۸۰-۱۷۹-۱۷۸-۱۷۷-۱۷۶-۱۷۵-۱۷۴-۱۷۳-۱۷۲-۱۷۱-۱۷۰-۱۶۹-۱۶۸-۱۶۷-۱۶۶-۱۶۵-۱۶۴-۱۶۳-۱۶۲-۱۶۱-۱۶۰-۱۵۹-۱۵۸-۱۵۷-۱۵۶-۱۵۵-۱۵۴-۱۵۳-۱۵۲-۱۵۱-۱۵۰-۱۴۹-۱۴۸-۱۴۷-۱۴۶-۱۴۵-۱۴۴-۱۴۳-۱۴۲-۱۴۱-۱۴۰-۱۳۹-۱۳۸-۱۳۷-۱۳۶-۱۳۵-۱۳۴-۱۳۳-۱۳۲-۱۳۱-۱۳۰-۱۲۹-۱۲۸-۱۲۷-۱۲۶-۱۲۵-۱۲۴-۱۲۳-۱۲۲-۱۲۱-۱۲۰-۱۱۹-۱۱۸-۱۱۷-۱۱۶-۱۱۵-۱۱۴-۱۱۳-۱۱۲-۱۱۱-۱۱۰-۱۰۹-۱۰۸-۱۰۷-۱۰۶-۱۰۵-۱۰۴-۱۰۳-۱۰۲-۱۰۱-۱۰۰-۹۹-۹۸-۹۷-۹۶-۹۵-۹۴-۹۳-۹۲-۹۱-۹۰-۸۹-۸۸-۸۷-۸۶-۸۵-۸۴-۸۳-۸۲-۸۱-۸۰-۷۹-۷۸-۷۷-۷۶-۷۵-۷۴-۷۳-۷۲-۷۱-۷۰-۶۹-۶۸-۶۷-۶۶-۶۵-۶۴-۶۳-۶۲-۶۱-۶۰-۵۹-۵۸-۵۷-۵۶-۵۵-۵۴-۵۳-۵۲-۵۱-۵۰-۴۹-۴۸-۴۷-۴۶-۴۵-۴۴-۴۳-۴۲-۴۱-۴۰-۳۹-۳۸-۳۷-۳۶-۳۵-۳۴-۳۳-۳۲-۳۱-۳۰-۲۹-۲۸-۲۷-۲۶-۲۵-۲۴-۲۳-۲۲-۲۱-۲۰-۱۹-۱۸-۱۷-۱۶-۱۵-۱۴-۱۳-۱۲-۱۱-۱۰-۹-۸-۷-۶-۵-۴-۳-۲-۱-۰      (باقی باللہ لعین ۲۰۲-۲۰۱-۱۹۷-۱۹۶-۱۹۵-۱۹۴-۱۹۳-۱۹۲-۱۹۱-۱۹۰-۱۸۹-۱۸۸-۱۸۷-۱۸۶-۱۸۵-۱۸۴-۱۸۳-۱۸۲-۱۸۱-۱۸۰-۱۷۹-۱۷۸-۱۷۷-۱۷۶-۱۷۵-۱۷۴-۱۷۳-۱۷۲-۱۷۱-۱۷۰-۱۶۹-۱۶۸-۱۶۷-۱۶۶-۱۶۵-۱۶۴-۱۶۳-۱۶۲-۱۶۱-۱۶۰-۱۵۹-۱۵۸-۱۵۷-۱۵۶-۱۵۵-۱۵۴-۱۵۳-۱۵۲-۱۵۱-۱۵۰-۱۴۹-۱۴۸-۱۴۷-۱۴۶-۱۴۵-۱۴۴-۱۴۳-۱۴۲-۱۴۱-۱۴۰-۱۳۹-۱۳۸-۱۳۷-۱۳۶-۱۳۵-۱۳۴-۱۳۳-۱۳۲-۱۳۱-۱۳۰-۱۲۹-۱۲۸-۱۲۷-۱۲۶-۱۲۵-۱۲۴-۱۲۳-۱۲۲-۱۲۱-۱۲۰-۱۱۹-۱۱۸-۱۱۷-۱۱۶-۱۱۵-۱۱۴-۱۱۳-۱۱۲-۱۱۱-۱۱۰-۱۰۹-۱۰۸-۱۰۷-۱۰۶-۱۰۵-۱۰۴-۱۰۳-۱۰۲-۱۰۱-۱۰۰-۹۹-۹۸-۹۷-۹۶-۹۵-۹۴-۹۳-۹۲-۹۱-۹۰-۸۹-۸۸-۸۷-۸۶-۸۵-۸۴-۸۳-۸۲-۸۱-۸۰-۷۹-۷۸-۷۷-۷۶-۷۵-۷۴-۷۳-۷۲-۷۱-۷۰-۶۹-۶۸-۶۷-۶۶-۶۵-۶۴-۶۳-۶۲-۶۱-۶۰-۵۹-۵۸-۵۷-۵۶-۵۵-۵۴-۵۳-۵۲-۵۱-۵۰-۴۹-۴۸-۴۷-۴۶-۴۵-۴۴-۴۳-۴۲-۴۱-۴۰-۳۹-۳۸-۳۷-۳۶-۳۵-۳۴-۳۳-۳۲-۳۱-۳۰-۲۹-۲۸-۲۷-۲۶-۲۵-۲۴-۲۳-۲۲-۲۱-۲۰-۱۹-۱۸-۱۷-۱۶-۱۵-۱۴-۱۳-۱۲-۱۱-۱۰-۹-۸-۷-۶-۵-۴-۳-۲-۱-۰

۱۰۱۹  
۱۰۱۸  
۱۰۱۷  
۱۰۱۶  
۱۰۱۵  
۱۰۱۴  
۱۰۱۳  
۱۰۱۲  
۱۰۱۱  
۱۰۱۰  
۱۰۰۹  
۱۰۰۸  
۱۰۰۷  
۱۰۰۶  
۱۰۰۵  
۱۰۰۴  
۱۰۰۳  
۱۰۰۲  
۱۰۰۱  
۱۰۰۰  
۹۹۹  
۹۹۸  
۹۹۷  
۹۹۶  
۹۹۵  
۹۹۴  
۹۹۳  
۹۹۲  
۹۹۱  
۹۹۰  
۹۸۹  
۹۸۸  
۹۸۷  
۹۸۶  
۹۸۵  
۹۸۴  
۹۸۳  
۹۸۲  
۹۸۱  
۹۸۰  
۹۷۹  
۹۷۸  
۹۷۷  
۹۷۶  
۹۷۵  
۹۷۴  
۹۷۳  
۹۷۲  
۹۷۱  
۹۷۰  
۹۶۹  
۹۶۸  
۹۶۷  
۹۶۶  
۹۶۵  
۹۶۴  
۹۶۳  
۹۶۲  
۹۶۱  
۹۶۰  
۹۵۹  
۹۵۸  
۹۵۷  
۹۵۶  
۹۵۵  
۹۵۴  
۹۵۳  
۹۵۲  
۹۵۱  
۹۵۰  
۹۴۹  
۹۴۸  
۹۴۷  
۹۴۶  
۹۴۵  
۹۴۴  
۹۴۳  
۹۴۲  
۹۴۱  
۹۴۰  
۹۳۹  
۹۳۸  
۹۳۷  
۹۳۶  
۹۳۵  
۹۳۴  
۹۳۳  
۹۳۲  
۹۳۱  
۹۳۰  
۹۲۹  
۹۲۸  
۹۲۷  
۹۲۶  
۹۲۵  
۹۲۴  
۹۲۳  
۹۲۲  
۹۲۱  
۹۲۰  
۹۱۹  
۹۱۸  
۹۱۷  
۹۱۶  
۹۱۵  
۹۱۴  
۹۱۳  
۹۱۲  
۹۱۱  
۹۱۰  
۹۰۹  
۹۰۸  
۹۰۷  
۹۰۶  
۹۰۵  
۹۰۴  
۹۰۳  
۹۰۲  
۹۰۱  
۹۰۰  
۸۹۹  
۸۹۸  
۸۹۷  
۸۹۶  
۸۹۵  
۸۹۴  
۸۹۳  
۸۹۲  
۸۹۱  
۸۹۰  
۸۸۹  
۸۸۸  
۸۸۷  
۸۸۶  
۸۸۵  
۸۸۴  
۸۸۳  
۸۸۲  
۸۸۱  
۸۸۰  
۸۷۹  
۸۷۸  
۸۷۷  
۸۷۶  
۸۷۵  
۸۷۴  
۸۷۳  
۸۷۲  
۸۷۱  
۸۷۰  
۸۶۹  
۸۶۸  
۸۶۷  
۸۶۶  
۸۶۵  
۸۶۴  
۸۶۳  
۸۶۲  
۸۶۱  
۸۶۰  
۸۵۹  
۸۵۸  
۸۵۷  
۸۵۶  
۸۵۵  
۸۵۴  
۸۵۳  
۸۵۲  
۸۵۱  
۸۵۰  
۸۴۹  
۸۴۸  
۸۴۷  
۸۴۶  
۸۴۵  
۸۴۴  
۸۴۳  
۸۴۲  
۸۴۱  
۸۴۰  
۸۳۹  
۸۳۸  
۸۳۷  
۸۳۶  
۸۳۵  
۸۳۴  
۸۳۳  
۸۳۲  
۸۳۱  
۸۳۰  
۸۲۹  
۸۲۸  
۸۲۷  
۸۲۶  
۸۲۵  
۸۲۴  
۸۲۳  
۸۲۲  
۸۲۱  
۸۲۰  
۸۱۹  
۸۱۸  
۸۱۷  
۸۱۶  
۸۱۵  
۸۱۴  
۸۱۳  
۸۱۲  
۸۱۱  
۸۱۰  
۸۰۹  
۸۰۸  
۸۰۷  
۸۰۶  
۸۰۵  
۸۰۴  
۸۰۳  
۸۰۲  
۸۰۱  
۸۰۰  
۷۹۹  
۷۹۸  
۷۹۷  
۷۹۶  
۷۹۵  
۷۹۴  
۷۹۳  
۷۹۲  
۷۹۱  
۷۹۰  
۷۸۹  
۷۸۸  
۷۸۷  
۷۸۶  
۷۸۵  
۷۸۴  
۷۸۳  
۷۸۲  
۷۸۱  
۷۸۰  
۷۷۹  
۷۷۸  
۷۷۷  
۷۷۶  
۷۷۵  
۷۷۴  
۷۷۳  
۷۷۲  
۷۷۱  
۷۷۰  
۷۶۹  
۷۶۸  
۷۶۷  
۷۶۶  
۷۶۵  
۷۶۴  
۷۶۳  
۷۶۲  
۷۶۱  
۷۶۰  
۷۵۹  
۷۵۸  
۷۵۷  
۷۵۶  
۷۵۵  
۷۵۴  
۷۵۳  
۷۵۲  
۷۵۱  
۷۵۰  
۷۴۹  
۷۴۸  
۷۴۷  
۷۴۶  
۷۴۵  
۷۴۴  
۷۴۳  
۷۴۲  
۷۴۱  
۷۴۰  
۷۳۹  
۷۳۸  
۷۳۷  
۷۳۶  
۷۳۵  
۷۳۴  
۷۳۳  
۷۳۲  
۷۳۱  
۷۳۰  
۷۲۹  
۷۲۸  
۷۲۷  
۷۲۶  
۷۲۵  
۷۲۴  
۷۲۳  
۷۲۲  
۷۲۱  
۷۲۰  
۷۱۹  
۷۱۸  
۷۱۷  
۷۱۶  
۷۱



(۷) حضرت رابعی ص ۶۳-۶۴-۱۴۹-۱۸۰

(ش) امام شافعیؒ ۵۵-۵۶-۵۷-۵۸-۵۹-۶۰-۶۱-۶۲

فیض شہابی ۵۹ و ۱۷۲

۲۰۸-۲۰۶ و ۸۰ شرف الدین مضری

۹۸ • ۱۳ شہاب الدین بہرہ دہی

شیطان ۳۱-۲۲، ۱۲۷-۱۳۸

شیخہ ۴۷۷ و ۲۰۳

(ص) صاحب غرائب ۳۳ و ۱۲۹ - ۱۳۰

صاحب فتوحات ۱۸۱

صاحب فصوص ۸۶ + ۲۱۶

صاحب کشف ۳۳۳ ۳۳۳ ۳۳۳

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ۳۹-۴۰-۴۱-۴۲

2. 14. 1944

(دع) مخدوم عبد الواحد ۹۶

مولانا عبدالرحمن جامی ۵۶ ۱۹۸۴

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ۶۹ و ۱۸۸

شیخ عبد القادر جیلانیؒ ۱۱۴۶ھ

عبد القدوس گنگوئی ۹۶۹

عش ۲۸ + ۱۵۵

خواجہ علامہ ابن عطاء ۱۰۵۶-۹۴۰-۱۶۸

فيكون  $23 \div 115$

تدعى على السلام ٥٥ - ٤٤ - ٤٣ - ٤٢

$$P_{11} = P_{12} = P_{13} = 1/4$$

(۱۰) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ۹۴۰ھ

فصول مستند ۵۵ ج ۱۶۴

(رقی) قرآن مجید ۶۱-۷۹-۸۰-۱۱۱-۱۷۷-۲۰۰

خواجہ قطب الدین نجیب رکاکی ۱۲۹۷ھ

(د) کوہ معظمہ ۲۲ + ۱۱۲

شاہ مکمل کتب خانہ ۹۶+

(۴۴) امام مالکؒ ۱۶۶۵۵

خواجه محمد یار سا ۵۵ + ۱۶۷

۳۳۲ و ۸۹۲

مقرر ۲۹ و ۱۵۷

حضرت مولیٰ علیہ السلام ۵۸۲ ۲۱۱

حضرت امام مسدی ۱۴-۲۰-۲۸ + ۱۰۶

-155-11-

(۲) نفقات ۱۵۵۰۰۰

خواص و نقائص: ۱- ۲۴- ۵۴- ۸۴

توابع سید

198-118-112-119

تقریباً ۱۰۰۰

PIP-PH  
7-

(هو) ١٣٠ ١٢٥

(۱۸) مولانا یعقوب چری ۵۶ + ۱۸

حضرت یونس علیہ السلام

کمدی

# ادارہ مجددیہ کی جملہ مطبوعات

اثبات النبوة	گلدستہ مناجات
انوار معصومیہ	مبدأ و معاد
تہلیلہ	معارف لدنیہ
حضرت مجدد الف ثانیؑ	معجم القرآن
حیات سعیدیہ	مقامات زواریہ
ریڈیو تقاریر	مکتوبات حضرت مجدد فارسی
زبارة الفقه کامل	مکتوبات حضرت مجدد اردو ترجمہ
شرح رباعیات	مکتوبات معصومیہ فارسی
طریقہ حج اور دعائیں	مکتوبات معصومیہ اردو ترجمہ
عمدة السلوک	مکاشفات عینیہ مجددیہ
عمدة الفقه کامل	ہدایت الطالبین

ادارہ مجددیہ

۱۲۵۵ھ - ناظم آباد - کراچی